قطعہ

کیا اعتبار اوسکے ایماں کا جس نے چھوڑا ☆ شیعہ کی دوستی میں حضرت معاویہ کو
حضرت معاویہ کو جو دوزخی کہے گا ☆ مسکن بنائے گا وہ ملعون ہاویہ کو

الحمد للہ کہ درر د رسالہائے بابا (۱) قول فیصل (۲) معاویہ کی صحابیت (۳) مولی اور معاویہ (۴) معاویہ پر جواز لعنت۔ کتاب ہذا

صیانۃ الصحابہ عن خرافات بابا

مشتمل بر چہار رسالہ (۱) لطمۂ اجل بر قول فیصل (۲) صاعقۂ سمایہ بر فیصل کاذبہ (۳) تیغ ایمانی بر اباطیل بابائے سیوانی (۴) کف اللسان عن لعن الاعیان

مصنفہ

جناب مولنا عبد الحفیظ صاحب حقانی مفتی آگرہ

در مطبع آگرہ اخبار پریس طبع شدہ

ہدیہ ناظرین شد

ان حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور حضرات تابعین و ائمہ مجتہدین و محدثین و فقہاء و متکلمین رحمۃ اللہ علیہم کے ایک سو ایک (۱۰۱) اسمائے گرامی جن کے ارشاداتِ عالیہ اس کتاب میں درج ہیں

(۱) حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ
(۲) حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ
(۳) حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ
(۴) حضرت سیدنا مولیٰ علی رضی اللہ عنہ
(۵) حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ
(۶) حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ
(۷) حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ
(۸) حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ
(۹) حضرت جابر ابن عبداللہ رضی اللہ عنہ
(۱۰) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ
(۱۱) حضرت عروہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ
(۱۲) حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ
(۱۳) حضرت عمیر رضی اللہ عنہ
(۱۴) حضرت سعید ابن مسیب رضی اللہ عنہ
(۱۵) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ
(۱۶) حضرت سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ عنہ
(۱۷) حضرت اسماء رضی اللہ عنہا
(۱۸) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا
(۱۹) حضرت اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا
(۲۰) حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ
(۲۱) حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ
(۲۲) حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ
(۲۳) حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ
(۲۴) حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ
(۲۵) حضرت امام احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ
(۲۶) حضرت امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ
(۲۷) حضرت امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ
(۲۸) حضرت امام حسن البصری رحمۃ اللہ علیہ
(۲۹) حضرت سیدنا سرکار بغداد رضی اللہ عنہ
(۳۰) حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ
(۳۱) حضرت امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ
(۳۲) حضرت محدث ترمذی رحمۃ اللہ علیہ
(۳۳) حضرت معافی ابن عمران رحمۃ اللہ علیہ
(۳۴) حضرت محدث سحنون رحمۃ اللہ علیہ

(۳۵) حضرت عبداللہ ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ
(۳۶) حضرت محدث ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ
(۳۷) حضرت محدث یحییٰ ابن معین رحمۃ اللہ علیہ
(۳۸) حضرت سید ابن عطا رحمۃ اللہ علیہ
(۳۹) حضرت ابوالمنذر رحمۃ اللہ علیہ
(۴۰) حضرت محدث بغوی صاحب مشکوٰۃ رحمۃ اللہ علیہ
(۴۱) حضرت امام ابوالحسن اشعری امام اہلسنت رحمۃ اللہ علیہ
(۴۲) حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ
(۴۳) حضرت علامہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ
(۴۴) حضرت علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ
(۴۵) حضرت علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ
(۴۶) حضرت علامہ عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ
(۴۷) حضرت علامہ ابن حجر ہیتمی رحمۃ اللہ علیہ
(۴۸) حضرت علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ
(۴۹) حضرت علامہ تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ
(۵۰) حضرت علامہ دوانی رحمۃ اللہ علیہ
(۵۱) حضرت علامہ ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ
(۵۲) حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ
(۵۳) حضرت علامہ خفاجی رحمۃ اللہ علیہ
(۵۴) حضرت علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ
(۵۵) حضرت امام رازی رحمۃ اللہ علیہ
(۵۶) حضرت علامہ ابوسعود رحمۃ اللہ علیہ
(۵۷) حضرت علامہ نسفی رحمۃ اللہ علیہ
(۵۸) حضرت صاحب معالم التنزیل رحمۃ اللہ علیہ
(۵۹) حضرت علامہ اسماعیل صاحب روح البیان رحمۃ اللہ علیہ
(۶۰) حضرت علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ
(۶۱) حضرت امام مجاہد رحمۃ اللہ علیہ
(۶۲) حضرت علامہ عزالدین ابن عبدالسلام رحمۃ اللہ علیہ
(۶۳) حضرت علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ
(۶۴) حضرت علامہ ابن صلاح رحمۃ اللہ علیہ
(۶۵) حضرت صاحب سیرت شامی رحمۃ اللہ علیہ
(۶۶) حضرت علامہ کمال صاحب مسایرہ رحمۃ اللہ علیہ
(۶۷) حضرت علامہ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ
(۶۸) حضرت علامہ ابن خلدون رحمۃ اللہ علیہ
(۶۹) حضرت علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ
(۷۰) حضرت شیخ ابوطالب مکی رحمۃ اللہ علیہ
(۷۱) حضرت شیخ ابوذر عراقی رحمۃ اللہ علیہ
(۷۲) حضرت علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ
(۷۳) حضرت علامہ ابن عابدین صاحب فتاویٰ شامی رحمۃ اللہ علیہ
(۷۴) حضرت صاحب تنویر الابصار رحمۃ اللہ علیہ
(۷۵) حضرت صاحب در مختار رحمۃ اللہ علیہ
(۷۶) حضرت صاحب جوہرہ رحمۃ اللہ علیہ
(۷۷) حضرت صاحب بحرالرائق رحمۃ اللہ علیہ
(۷۸) حضرت صاحب نہر فائق رحمۃ اللہ
(۷۹) حضرت صاحب کفایہ بنایہ رحمۃ اللہ علیہ

(۸۰) حضرت قاضیخان رحمۃ اللہ علیہ

(۸۱) حضرت صاحب خلاصہ رحمۃ اللہ علیہ

(۸۲) حضرت صاحب الاختیار رحمۃ اللہ علیہ

(۸۳) حضرت صاحب ہدایہ رحمۃ اللہ علیہ

(۸۴) حضرت صاحب محیط رحمۃ اللہ علیہ

(۸۵) حضرات صاحبان فتاوی عالمگیری رحمۃ اللہ علیہم

(۸۶) حضرت قاضی ابو یعلی رحمۃ اللہ علیہ

(۸۷) حضرت علامہ مناوی صاحب جامع صغیر رحمۃ اللہ علیہ

(۸۸) حضرت صاحب معانی الزجاج رحمۃ اللہ علیہ

(۸۹) حضرت علامہ قونوی رحمۃ اللہ علیہ

(۹۰) ملا جیون صاحب نور الانوار رحمۃ اللہ علیہ

(۹۱) صاحب منار رحمۃ اللہ علیہ

(۹۲) حضرت علامہ ابو شکور سالمی رحمۃ اللہ علیہ

(۹۳) حضرت صاحب کشف الظنون رحمۃ اللہ علیہ

(۹۴) حضرت شیخ محقق عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

(۹۵) حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

(۹۶) حضرت شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

(۹۷) حضرت مولانا فضل رسول صاحب بدایونی رحمۃ اللہ علیہ

(۹۸) حضرت مولانا عبد الحی صاحب فرنگی محلی رحمۃ اللہ علیہ

(۹۹) حضرت مولانا احمد علی صاحب محدث سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ

(۱۰۰) حضرت صاحب رسالہ رد الروافض رحمۃ اللہ علیہ

(۱۰۱) حضرت مولانا محمد طیب صاحب دانا پوری مدظلہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی جعلنا من اھل السنۃ والجماعۃ وصاننا عن اھواء اھل البدعۃ والضلالۃ اھل الشناعۃ والصلوۃ والسلام علی رسولہ الذی اخبرنا عن الفتن و اھل الشقاوۃ وحذرنا بقولہ فایاکم وایاھم عن اتباع ادھام المعروفۃ بالعصبیۃ والقباحۃ وعلی الہ واصحابہ الذی ھم اھل التقوی والعدالۃ والسعادۃ۔

اللھم انی اعوذبک من ھمزات الشیاطین و اعوذبک رب ان یحضرون

ناظرین کرام بنارس میں چندروں سے ایک فتنہ جلا جناب بابا خلیل احمد صاحب سیوانی عرف بابا خلیل داس صاحب کی زبان و قلم سے رونما ہو چکا ہے۔ جس نے دنیائے سُنّیت میں ایک ہیجان و اضطراب پیدا کر دیا ہے۔ آپ ہاتھ دھوکر امیر المومنین سلطان الاسلام والمسلمین مظہر حکومت سید المرسلین کاتب رسول رب العالمین صاحب خاتم النبیین حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پیچھے پڑ گئے ہیں۔

اہلِ بنارس نے خواہش کی کہ ایک ایسی تحریر ہو جاتی۔ جس میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق اہلِ سنت و جماعت کا عقیدہ بتا دیا جاتا تاکہ اوسے شائع کر دیا جائے اور عام مسلمان گمراہی سے خصوصاً اس فتنۂ بابائیہ سے بچ جائیں۔ فقیر نے ایک رسالہ بنام فضائل معاویہ لکھدیا۔ اہلِ بنارس نے اُسے شائع کر دیا۔ چونکہ رسالہ کا مضمون باباصاحب کے نظریے اور اُنکی ذہنیت کے خلاف تھا اس لئے اونھوں نے فوراً ایک رسالہ بنام رد فضائل معاویہ لکھکر شائع کرا دیا۔ اہلِ بنارس نے وہ رسالہ بغرض جواب میرے پاس بھیجدیا۔ جس نے اوسکا جواب بنام الہاویہ لشاتم معاویہ لکھدیا۔ اہلِ بنارس نے اوسے بھی شائع کر دیا۔ جناب باباصاحب نے اوسکا جواب بنام قول فیصل شائع کیا۔ اہلِ بنارس نے وہ بھی میرے پاس روانہ کر دیا۔ اسی اثنا میں باباصاحب نے تین کتابیں اور لکھیں (۱) اصحاب رسول اللہ اور معاویہ کی صحابیت (۲) مولیٰ اور معاویہ (معاویہ پر جواز لعنت

کے شرعی دلائل۔ یہ کتابیں بھی میرے پاس روانہ کردیں اور فرمائش کی کہ ان کا جواب بھی تحریر کر دیا جائے

فقیر نے یہ رسالہ بنام صیانۃ الصحابہ عن خرافات بابا لکھنا شروع کیا۔ اس رسالہ میں ایک مقدمہ ہے جس میں کئی عنوان ہیں۔ مقدمہ کے بعد چار باب ہیں۔ باب اوّل قول فیصل کے رد میں ہے چونکہ یہ ایک مستقل تحریر ہوگئی۔ اس لئے اس کا نام لطمۂ اجل بر قول فیصل رکھ دیا گیا۔ باب دوم میں اون کی کتاب مولیٰ اور معاویہ پر گفتگو ہے اس لئے اوس کو تیغ ایمانی بر ادا باطیل بابائے میوانی کے نام سے موسوم کر دیا گیا۔ باب سوم میں انکے رسالہ اصحاب رسول پر گفتگو ہے۔ چونکہ اونکا یہ رسالہ النفائح الاظفر کا ترجمہ اور شرح ہے۔ اس لئے اس کے جواب کا نام صاعقۂ سامیہ بر نصائح کا فیہ رکھ دیا گیا۔
باب چہارم میں اونکے رسالہ جواز لعنت کا رد ہے۔ اوس کا نام کف اللسان عن لعن الاعیان رکھا گیا۔ آخر میں خاتمہ ہے۔
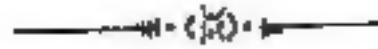
مقدمہ

عنوان نمبر۱ خرافاتِ بابا

جناب بابا صاحب نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان میں جو کلمات ناشائستہ استعمال کئے ہیں پہلے اونکی فہرست ملاحظہ فرمایئے :-

(۱) اس لئے بخاری کی اس روایت سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ معاویہ صحابی رسول نہیں ہو سکتا۔ (قول فیصل ص۳۹) اسی حدیث کی بنیاد پر معاویہ بھی صحابی رسول قرار نہیں پاتا (اصحاب رسول ص۱۶)

(۲) کیا معاویہ کے فضائل بھی کہیں کسی کتاب سے باسناد صحیح ثابت ہیں (رد فضائل ص۸)

(۳) معاویہ دنیا پرست تھا۔ اس لئے اس نے حضرت علی کے ساتھ جدال و قتال کیا اور قیامت تک امام برحق کے خلاف اپنی گردن پر باغی و طاغی کا الزام رکھکر چلا گیا (رد فضائل معاویہ ص۲)

(۴) معاویہ ظالم تھا (قول فیصل ص۳۹)

(۵) ذرا سمجھ سے کام لیجئے اور ایک ایسے فاسق اور اہانت رسول کرنے والے کی حمایت سے باز آئیے (قول فیصل ص۴۳)

(۶) معاویہ ابن ابو سفیان کی بداعمالیوں اور بے ایمانیوں کو ضبط تحریر میں لانا نہایت دشوار ہے (جواز لعنت ص۱)

(۷) اس لئے اسکی لعنت کے جائز اور اس سے عداوت اور تبرا کرنے کے واجب ہونے میں قطعاً کوئی شبہ نہیں ہو سکتا (ایضاً)

یہ تمام وہ اقوال ہیں جو باباجی نے اپنے دعوات کے سلسلہ میں بطور نتیجہ کہے ہیں۔ ان اقوال سے اون کا مقصود ظاہر ہے۔ کہ حضرت معاویہ صحابی نہیں۔ اونکی فضیلت ثابت نہیں۔ وہ باغی ہیں۔

اون پر لعنت کرنا جائز ہے۔

میں سب سے پہلے انھیں چیزوں کے متعلق عرض کروں گا، لیکن اس سے پہلے اون کی تہذیب شائستگی کے دو چار نمونے اور ملاحظہ فرمالیجئے۔

(۸) کیا اس سے یہ نتیجہ اخذ نہیں ہوتا کہ معاویہ منافق ہے اور واجب القتل (قول فیصل ص۱)

(۹) بلکہ حضور سرور کائنات نے اوسکے ملعون واجب القتل بد انجام کا فر اور منافق ہونے کی تصریح فرمائی ہے (جواز لعنت ص۲)

(۱۰) معاویہ یقیناً واصل جہنم ہوگا (قول فیصل ص۱۰ رد فضائل ص۱۲)

(۱۱) معاویہ امام الاولیاء امیر الاصفیاء پر تبرا کرے انھیں گالیاں دے اور اون پر لعنت بھیجے اور ایک زمانہ دراز تک اپنی تمام رعایا سے اُن پر تبرا کرائے انھیں گالیاں دلوائے اور اون کی ذات گرامی پر لعنت بھجوائے اور پھر صحابی بنا رہے مجتہد بنا رہے، امام بنا رہے، پیشوا بنا رہے، حضرت بنا رہے اور رضی اللہ عنہ بنا رہے اور ایک مرد مومن اللہ پاک کی تائید و توفیق سے اگر اوس شقی بدبخت اور ملعون کے ملعون کا نام لے الخ (قول فیصل ص۲۲ سول اور معاویہ ص۲۵۴)

عنوان نمبر ۲ صحابیت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ

صحابی اس لفظ کا مادہ لفظ صحبت ہے جسکے معنی صرف ساتھی ہونا ہیں۔ یہ معنی لغوی معنی ہیں جس طرح لفظ صوم کے لغوی معنی مطلقاً رک جانا اور لفظ حج کے لغوی معنی صرف قصد کرنا۔ اسی لغوی معنی کے اعتبار سے قرآن کریم میں لفظ صاحب آیا ہے۔ لغوی معنی کے اعتبار سے اسکا استعمال عام ہے۔ ہر ساتھی کو صاحب کہہ سکتے ہیں۔ مومن کو بھی کافر کو بھی پھر لفظ صحابی اصطلاح کے ماتحت آگیا اور کتب دینیہ میں یہ اصطلاح ایسی عام ہوگئی ہے کہ اس لفظ کے استعمال کے بعد وہ ہی معنی مراد ہونگے جو اصطلاح میں مقرر ہو چکے ہیں۔ جس طرح لفظ صوم اور حج کے معنی اصطلاحی وہ ہیں جسکو شرع میں صوم و حج کہتے ہیں۔ اب یہ لفظ جب استعمال کئے جائینگے تو معنی اصطلاحی ہی مراد ہونگے۔

معنی اصطلاحی معنی لغوی اگرچہ اصل مادہ کے اعتبار سے ایک دوسرے کے شریک ہوتے ہیں لیکن معنی اصطلاحی میں کچھ زیادتی ہو جاتی ہے۔ صوم میں مطلقاً ترک جانے کے معنی تھے لیکن یہ لفظ جب اصطلاح میں آیا تو اس کے معنی ہوئے صبح صادق سے غروب آفتاب تک ہر مفطر صوم کھانے پینے جماع وغیرہ سے ترک کرنا۔

اسی طرح لفظ صحابی میں بھی ساتھی ہونے کے معنی کے علاوہ یہ امر زائد ہے کہ صحابی وہ ہے جس نے مسلمان ہو کر حضور سے شرف صحبت حاصل کیا اور اسلام ہی پر وفات پائی۔ یہ شرف صحبت خواہ ایک ہی لحظہ کا ہو۔

(۱) علامہ نووی شرح مسلم باب فضل صحابہ میں فرماتے ہیں ان الصحیح الذی علیہ الجمہور ان کل مسلم رای النبی صلی اللہ علیہ وسلم ولو ساعۃ فھو من اصحابہ۔ جمہور علما کا یہی مذہب ہے کہ جس مسلمان نے حضور کو دیکھا اگرچہ ایک ہی ساعت تو وہ صحابی ہے۔

(۲) علامہ کمال ابن ابو شریف مسامرہ شرح مسایرہ میں فرماتے ہیں اسم جمع بمعنی الصحابی وھو من لقی النبی صلی اللہ علیہ وسلم مومنا ومات علی الاسلام وان تخللت ردتہ۔ صحابی وہ ہے جس نے مومن ہو کر حضور سے ملاقات کی اور اسلام پر وصال پایا اگرچہ درمیان میں ردت طاری ہو چکی ہو۔

(۳) علامہ دوانی شرح عقائد عضدیہ میں فرماتے ہیں وھو من رای النبی صلی اللہ علیہ وسلم مومنا بہ سواء کان فی حال البلوغ او قبلہ او بعدہ طالت صحبتہ اولا۔

(۴) امام حافظ عسقلانی الاصابہ میں فرماتے ہیں ان الصحابی من لقی النبی صلی اللہ علیہ وسلم مومنا بہ ومات علی الاسلام

(۵) مولانا احمد علی صاحب محدث سہارنپوری مقدمہ بخاری میں لکھتے ہیں فاما الصحابی فکل مسلم رای النبی صلی اللہ علیہ وسلم ولو لحظۃ ھذا ھو الصحیح۔

یہ ہے صحابی اصطلاحی کی تعریف۔ جب لفظ صحابی استعمال کیا جائیگا تو یہی معنی مراد ہونگے۔ اور اسی معنی کے ارادہ کے وقت لفظ صحابی استعمال کیا جائیگا۔ اسکے خلاف استعمال ہوگا نہ دوسرے معنی لغوی مراد ہونگے۔ اگر کوئی لفظ صحابی کے معنی لغوی صرف ساتھی مراد لیتے ہوئے اوس میں

مومن و کافر دونوں کو داخل کرے تو وہ اس جمہوری اصطلاح سے باغی شمار کیا جائے گا۔ کیا یہ خبر نہیں ہے کہ اصطلاح بھی ایک قسم کی وضع ہے پھر اوسکا خلاف کرنا زبان اور محاورہ کا خون کرنا ہے۔ صحابی کی تعریف میں دو جز ہیں (۱) بحالت ایمان حضور سے ملاقات۔ لہذا جس نے ملاقات کی اور حضور پر ایمان نہیں لایا۔ وہ صحابی نہیں جیسے کفار و مشرکین صبح شام حضور سے ملتے تھے مگر مومن نہ تھے

ایمان نام ہے تصدیق ما جاء به النبی کا اور زبان سے کلمہ کا ادا کرنا شرط ایمان ہے ملا علی قاری کی شرح فقہ اکبر میں فرماتے ہیں وذهب جمهور المحققین الی ان الایمان هو التصدیق بالقلب وانما الاقرار شرط لاجراء الاحکام فی الدنیا اعمال۔ ایمان کا جز نہیں۔ کہ اگر نماز نہ پڑھی یا روزہ نہ رکھا تو ایمان سے خالی ہوگیا۔ شراب پی۔ چوری کی، زنا کیا اور ایمان سے خارج ہوگیا غرضکہ ارتکاب گناہ کبیرہ، عصیان و نافرمانی سے اصل ایمان زائل نہیں ہوتا۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ میں حضور کی خدمت میں حاضر ہوا اور حضور نے فرمایا ما من عبد قال لا الہ الا اللہ ثم مات علی ذلک الا دخل الجنۃ۔ جس نے کلمہ پڑھ لیا (یعنی ایمان لے آیا) تو وہ جنت میں پہونچے گا۔ حضرت ابوذر فرماتے ہیں میں نے عرض کیا وان زنی وان سرق وہ مسلمان چاہے زنا کرے، چاہے چوری۔ تو حضور نے فرمایا چاہے زنا کرے چاہے چوری الخ (مشکوٰۃ شریف)

صاف صاف ارشاد ہے کہ گناہ کبیرہ اصل ایمان کو نہیں مٹاتا اور حضور نے صاف صاف یہ بھی ارشاد فرما دیا ثلث من اصل الایمان الکف عمن قال لا الہ الا اللہ لا تکفرہ بذنب ولا تخرجہ من الاسلام بعمل۔ تین چیزیں اصل ایمان ہیں۔ ایمان لانے والے سے اپنی زبان روک لو کسی گناہ کی وجہ سے کافر کہو اور اسلام سے خارج نہ کرو (مشکوٰۃ)

ملا علی قاری کی شرح فقہ اکبر میں فرماتے ہیں کہ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب وصیت میں فرمایا ہے والعاصون من امۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کلہم مومنون حقا و لیسوا من الکافرین۔ امت نبویہ کے گنہگار مومن ہیں۔ کافر نہیں۔ اس کے بعد علامہ قاری فرماتے ہیں فاشار الامام الاعظم بھذا الکلام الی ان العصیان لا ینافی الایمان کما هو مذهب اهل السنۃ والجماعۃ خلافا للخوارج والمعتزلۃ۔ حضرت امام نے یہ اشارہ فرما دیا کہ عصیان

منافی ایمان نہیں جیسا کہ اہلسنت کا مذہب ہے۔ خارجی اور معتزلہ گنہگار کو مسلمان نہیں سمجھتے۔

شرح عقائد نسفی میں ہے۔ والکبیرۃ لا تخرج العبد المومن من الایمان لبقاء التصدیق الذی هو حقیقۃ الایمان خلافاً للمعتزلۃ ولا تدخلہ فی الکفر خلافاً للخوارج (ملتقطا)

خلاصہ یہ ہے کہ اہلسنت کا یہی مذہب ہے کہ گنہگار مسلمان مسلمان ہی ہے کافر نہیں۔ صحابی کی تعریف میں صرف مومن ہونا شرط ہے۔ خدانخواستہ اگر کسی صحابی سے گناہ کبیرہ ہو جائے تو وہ صحابیت سے خارج نہ ہوگا۔ اس لئے کہ جب گناہ کبیرہ کا ارتکاب ایمان سے خارج نہیں کرتا تو صحابیت سے کیسے خارج کردیگا۔ جس طرح عدم ارتکاب گناہ ایمان کا جز نہیں اسی طرح صحابیت کا بھی جز نہیں۔ بعض بعض حضرات سے گناہ کبیرہ کا ارتکاب ہوا لیکن وہ صحابہ کی فہرست سے خارج نہ ہوئے تمام علماء و مورخین ان کو صحابی جانتے ہیں صحابہ لکھتے ہیں۔ پس جو مسلمان ہے وہ صحابی ہے۔

(۲) ایمان پر انتقال ہونا۔ پس جو شخص ایمان لایا حضور سے ملاقات کی ایک زمانہ ایمان پر قائم رہا پھر کافر ہوگیا اور کفر پر موت ہوئی تو صحابیت سے خارج اور اس کو صحابی سمجھنا صحابی کہنا دونوں ناجائز خواہ وہ حضور کے زمانہ ہی میں کافر ہوگیا ہوگا یا حضور کے وصال کے بعد اس لئے کہ صحابیت کی شرط اول ہے ایمان جب ایمان ہی نہیں تو صحابیت کہاں۔

الحمد للہ ثم الحمد للہ کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر صحابی کی تعریف پوری پوری صادق آتی ہے وہ ایمان لائے شرف صحبت سے مشرف ہوئے اور اسلام ہی پر وصال ہوا۔ مسلمان ہونا تو ان کا ظاہر ہے کہ فتح مکہ کے دن مشرف بہ اسلام ہوئے۔

علامہ جلال الدین سیوطی تاریخ الخلفا میں فرماتے ہیں اسلم هو وابوه یوم فتح مکۃ۔ فتح مکہ کے دن وہ اور ان کے باپ مسلمان ہوئے۔ اگرچہ حضرت معاویہ کا مسلمان ہونا فتح کے بہت پہلے بعض روایتوں سے ثابت ہے۔

شرف صحبت نبویہ سے مشرف ہے جنگ حنین میں شریک ہوئے۔ حضور کے کاتب ہیں خواہ مطلق کاتب یا کاتب وحی۔ حضور سے ایک سو تریسٹھ حدیثیں روایت کیں۔ اسی تاریخ الخلفا میں ہے وشهد حنینا وکان احد الکتاب لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روی له عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم مائۃ حدیث وثلثۃ وستون حدیثا

(٢) اسلام ہی پر وصال ہوا۔ اس لئے کہ کسی مورخ نے یہ نہ لکھا کہ اون کا انتقال کفر پر ہوا۔ اونھوں نے مرتے وقت یہ وصیت فرمائی کہ میرے پاس جو حضور کا کرتا اور چادر اور تہبند ہے اونکا کفن بنانا اور جو میرے پاس حضور کے بال اور ناخون ہیں وہ میرے مونھ اور ناک میں بھر دینا اوسی تاریخ الخلفا میں ہے وکان عندہ شی من شعر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وقلامۃ اظفارہ فاوصی ان یجعل فی فمہ وعینیہ صاحب مشکوٰۃ نے کرتے چادر تہبند کا بھی ذکر فرمایا۔ علامہ ابن حجر مکی نے بھی کتاب تطہیر الجنان واللسان میں یہ ہی نقل فرمایا جو موت کے وقت یہ نصیحت کرے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تبرکات سے محبت کرتے ہوئے برکت حاصل کرے اوسکے وصال بر اسلام میں کوئی شک وشبہ ہو سکتا ہے۔

پھر جو حدیثیں اونھوں نے حضور سے روایت کیں اون کو محدثین نے جمع کیا۔ مجتہدین نے مسائل شرعیہ اخذ کئے۔ اگر معاذ اللہ اون کی موت کفر پر ہوتی تو محدثین و مجتہدین اونکی روایت کردہ حدیث کو نظر اوٹھا کے بھی نہ دیکھتے۔ اس لئے کہ جب محدثین اہل بدعت کی حدیث نہیں لیتے تو جو کفر پر مرا اوسکی حدیث کیسے لے سکتے ہیں۔

اور اگر یہ ضروری ہے کہ اون کے لئے مات علی الایمان لکھا ہو تو ان کے سوا دوسرے صحابہ کے لئے کوئی یہ لکھا دکھا دے کہ مات علی الایمان کہ ایمان پر موت آئی۔

پس حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ یقیناً صحابی ہیں اور صحابی کی پوری تعریف اون پر صادق آتی ہے جو کم بخت اونھیں صحابیت سے خارج کرنے کی کوشش کرتا ہے اوسکا اسلامی دماغ فیل ہو چکا ہے۔

علاوہ بریں

یہ لفظ صحابی بھی اونکی صحابیت ثابت۔ ملاحظہ فرمائیے۔

(١) ترمذی شریف ج ١ صفحہ ١٣١ میں ہے کہ حضرت عبد اللہ ابن ابی ملیکہ نے فرمایا کہ حضرت معاویہ نے بعد عشا وتر کی ایک رکعت پڑھی اور وہاں حضرت عبد اللہ ابن عباس کے ایک غلام بھی تھے وہ حضرت عبد اللہ ابن عباس کے پاس آئے (اور یہ واقعہ بیان کیا) حضرت عبد اللہ ابن عباس نے فرمایا کوئی اعتراض کی بات نہیں فانہ قد صحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ حضور کے

صحابی ہیں۔ رضی اللہ عنہم۔ حضرت عبداللہ ابن عباس نے حضرت معاویہ کو صحابی فرمایا۔

(۲) حضرت علامہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ شفا میں فرماتے ہیں کہ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا من شتم احدا من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم ابابکر او عمر او عثمان او علیا او معاویۃ او عمرو بن عاص فان قالوا کانوا علی ضلال وکفر قتل وان شتمہم بغیر ھذا نکل نکالا شدیدا (ص ۲ شفا) پورا ترجمہ آگے آتا ہے لیکن یہ دیکھئے کہ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ لفظ اصحاب فرما کر حضرت امیر معاویہ کا نام بھی لے رہے ہیں۔ انہیں صحابی فرما رہے ہیں۔ اور اس طرح کہ اسی فہرست میں حضرات خلفائے اربعہ کا بھی نام ہے جس سے ثابت ہوا کہ نفس صحابیت میں وہ حضرات اور حضرت معاویہ سب شریک ہیں۔

(۳) ایضاً علامہ سحنون نے فرمایا من کفر احدا من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم علیا او عثمان او غیرھما یوجع ضربا۔ حضرت ملا علی قاری۔ وغیرھما کی شرح میں فرماتے ہیں کمعاویۃ وعمرو بن العاص۔ ترجمہ آگے آتا ہے۔ یہاں بھی حضرت معاویہ کو اصحاب کی فہرست میں شمار کرتے ہوئے صحابی بتایا جا رہا ہے۔

(۴) ایضاً (ص ۵ ج ۱) حضرت معافی ابن عمران (جو حضرت سفیان ثوری کے شاگرد اور امام بخاری کے شیوخ میں سے ہیں) فرماتے ہیں معاویۃ صاحبہ وصھرہ وکاتبہ وامینہ علی وحی اللہ عزوجل۔ حضرت معاویہ حضور کے صحابی ہیں۔ سالے ہیں۔ حضور کے کاتب ہیں اور وحی الٰہی کے امین ہیں۔ صاف صاف صحابی فرما رہے ہیں

(۵) علامہ نووی شرح مسلم باب فضائل صحابہ میں فرماتے ہیں واما معاویۃ رضی اللہ عنہ فھو من العدول الفضلاء والصحابۃ النجباء۔ حضرت معاویہ عدول فضلا اور صحابہ نجب سے ہیں۔ صاف صاف صحابی فرما رہے ہیں اور ایک صفت زائد کے ساتھ کہ صحابی نجیب۔

(۶) شاہ ولی اللہ صاحب ازالۃ الخفا میں فرماتے ہیں۔ تنبیہ سوم باید دانست کہ معاویہ ابن ابی سفیان رضی اللہ عنہ یکے از اصحاب آنحضرت بود صلی اللہ علیہ وسلم وصاحب فضیلت جلیلہ در زمرۂ صحابہ رضوان اللہ علیہم زنہار در حق او سوء ظن نکنی ودر ورطہ سب او نہ افتی تا مرتکب حرام نشوی۔ دیکھئے صاف صاف حضرت معاویہ کو صحابی فرما رہے ہیں۔

(۷) حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ فتاوی میں فرماتے ہیں۔ رہے معاویہ بن ابی سفیان تو وہ صحابی ہیں اور انکے بارے میں کچھ احادیث بھی آئی ہیں (دس سوالات میں سے پانچویں سوال کے جواب میں)

(۸) جناب مولنا عبدالحی صاحب فرنگی محلی شرح وقایہ کے حاشیہ عمدۃ الرعایہ کے مقدمہ میں فرماتے ہیں وکان صحابیا جلیلا شجاعا شهد له ابن عباس بانه فقیه کما فی صحیح البخاری ؛
حضرت معاویہ (پہلے سے انہی کا ذکر ہے) صحابی جلیل ہیں شجاع ہیں۔ حضرت عبداللہ ابن عباس نے گواہی دی کہ وہ فقیہ ہیں جیسا کہ بخاری میں موجود ہے۔

(۹) صاحب مشکوٰۃ المصابیح علامہ بغوی اپنے رسالہ اسماء الرجال میں صحابہ کے بیان میں اونکا تذکرہ فرمارہے ہیں۔

(۱۰) اسی طرح علامہ عسقلانی الاصابہ میں صحابہ کی فہرست میں شمار فرمارہے ہیں اور انکو امیرالمومنین بھی لکھتے ہیں (ج ۲ صـ۴۳۳)

(۱۱) علامہ ابن عبدالبر استیعاب فی اسماء الاصحاب میں حضرت معاویہ کا نام اصحاب کی فہرست میں لکھ رہے ہیں۔

(۱۲) علامہ ابن حجر ہیثمی اپنی کتاب تطہیر الجنان (جو حضرت معاویہ کے فضائل میں تحریر فرمائی ہے) میں فرماتے ہیں۔ فمنها شرف الاسلام وشرف الصحبة وشرف النسب الخ حضرت معاویہ کو اسلام کا شرف حاصل ہے اور صحابی ہونے کا اور شرف نسبی۔

(۱۳) پھر صواعق محرقہ میں فرماتے ہیں ولا یجوز الطعن فی معاویة لانه من کبار الصحابة حضرت معاویہ کی شان میں طعنہ زنی جائز نہیں۔ اس لئے کہ وہ بڑے صحابہ میں ہیں (صـ۱۳۳)

ایک حضرت عبداللہ ابن عباس ایک مجتہد مطلق حضرت امام مالک، اور محدثین میں سے علامہ سمعانی علامہ نووی علامہ قاضی عیاض علامہ سحنون اور ملا علی قاری صاحب مشکوٰۃ علامہ عسقلانی علامہ ابن حجر شاہ ولی اللہ صاحب شاہ عبدالعزیز صاحب مولنا عبدالحی صاحب فرنگی محلی حضرت معاویہ کو صاف صاف صحابی کہیں۔ صحابی بتائیں۔ پھر تمام محدثین وعلما وفقہا اونہیں صحابی سمجھیں۔ پھر کسی نے آج تک اونکے صحابی نہ ہونے کا ذکر تک نہ کیا پھر بھی جناب بابا صاحب فرمائیں کہ معاویہ

صحابی رسول نہیں۔ نہیں ہو سکتے تو ان کا یہ قول مسلمانوں کے نزدیک ردی کے ٹوکرے میں ڈال دینے کے لائق ہے پھر لطف یہ کہ، انکار صحابیت میں کوئی دلیل نہیں کسی عالم اہلسنت کا قول نہیں صرف مجتہد عصری اور ذہن کے تراشیدہ اشارات اور صرف اپنی زبان، اور اپنا قلم۔ سے دیکھے آپ کو ملے بھی تو آپ سے ایک نام محمد بن عقیل شیعی جسکی کتاب رفض آمیز کو اپنا عنوان مذہب بنایا اور رسالہ معاویہ کی صحابیت لکھ مارا۔

عنوان نمبر ۳ فضیلت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ

بفضلہ تعالی یہ تو ثابت ہوگیا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ صحابی ہیں اور بقول علامہ نروی صاحب شجابت اور بقول مولینا عبدالحی صاحب۔ صاحب جلالت صحابی ہیں۔

صحابیت ایک وہ فضیلت ہے کہ جس فضیلت کو غیر صحابی حاصل نہیں کر سکتا۔ خواہ ولایت کے تمام مراتب حاصل کر چکا ہو۔ اس لئے کہ صحابی نے ایمان کے ساتھ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا بچشم سر دیدار حاصل کیا بگوش سر حضور کا کلام سُنا شرف صحبت سے مشرف ہوا۔ یہ چیز نہ کسی غوث کو حاصل ہو سکتی ہے نہ کسی قطب کو نہ کسی مجتہد کو نہ کسی محدث کو۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ شرح شفا میں فرماتے ہیں والحاصل انہ لا احد من علماء ھذا لامۃ ومشائخ ھذہ الملۃ یبلغ مرتبۃ الصحابۃ ومنقبۃ الخدمۃ فان رویتہ صلی اللہ علیہ وسلم کانت اکسیرا تؤثر تاثیرا من راٰہ وامن بہ صغیرا وکبیرا۔

خلاصہ یہ کہ اس امت کے علماء ومشائخ مرتبۂ صحابیت ومنقبت خدمت کو نہیں پہونچ سکتے۔ اس لئے کہ حضور کا دیدار پرانوار ان کو حاصل ہے اور وہ ہی ایک قوی التاثیر اکسیر ہے (جس نے انھیں کندن بنادیا) (صفحہ ۹۶ ج ۲)

علامہ ابن حجر مکی تطہیر الجنان میں فرماتے ہیں فان ﷲ تعالیٰ امتن علیہم بمنۃ لم یشرکہم غیرہم فیہا وھی حلول نظرہ صلی اللہ علیہ وسلم واعداد لہم بما قطع غیرہم من اللحوق بہم ان یاھل کل لہم وعظیم استعداد ھم وسعۃ علومہم وحقیقۃ سرائرھم۔ اللہ تعالی نے ان پر وہ احسان فرمایا کہ جس میں اور کوئی شریک نہیں۔ وہ دیدار مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور اللہ تعالی

نے وہ کمال پایا ہے وہ، استعداد عظیم وہ وسعت علوم وہ استغراق درث اور فیض بخش جو دوسروں کو حاصل نہیں۔

حضرت شیخ محقق شاہ عبدالحق صاحب محدث دہلوی اشعۃ اللمعات میں فرماتے ہیں کہ شیخ ابو طالب کی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ "بیک نظرہ بر جمال مصطفےٰ افتد چیزے نماید وکارے بکشاید کہ دیگراں را در عبادات وخلوات نہ نماید ونکشاید و ہمچنیں یقین شہودی کہ ایشاں راست کسے را در اینجا شرکت نیست"۔ اوس یک نظرے جو جمال مصطفےٰ پر پڑی وہ چیز پیدا ہوئی وہ کام کیا کہ دوسروں کی عبادتوں اور خلوتوں نے نہ کیا اور ایمان یقینی ویقین شہودی جو اون کو حاصل ہوا اوس میں انکا کوئی دوسرا شریک نہیں (باب مناقب صحابہ)

صحابہ مطلقاً افضل امت ہیں۔ حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اولیٔک اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کانوا افضل ھذہ الامۃ ابرھا قلوبا واعمقھا علما واقلھا تکلفا اختارھم اللہ لصحبۃ نبیہ ولاقامۃ دینہ فاعرفوا لھم فضلھم۔ صحابۂ کرام افضل امت ہیں اونکے دل نیک ہیں اونکا علم عمیق ہے بے تکلف ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اون کو حضور کی صحابیت کے لئے دین اسلام کی اقامت کے لئے پسند فرمایا اون کی بزرگی پہچانو (مشکوٰۃ)

یہ مطلق صحابیت کی فضیلت ہے جس میں اول صحابی سے لیکر آخر صحابی تک ہر صحابی شریک حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بھی صحابی ہیں۔ لہٰذا وہ بھی اس میں شریک اور یقیناً شریک۔ اسی طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بصیغۂ عموم صحابہ کے لئے جو فضائل بیان کئے ہیں اون میں بھی حضرت معاویہ بحیثیت صحابی ہونے کے حصہ دار اور قطعاً حصہ دار۔

پھر بصیغۂ خصوص بھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل موجود۔ حضور کی زبان مبارک سے بھی صحابہ کے ارشادات سے بھی علماء کے اقوال سے بھی۔

محدث ترمذی رحمۃ اللہ علیہ روایت فرماتے ہیں کہ حضور نے حضرت معاویہ کو یہ دعا دی۔ اللھم اجعلہ ھادیا مھدیا واھد بہ۔ اے اللہ معاویہ کو ہادی ومہدی بنا اور دوسروں کو ان سے ہدایت عطا فرما۔

اسی حدیث کے بعد یہ حدیث بھی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمیر کو معزول فرما کے

حضرت معاویہ کو والی بنایا تو چند لوگوں نے حضرت عمیر سے کہا کہ آپ کو معزول کر کے حضرت معاویہ کو حاکم بنادیا تو حضرت عمیر نے فرمایا لا تذکروا معاویۃ الا بخیر فانی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول اللھم اھد بہ۔ حضرت معاویہ کا ذکر بھلائی کے سوا نہ کرو میں نے سُنا ہے کہ حضور نے اون کے لئے یہ دعا فرمائی ہے اللھم اھد بہ۔ رضی اللہ عنہم

بخاری شریف میں ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا گیا کہ کیا فرماتے ہیں آپ کہ حضرت معاویہ نے ایک رکعت وتر پڑھی تو آپ نے فرمایا اصاب انہ فقیہ ٹھیک کیا وہ فقیہ ہیں (ج ۱ صـ۵۳۱)

علامہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت معافی بن عمران سے پوچھا کہ عمر بن عبدالعزیز کا حضرت معاویہ کے مقابلہ میں کیا مرتبہ ہے تو آپ کو غصہ آگیا اور فرمایا کہ حضرت معاویہ حضور کے صحابی ہیں۔ حضور کی بی بی کے بھائی ہیں۔ حضور کے کاتب ہیں اور امین وحی الٰہی ہیں۔ عربی عبارت گذر چکی ہے۔

اس کے بعد ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ بعض علماء سے اس قسم کا سوال کیا گیا تو فوراً جواب دیا الغبار الذی دخل فی انف فرس معاویۃ مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیر من الف مثل عمر بن عبد العزیز۔ حضور کے ساتھ رہتے ہوئے معاویہ کے گھوڑے کی ناک کا غبار عمر ابن عبدالعزیز کی ناک سے بہتر ہے۔ یہ دونوں روایتیں حضرت علامہ ابن حجر نے بھی تطہیر الجنان میں نقل کی ہیں اور آخر والی روایت میں قول مذکور حضرت عبداللہ ابن مبارک کا بتایا ہے۔

ملا علی قاری کی شرح شفا میں فرماتے ہیں و معاویۃ وان اسلم عام الفتح لکن لہ سبق ظاھر علی من اسلم بعدہ سواء کان من الصحابۃ او التابعین۔ حضرت معاویہ اگرچہ عام فتح کو مسلمان ہوئے لیکن اون لوگوں پر جو اون کے بعد مسلمان ہوئے خواہ وہ صحابی ہوں یا تابعین سبقت و فضیلت رکھتے ہیں (صـ۹۶ ج ۱)

علامہ ابن حجر تطہیر الجنان میں فرماتے ہیں ولا یشک احد ان معاویۃ رضی اللہ عنہ من اکابرھم نسبا و قربا منہ صلی اللہ علیہ وسلم وعلما وحلما۔ اس میں کوئی شک نہ کرے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ از روئے نسب اور قرب حضور اور علم و حلم کے، اکابرین صحابہ سے ہیں (صـ۸)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خصوصی فضیلت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد عالی گزرا۔ اور یہ بھی ایک بھاری دلیل ہے۔ حضرت عبداللہ ابن عباس کی شہادت گزری حضرت عمیر رضی اللہ عنہ کا فرمان گزرا۔ حضرت معافی حضرت عبداللہ بن مبارک ملا علی قاری کی علامہ ابن حجر کے قوال گزرے کیا یہ ان کی خصوصی فضیلت کے لئے کم ہیں۔ بہت سے صحابہ تو وہ ہیں کہ جنکی فضیلت صحابیت کے سوا اور کوئی خصوصی فضیلت مذکور نہیں۔

وہ پھر حضور کا کاتب ہونا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا والی دمشق بنانا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا اسی امارت پر برقرار رکھنا۔ اور نہ صرف دمشق بلکہ پورے ملک شام کا امیر بنانا۔ حضور سے ایک سو ترسٹھ حدیثیں روایت کرنا کیا ان کے فضائل میں نہیں۔

علامہ سیوطی نے تاریخ الخلفا میں فرمایا وکان احد الکتاب لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور فرمایا ولما بعث ابوبکر الجیوش الی الشام سار معاویۃ مع اخیہ یزید ابن ابی سفیان فلما مات یزید استخلفہ علی دمشق فاقرہ عمر ثم اقرہ عثمان وجمع لہ الشام کلہ۔ اور فرمایا روی لہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم مائۃ حدیث وثلثۃ وستون حدیثا

عنوان نمبر ۲ بغاوت اور لعنت

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی زندگی

تین قسموں پر منقسم ہے۔ (۱) اسلام ہونے کے بعد سے فتنۂ قتل حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تک۔
(۲) اس فتنہ سے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے خلافت سپرد کرنے کے وقت تک۔
(۳) خلافت سپرد ہو جانے کے بعد سے آخر تک۔

پہلی زندگی

تو یہ ہے کہ وہ فتح مکہ کے دن مشرف بہ اسلام ہوئے اور حضور کے ساتھ جنگ حنین میں حاضر ہوئے وہ اگرچہ مؤلفۃ القلوب سے ہیں لیکن پھر ان کا اسلام بہتر ہو گیا، وہ حضور کے کاتب رہے۔ خواہ

مطلق کاتب یا کاتب وحی۔

علامہ سیوطی تاریخ الخلفاء میں لکھتے ہیں اسلم ھو وابوہ یوم فتح مکۃ وشھد حنینا وکان من المؤلفۃ قلوبھم ثم حسن اسلامہ وکان احد الکتاب لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

حضرت معافی ابن عمران شیخ بخاری نے فرمایا معاویۃ صاحبہ وصھرہ وکاتبہ وامینہ علی وحی اللہ عز وجل (شفائے قاضی عیاض)

حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کے زمانہ میں امیر شام رہے۔ جناب مولینا عبد الحی صاحب فرنگی محلی مقدمہ عمدۃ الرعایہ میں لکھتے ہیں معاویۃ ابن ابی سفیان الاموی کاتب وحی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسلم یوم الفتح وصحب النبی صلی اللہ علیہ وسلم وولی امارۃ الشام من عمر وعثمان رضی اللہ عنہما۔ بالکل ایسا ہی علامہ ابن حجر عسقلانی نے اپنی کتاب الاصابہ میں فرمایا۔

تاریخ الخلفاء میں ہے ولما بعث ابو بکر الجیوش الی الشام سار معاویۃ مع اخیہ یزید ابن ابی سفیان حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے جب ملک شام لشکر بھیجے تو حضرت معاویہ بھی اپنے بھائی یزید کے ساتھ گئے جب یزید کا انتقال ہو گیا تو حضرت صدیق نے حضرت معاویہ کو دمشق کا والی بنا دیا۔ فاقرہ عمر ثم اقرہ عثمان وجمع لہ الشام کلہ حضرت عمر اور حضرت عثمان نے اسی پر برقرار رکھا پھر حضرت عثمان نے کل ملک شام کا امیر بنا دیا۔

سنہ ۲۷ھ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں حضرت امیر معاویہ نے قبرص پر جنگ کی۔ تاریخ الخلفاء میں ہے وفی سنۃ سبع وعشرین غزا معاویۃ قبرص۔ چند سطروں کے بعد پھر اسی جنگ کا ذکر کرتے ہوئے کہا فی ایام عثمان فصالحہ اھلھا علی الجزیۃ۔ یعنی یہ جنگ زمانہ خلیفہ ثالث میں ہوئی۔

اس سنہ تک تمام دنگے اسلامی کارنامے رہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سنہ ۳۵ھ میں شہید ہوئے یعنی سنہ ۳۵ ہجری تک حضرت امیر معاویہ کی زندگی ایسی صاف ستھری آئینہ کی طرح شفاف ہے جس پہ کسی قسم کی بُرائی کا معمولی سا بھی دھبہ نہیں۔ کسی کو یہ جرات نہیں کہ انگلی اٹھا سکے۔ یہ ہمت نہیں کہ نظر بد سے دیکھ سکے

حضور کا ان کو کاتب بنانا۔ حضرت صدیق کا، حضرت عمر و حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کا امارت کا

عہدہ سپرد کرنا، اسلامی فتوحات کا انجام دینا، ان کے ہاتھوں پر فتوحاتِ اسلامیہ کا ہونا، تینوں حضرات کا ان سے برابر کام لیتے رہنا، در باوجودیکہ حضرت عمر کا حضرت عثمان کا اپنے اپنے زمانہ میں کسی امیر کو معزول کرنا، کسی کو، ان کی جگہ مقرر کرنا ثابت ہے مگر حضرت معاویہ کو ان دونوں کا معزول نہ کرنا اور برابر کام لیتے رہنا ان کی اس زندگی کے بہتر اور بے غبار ہونے کی روشن دلیل ہے۔

تیسری زندگی

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے ان پر خلافت سپرد کر دینے کے بعد کی زندگی بھی بڑی شان دار زندگی ہے۔ اب بجائے امیر اور خلیفہ کے ماتحت ہونے کے خلیفہ مستقل ہیں۔ شاہانِ اسلام میں پہلے بادشاہ ہیں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حکومت وسلطنت کے وہ مظہر ہیں جس کی پیشگوئی حدیث مقدس میں موجود ہے۔ حضور کے حالات کے سلسلے میں توریت کے یہ الفاظ بھی ہیں کہ مولدہ بمکۃ و مہاجرہ بطیبۃ وملکہ بالشام۔ حضور کی جائے ولادت مکہ مکرمہ ہے، ہجرت گاہ مدینہ مطہرہ ہے اور حضور کا ملک شام جو ہے، یہ جملہ ملک شام میں حضور کی حکومت کی خبر دے رہا ہے اور اس کے مصداق اول حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ہی ہیں کہ آپ ہی اس ملک کے والی وسلطان ہیں۔

جب حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے خلافت ان کے سپرد فرما دی تو ان کی خلافت صحیح و ثابت ہوگئی اور وہ امام حق ہوگئے

حضرت سرکار بغداد رضی اللہ عنہ "غنیۃ الطالبین" میں فرماتے ہیں واما خلافۃ معاویۃ بن ابی سفیان فثابتۃ صحیحۃ بعد موت علی وبعد خلع الحسن عن الخلافۃ وتسلیمہا الی معاویۃ۔ حضرت معاویہ کی خلافت بعد وصال حضرت مولا اور بعد سپردگی حضرت امام حسن ثابت وصحیح ہے۔

ملا علی قاری کی رحمۃ اللہ علیہ شرح فقہ اکبر میں فرماتے ہیں واول ملوک الاسلام معاویۃ وھو افضلہم لکنہ صار اماما حقا لما فوض الیہ حسن ابن علی الخلافۃ۔ شاہانِ اسلام میں پہلے بادشاہ حضرت امیر معاویہ ہیں، اور وہ افضل و بہترین لوک ہیں۔ لیکن وہ امام حق جب ہوئے جب حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے ان کو خلافت سپرد فرما دی۔

صاحب ہدایہ نے یہ مسئلہ یجوز التقلد من السلطان الجائر کما یجوز من العادل لان الصحابۃ

تقلدوا عن معاویۃ لکھکر حضرت معاویہ کو ملک جائز بتایا لیکن علامہ ابن ہمام نے فتح القدیر میں
ثم نما یتم اذا ثبت انہ ولی القضاء قبل تسلیم الحسن وامابعد تسلیمہ فلا فرماکر تصریح فرمادی کہ
حضرت معاویہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی سپردگی کے بعد جائز رہے یعنی وہ امام حق ہوگئے
علامہ ابن حجر عسقلانی نے الاصابہ میں فرمایا جمع الحسن رؤس اھل العراق فی ھذا القصر
قصر المدائن۔ حضرت امام حسن نے رئیسانِ اہلِ عراق کو قصر مدائن میں جمع فرماکر فرمایا تم نے مجھ سے
بیعت کی تھی کہ جس سے میں لڑوں اوس سے تم لڑو، اور جس سے میں صلح کردوں اوس سے تم صلح کرو
وانی قد بایعت معاویۃ فاسمعوا لہ واطیعوا میں نے حضرت معاویہ سے بیعت کرلی (اوکو خلیفہ تسلیم
کرلیا) لہٰذا تم سب بھی اونکے مطیع و فرماں بردار ہوجاؤ۔
علامہ ابن عبد البر نے الاستیعاب میں فرمایا قال الاوزاعی ادرکت خلافۃ معاویۃ
جماعۃ من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لم ینتزعوا یدا من طاعۃ ولا فارقوا جماعۃ امام
اوزاعی نے فرمایا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کو بہت سے اصحاب رسول نے پایا لیکن
کسی نے اونکی اطاعت سے دست کشی اور جماعت کی مخالفت نہ کی
اپنی خلافت میں ۴۳ھ میں رُخج وغیرہ بلاد سجستان اور ودان وغیرہ بلاد سوڈان اور ۴۵ھ
میں قیقان اور ۵۰ھ میں قوہستان کا فتح فرمانا، حکومت اسلامیہ کے اثر و اقتدار کا بلاد کفر میں اسلامی
جھنڈا لہرانا تاریخ الخلفاء میں مذکور ہے۔
حضرت امام حسن کا اون کو خلافت سپرد کر دینا۔ سرکار بغداد کا اونکی خلافت کو صحیح و ثابت فرمانا
ملا علی قاری کا، اون کا امام حق تسلیم کرنا صحابہ اور حضرت امام حسن کا، ون سے بیعت خلافت کرنا حضرت
امام حسن کا لوگوں کو اونکی اطاعت کا حکم دینا دوران خلافت میں اسلامی فتوحات کا ہونا اون کی
اس تیسری زندگی کی بھی خوبیت و دیانت کے لئے واضح دلیل اور روشن ثبوت ہے۔ مجال نہیں
کہ اون کی اس زندگی پر بھی کوئی زبان دراز کرسکے

دوسری زندگی

وہ ہے جس میں حضرت مولائے کائنات رضی اللہ عنہ سے اختلاف ہوا آپس میں جنگیں ہوئیں

اس زندگی کے متعلق اُمتِ مرحومہ کے دو نظریے ہیں۔

پہلا نظریہ

بعض لوگ تو یہ سمجھتے ہیں کہ حضرت امیر معاویہ کی حضرت مولائے کائنات سے مخالفت اور ان سے جنگ کرنا اس لئے ہے کہ وہ اپنے لئے طالب خلافت تھے کہ بجائے حضرت مولا مین خلیفہ ہو جاؤں مجھے خلیفہ تسلیم کر لیا جائے۔

جن لوگوں کا یہ نظریہ ہے وہ کہتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد ارباب حل و عقد نے یعنی صحابہ نے حضرت مولا کو خلیفہ تسلیم کرتے ہوئے ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی لہٰذا حضرت مولا خلیفہ حق و امام صدق ہو گئے۔ اور حضرت معاویہ نے مخالفت کی تو امام حق سے باغی ہو گئے اور باغی ہو کر متغلب علی الامارت ہوئے اور بغاوت علی الامام فسق شرعی ہے جو گناہ کبیرہ ہوا۔

جو لوگ اس نظریے کے قائل ہیں وہ بھی باوجود اسکے ان کو سب و شتم کرنے برا کہنے اور ان پر لعنت بھیجنے کو ناجائز اور حرام بتلاتے ہیں۔

علامہ تفتازانی شرح عقائد نسفی میں فرماتے ہیں۔ وبالجملۃ لم ینقل عن السلف المجتہدین والعلماء الصالحین جواز اللعن علی معاویۃ واحزابہ لان غایۃ امرھم البغی والخروج علی الامام وھو لا یوجب اللعن۔ خلاصہ یہ ہے کہ مجتہدین سلف علماء صالحین سے حضرت معاویہ اور ان کے ساتھیوں پر لعنت بھیجنے کا جواز منقول نہیں اس لئے کہ غایت الامر یہی تو ہو گا کہ انہوں نے امام پر خروج کیا اور یہ بغی و خروج سبب لعن نہیں۔

حضرت شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی تحفہ میں فرماتے ہیں۔ معاویہ ابن ابو سفیان شروع امامت حضرت امیر سے اسوقت تک کہ حضرت امام حسن نے ان کے سپرد کی باغیوں سے تھے کہ امام وقت کا مطیع نہ تھے اور جب حضرت امام نے اُن کے سپرد کر دی تو بادشاہوں سے ہوئے۔

اس قول سے ایک فائدہ یہ بھی ہوا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی پہلی زندگی یعنی امامت حضرت مولائے کائنات سے پہلے کی زندگی بغاوت وغیرہ سے پاک ہے اور بغاوت بھی ہے تو خلافت حضرت مولا کے بعد سے وہ بھی حضرت امام حسن کی سپردگی تک۔

پھر فرماتے ہیں۔ اب ہم اس بات پر آئے کہ جب اس کو باغی اور متغلب جانتے ہیں تو لعنت

کیوں نہیں کرتے۔ اس کا جواب اہل سنت کے نزدیک یہ ہے کہ جو مرتکب گناہ کبیرہ کا ہے اوس پر لعنت جائز نہیں اور باغی بھی مرتکب کبیرہ کا ہے پھر اس پر لعنت کیوں کر جائز ہو (ترجمہ تحفہ صفحہ ۲۴۹)

اور فتاویٰ عزیزیہ میں ہے ترجمہ اس صورت میں غایت ما فی الباب یہی ہے کہ معاویہ گناہ کبیرہ کے مرتکب اور باغی ہوں اور اس تقدیر پر اون کا فاسق ہونا لازم آتا ہے اور یہ مسئلہ قاعدہ ہے کہ فاسق لیس باھل اللعن یعنی فاسق لعنت کا مستحق نہیں ہوا کرتا۔ پس اگر معاویہ کے سب و شتم سے صرف اوسکے فعل کو برا کہنا اور برا جاننا ہی مراد ہے تو متقین پر یہ معنی بلا شبہ واضح ہیں اور اگر سب لعنت و شتم مراد ہے تو معاذ اللہ کہ کوئی اہلسنت ہرگز مرتکب ہو کیونکہ اون کے نزدیک فاسق اور مرتکب کبیرہ کے لئے یہی حکم ہے کہ وہ اوس کے لئے مغفرت طلب کریں اور جب یہ ہے تو لعنت کرنا بلا شبہ حرام ہوگا (ترجمہ صفحہ ۲۶۳)

بات صاف ہو گئی کہ بغاوت صرف گناہ کبیرہ اور فسق ہے اور باغی و فاسق پر لعنت کرنا حرام ہے۔ اہلسنت وجماعت کا مذہب یہی ہے۔

دوسرا نظریہ

یہ کہ یہ جنگیں امر خلافت کی وجہ سے نہ تھیں۔ یعنی یہ کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ طالب خلافت نہ تھے اور امام حق سے باغی نہ تھے بلکہ یہ جنگیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلین کی سپردگی کے مطالبہ پر یا حضرت مولائے کائنات کے اون قاتلین سے ترک قصاص پر ہوئیں۔

ملا علی قاری کی شرح فقہ اکبر میں فرماتے ہیں واما ما وقع من امتناع جماعۃ من الصحابۃ من نصرۃ علی والخروج معہ الی المحاربۃ ومن محاربۃ طائفۃ منھم کما فی حرب الجمل وصفین فلا یدل علی عدم صحۃ خلافتہ ولا علی تضلیل مخالفیہ ولا یشار الیہ لکن ذلک عن نزاع فی حقیتہ امامتہ بل کان عن خطاء فی اجتھادھم حیث انکروا علیہ ترک القود من قتلۃ عثمان۔

علامہ ابن ہمام اپنی کتاب عقائد اہل سنت مسایرہ میں علامہ کمال اوسکی شرح مسامرہ میں فرماتے ہیں وما جری بین معاویۃ وعلی رضی اللہ عنہما من الحروب بسبب طلب تسلیم قتلۃ عثمان لمعاویہ ومن معہ لما بینہما من بنوۃ العمومۃ کان مبنیا علی الاجتہاد ومن کل

منہا الامتناع عنہ من معاویۃ رضی اللہ عنہ فی الامارۃ

علامہ ابن حجر صواعق محرقہ میں فرماتے ہیں ومن اعتقاد اهل السنۃ والجماعۃ ان ماجریٰ بین معاویۃ وعلی رضی اللہ عنہما من الحروب فلم یکن لمنازعۃ معاویۃ لعلی فی الخلافۃ للاجماع علی حقیتہا لعلی کما مر فلم تہج الفتنۃ بسببہا وانما هاجت بسبب ان معاویۃ ومن معہ طلبوا من علی قتلۃ عثمان الیہم لکون معاویۃ ابن عمہ فامتنع علی ظنا منہ ان تسلیمہم الیہم علی الفور مع کثرۃ عشائرہم واختلاطہم بعسکر علی یؤدی الی اضطراب وتزلزل فی امر الخلافۃ۔

ان سب عبارتوں کا خلاصہ یہی ہے کہ حضرت معاویہ نے جو جنگ کی وہ اس لئے نہ تھی کہ انھوں نے حضرت مولا کو خلیفہ تسلیم نہیں کیا اور خود خلیفہ ہونا چاہتے تھے بلکہ یہ جنگ صرف بوجہ ہوئی کہ قاتلین عثمان حضرت مولا کے لشکر میں تھے اور حضرت معاویہ ان کو طلب کرتے تھے۔ حضرت مولا نے اس وقت نہ سپرد کیا۔ نہ ان سے خود بدلہ لیا۔

حضرت سرکار بغداد رضی اللہ عنہ نے بھی غنیۃ الطالبین میں یہی فرمایا ومن قاتلہ من معاویۃ وطلحۃ والزبیر طلبوا ثار عثمان خلیفۃ حق المقتول ظلما والذین قتلوہ کانوا فی عسکر علی فکل ذھب الی تاویل حسن

محققین علماء اہلسنت حضرت سرکار بغداد رضی اللہ عنہ علامہ ابن ہمام علامہ کمال علامہ ابن حجر علامہ قاری کی کا یہی نظریہ ہے۔ یہ ہی تحقیق ہے کہ یہ جنگیں امر خلافت میں نہ تھیں بلکہ طلب قاتلین عثمان کی وجہ سے ہوئیں۔ یہ نظریہ پہلے نظریہ سے زیادہ قوی اور محقق ہے، بجانب تحقیق وترجیح اور پھر حضرت سرکار بغداد رضی اللہ عنہ اسی نظریہ کے حامی ہیں۔

اس صورت میں حضرت معاویہ کی طرف نہ بغی وفسق کی نسبت ہو سکتی ہے۔ نہ ارتکاب گناہ کبیرہ کی۔ اس لئے کہ جن کا یہ نظریہ ہے، انھوں نے صاف صاف فرمادیا کہ یہ جنگ اجتہاد پر مبنی ہے۔ اس کا ذلیل پردار و مدار ہے۔ ملا علی قاری نے فرمایا بل کان عن خطاء فی اجتہادہم اور علامہ ابن ہمام نے فرمایا کان مبنیا علی الاجتہاد من کل منہما اور حضرت سرکار بغداد نے فرمایا فکل ذھب الی تاویل حسن اور علامہ تفتازانی نے شرح عقائد میں فرمایا وما وقع بینہم من المنازعات والمحاربات فلہ محامل وتاویلات اور علامہ قرمی نے تنبیہ الولاۃ میں

فرمایا فسکت عما جری بینہم من الحروب فانہ کان عن اجتہاد پھر ملا علی قاری نے دوسری جگہ فرمایا وان صدر من بعضہم ما فی صورۃ شرفا فانما کان من اجتہاد

علامہ نووی نے شرح مسلم میں فرمایا واما الحروب التی جرت فکانت لکل طائفۃ شبھۃ اعتقدت تصویب انفسہا بسببہا وکلہم عدول ومتاولون فی حروبہم وغیرہا ولم یخرج شئی من ذالک احد امنہم من العدالۃ لانہم مجتہدون۔ ان جنگوں میں ہر گروہ شبہ میں رہا۔ اپنے آپ کو حق و صاحب اجتہاد رہا وہ سب عدول اور جنگوں میں متاول ہیں ان کی وجہ سے وہ عدالت سے خارج نہ ہوئے اس لئے کہ وہ سب مجتہد تھے۔

جو آپس میں برِبنائے اجتہاد اختلاف ہو تو ان میں کسی فریق کو نہ گمراہ کہہ سکتے ہیں نہ گنہگار نہ فاسق۔ ملا علی قاری فرماتے ہیں والمخطی فی الاجتہاد لا یضلل ولا یفسق من ماعبہ الاعتقاد اور اس سے پہلے اسی مسئلہ میں فرمایا فلا علی تضلیل مخالفیہ فی ولایتہ علامہ نووی نے فرمایا ولم یخرج شئی من ذالک احد امنہم من العدالۃ پھر حدیث تمرق مارقۃ کی شرح میں فرمایا اور وضاحت سے فرمایا وفیہا التصریح بان الطائفتین مومنون لا یخرجون بالقتال من الایمان ولا یفسقون وھذا مذھبنا ومذھب موافقینا۔

جب یہ جنگ مبنی علی الاجتہاد ہوئی اور کوئی نہ گمراہ کہا جا سکتا ہے نہ فاسق تو پھر اب لعنت کرنے نہ کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ لعنت فسق و ارتکاب گناہ کی وجہ سے بھی جائز نہیں تو ان جنگوں کی وجہ سے بدرجہ اولیٰ جائز نہیں کہ یہاں تو فسق بھی نہیں۔

اس لئے عام قانون بنادیا گیا کہ حضرت ابوبکر حضرت عمر حضرت عثمان۔ حضرت علی۔ حضرت معاویہ حضرت عمرو بن عاص کو جو سب و شتم کرے اور گمراہ کہے تو اسے توبہ دلائی جائے (فرمان حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ) علامہ تفتازانی کا قول گذر ہی چکا لم ینقل عن السلف المجتہدین والعلماء الصالحین جواز اللعن علی معاویۃ واحزابہ۔ علامہ ابن حجر نے صواعق میں فرمایا ولا یجوز الطعن فی معاویۃ لانہ من کبار الصحابۃ

شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ازالۃ الخفا میں فرماتے ہیں اور بطور فیصلہ فرماتے ہیں باید دانست کہ معاویہ ابن ابی سفیان رضی اللہ عنہ یکے از اصحاب آنحضرت صلی اللہ علیہ

وصاحب فضیلت جلیلہ در زمرۂ صحابہ رضوان اللہ علیہم زنہار در حق او سوء ظن دکنی و در وطعن
او زبان نکشی تا مرتکب حرام نشوی۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حضور کے صحابی اور صاحب فضیلت جلیلہ ہیں
اور انکے حق میں کوئی بدگمانی نہ کرنا اور سا دن پر سب وطعن میں گرفتار ہو کر ایک فعل حرام کے مرتکب نہ ہو۔
غرضکہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی دوسری زندگی کا کوئی سا بھی نظریہ لیا جائے وہ کسی نظریہ کے
ماتحت مستحق لعن وطعن نہیں جیسا کہ بابا جی نے سمجھ رکھا ہے، ورنہ بات لعن وطعن نہیں بلکہ بدتمیزی
وبد تہذیبی کی زبان دراز کر رکھی ہے۔ کلمات ناشائستہ مغلظات نا ملائم استعمال کئے ہیں تبرے اور
گالی گلوچ میں رافضیوں کے بھی گرد بن گئے ہیں، کیا بابا صاحب کے لئے یہ حضرت اہل سنت جیسے
اقوال بیاد کر بلکہ فتوے بلکہ فیصلے نقل کئے گئے۔ اقتدا و اتباع کے قابل نہیں۔ ان سے بڑھکر بابا کس
امام اہلسنت کو اپنا مقتدا بنائینگے۔ کس کی بات پر عمل کرینگے۔ افسوس کہ بابا صاحب نے اپنے تخیلات وتوہم
کے لئے اساطین وعلماء اہلسنت کا دامن چھوڑ کر رافضیوں کے سایہ میں پناہ لی۔ محمد ابن عقیل جیسے ملاں
کو خواجہ صاحب جیسے آزاد کو اپنا پیشرو اور امام بنایا۔ رافضیوں کی کتابوں اور انکے اقوال پر ایمان
لائے۔ بے سند غیر معتبر غیر مشہور روایتوں کو سند بنایا۔

دیکھئے اور کیا فرمایا علماء حق نے۔ علامہ شامی نے فرمایا ونسکت عما جری بینہم من الحروب۔
حضرت سرکار بغداد نے فرمایا واتفق اھل السنۃ علی وجوب الکف عما شجر بینہم والامساک عن
مساویہم۔ علامہ قاضی عیاض نے شفا میں فرمایا وحسن الثناء علیہم والاستغفار لہم والامساک
عما شجر بینہم علامہ ابن حجر نے صواعق میں فرمایا ومما یوجب ایضا الامساک عما شجر بینہم من الاختلاف
حضرت مولا اور حضرت معاویہ کے درمیان جو جنگیں ہوئیں جو اختلافات ہوئے ان میں خاموش رہنا چاہئے
سکا مطلب یہ کہ ہمیں کسی کی برائی نہ کرنی چاہئے نہ کوئی فیصلہ چکانا چاہئے۔ حضرت امام اعظم نے ایسی لئے
فرمایا ولا نذکرہم الا بخیر ہمیں صحابہ رسول کا ذکر ہمیشہ بھلائی سے کرنا چاہئے۔ حضرت امام
شافعی نے فرمایا فلا نلوث السنتنا بھا۔ ہم کسی کی برائی سے اپنی زبانوں کو آلودہ نہیں کرتے۔
وہ ان حضرات نے کیوں اسقدر یہ احتیاط برتی اس لئے کہ یہ معاملہ ہے صحابہ رسول کا اور حضور نے
بتاکید شدید فرمایا ہے۔ اللہ اللہ فی اصحابی میرے اصحاب کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہنا۔
لا تتخذوھم غرضا اپنی باتوں کا ان کو نشانہ نہ بنانا اذا ذکر اصحابی فامسکوا میرے صحاب کا

ذکر کرو تو زبان روک لینا۔ علامہ علی قاری شرح شفا میں فرماتے ہیں کہ ایک دوسری حدیث میں ہے: ایاکم وما
شجر بین اصحابی۔ میرے صحابہ کے درمیان جو اختلافات ہوں ان سے تم بچنا اعتقاد رکھنا یعنی تم کسی کو
برا نہ کہنا۔

فرمائیں جناب بابا صاحب ان علماء اہلسنت کے فتاوی اور ائمہ مجتہدین کے فیصلے اور سرکار دو عالم
صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق آپ نے سکوت کیا اپنی بری زبان بند رکھی۔ کیا آپ نے زبان طعن وتشنیع
دراز کر کے اور حضرت معاویہ پر ظلم و ستم بدکرداری بداعمالی شقی و بدبخت، منافق فاسق داخل جہنم
ہونے کے فتوے لگا کر فیصلے کر کے آپ نے علمائے اہل سنت بلکہ ائمہ مجتہدین بلکہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ
وسلم کے حکم و حدیث کے خلاف قدم نہ اٹھایا۔ آپ کو جانبداری کے فیصلہ کرنے کا کیا حق تھا جبکہ آپ
نہ مولوی نہ عالم نہ فقیہ نہ مجتہد نہ ولی نہ غوث نہ قطب بلکہ ان حضرات کے نہ شاگردوں نہ شاگردوں کے
شاگردوں نہ مریدوں نہ مریدوں کے مریدوں کے برابر۔ اور فیصلہ کرنے بیٹھے ہیں ملت اسلامیہ کا۔ آپ کا
فرض صرف یہ تھا کہ اہل سنت وجماعت کے ذمہ دار علمائے جو فرمایا اس پر عمل کرتے۔ سکوت وخاموشی سے
کام لیتے نہ کہ گالی گلوچ کرتے۔ لعنت کے تیر چلانے چلا کر دوسری زندگی کے پہلے تجربے والے بھی سب وطعن
کو جائز نہیں جانتے جب آپ ذمہ دار حضرات کا بھی کہنا نہیں مانتے تو آپ پھر مسلمان کیسے رہے ہیں

اصولی جواب

میں نے شروع میں بتایا ہے کہ بابا صاحب کی تحریروں کا مقصود صرف یہ ہے کہ حضرت معاویہ صحابی
نہیں۔ اور وہ معاذ اللہ ظالم فاسق باغی ہیں۔ لہذا ان پر لعنت کرنا جائز ہے۔ بحمد اللہ کہ حضرت معاویہ
کا صحابی ہونا بھی ثابت ہو گیا اور محققین کے نزدیک ان کا باغی و فاسق نہ ہونا بھی ثابت ہو گیا اور یہ بھی
ثابت ہو گیا کہ وہ کسی نظریہ کے ماتحت مستحق لعن وطعن نہیں۔ مقدمہ کا یہ عنوان ان کی تمام تحریروں کے
ان مقاصد کا اصولی جواب ہو گیا۔ اصحاب علم وارباب نظر تو اسی پر کفایت کر سکتے ہیں لیکن بابا صاحب
اپنے پیروں کو یہ دھوکا دے سکتے ہیں کہ میری تمام کتابیں جو تقریباً دو سو صفحے کی ہوتی ہیں ان سب کا
جواب یہ چند گنتی کے صفحے کیسے ہو سکتے ہیں۔ فلاں بات کا جواب نہیں، فلاں اعتراض کا جواب نہیں اس لئے
میں ان کی ایک ایک بات اور ایک ایک جزئیہ کا جواب دوں گا۔ انشاء اللہ تعالی۔

بغاوت :- حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی زندگی میں جو نظریہ بغاوت کا حضرت علی سے

جنگ کرنے کی وجہ سے بربنائے خواہش خلافت پیدا ہوتا ہے اگرچہ وہ نظریہ تحقیق کے اعتبار سے ضعیف وکمزور ہے پھر بھی ان کو ہمیشہ باغی کے لفظ سے یاد کرنا مناسب نہیں۔

اس لئے کہ یہ بغاوت اس وقت ختم ہوگئی جب حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے انہیں خلافت سپرد فرمادی۔ خلافت سپرد ہوجانے کے بعد وہ امام حق ہوگئے جیسا کہ ملا علی قاری نے فرمایا خلافت صحیح ہوگئی جیسا کہ حضرت سرکار بغداد نے فرمایا۔ اسی واسطے صاحب فتح القدیر نے فرمایا کہ حضرت امام حسن کی سپردگی کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ جائر نہیں رہے وہ فرماتے ہیں ثم انما یتم اذا ثبت انہ علی القضاء قبل تسلیم الحسن لہ واما بعد تسلیمہا فلا۔ ملا علی قاری فرماتے ہیں ثم کان معاویۃ مخطئا الا انہ فعل ما فعل عن تاویل فلم یصر بہ فاسقا واختلف اہل السنۃ والجماعۃ فی تسمیتہ باغیا فمنہم من امتنع من ذلک۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے خطا ضرور ہوئی لیکن ان کا فعل تاویل پر مبنی تھا لہذا وہ فاسق نہ ہوئے اور اہل سنت کا اس میں اختلاف ہے کہ ان کو باغی کہا جائے یا نہیں تو ایک گروہ نے اس سے احتیاط فرمائی یعنی باغی کہنا مناسب نہ جانا۔

سب وشتم حضرت مولا وغیرہ دیگر امور

رہا حضرت معاویہ کا حضرت مولیٰ کو سب وشتم کرانا یا دیگر وہ الزامات جو بابا جی نے حضرت معاویہ کے سر تھوپنے کی کوشش کی ان میں سے کوئی چیز ارباب تحقیق کے نزدیک مستند و معتبر طریقہ سے ثابت نہیں نہ ان میں کوئی ایسی چیز ہے جو لعن خصوصی کا سبب ہو۔ تفصیل آگے آتی ہے۔

عنوان نمبر ۵ جناب بابا صاحب کے ائمہ

جناب بابا صاحب نے اپنے مزعومات کے ثابت کرنے کے لئے یوں تو بہت سے علماء اور ان کی کتابوں کے نام محض بہلانے سادہ مسلمانوں کو مرعوب کرنے کے لئے تحریر کردیئے ہیں لیکن خصوصیت کے ساتھ دو شخص آپ کے خاص امام ہیں اور آپ انکے مخلص مقتدی و مقلد ہیں۔

(۱) خواجہ حسن نظامی صاحب

(۲) محمد ابن عقیل صاحب نصائح کافیہ۔

بابا صاحب مولیٰ اور معاویہ کے صفحہ ۸۸ پر لکھتے ہیں۔ چنانچہ میں نے کتاب کے حصہ دوم کا جو یہ
دیباچہ لکھا ہے وہ حضرت خواجہ حسن نظامی کی کتاب یزید نامہ کی عبارتوں کو ہی قرار دیا ہے۔

پھر لکھا: مجھ پر ہی نہیں میرے پیشرو بہت سے حضرات ہیں جن میں سے اس موضوع پر صرف دو
حضرات کا ذکر کئے دیتا ہوں۔ ان میں سے پہلے بزرگ حضرت مولینا سید محمد بن عقیل سنگاپوری ہیں
جو اکابر اہل سنت ہیں جنہوں نے نہایت شرح و بسط کے ساتھ معاویہ کی بدکرداریوں پر روشنی ڈالی
ہے۔ آپ کی کتاب عربی میں ہے وہ اس کا نام ہے کتاب النصائح الکافیہ لمن یتولیٰ معاویہ اور یہی
کتاب خصوصیت کے ساتھ میرے اس تالیف کی بنیاد ہے۔

پھر فرماتے ہیں یہ تمام حضرات میرے پیشرو ہیں اور میں انکا مخلص معتقد و مقلد ہوں۔
لہذا اب آپ ذرا ان دونوں بزرگوں کے حالات و مقالات سے واقف ہو جائیں تاکہ آپ کو
معلوم ہو جائے کہ بابا صاحب کے امام کیسے ہیں، پھر بابا صاحب انکے معتقد کیسے ہوں گے۔

خواجہ صاحب۔ اس میں شک نہیں کہ خواجہ صاحب کا لقب مصور فطرت ہے۔ زمانہ
کے اہل قلم سے ہیں۔ صاحب تصنیف ہیں۔ ادیب زبان اردو ہیں اور پیر ہیں آپ کے مریدین کچھ
انگریز بھی ہیں اور کچھ ہندو اور سکھ بھی ہیں مگر ہمیں اس سے غرض نہیں۔ دیکھنا یہ ہے کہ ان سب
باتوں کے بعد وہ ہیں کیا۔ اور کیا وزن ہے۔

خواجہ صاحب نے پیر کو سجدۂ تعظیمی کرنا جائز و حلال بتایا اور اس سلسلہ میں ایک رسالہ بنام
مرشد کو سجدہ تعظیم شائع کیا۔ حالانکہ امت اسلامیہ کا اجماع ہے کہ شریعت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ
والتحیہ میں کسی کو سجدۂ تعظیمی کرنا حرام ہے۔ چنانچہ اسی وقت خواجہ صاحب کا رد کیا گیا اور متعدد
رسالے تحریر میں آئے۔

یہ تو یہ، اور ملاحظہ فرمائیے۔ خواجہ صاحب نے ایک کتاب لکھی ہے "کرشن بیتی" اس میں جو کچھ
لکھا ہے قدرے از اں نقل کرتا ہوں "کرشن بھی ہندوستان کے ایک ہادی تھے ان کو بھی خدا تعالیٰ
نے ایک بڑی اور اعلیٰ قوم کی رہبری پر مامور کیا تھا۔" (صفحہ ۳۴) اس عبارت میں کرشن کو نبی مانا۔
"سری کرشن کا یہ معجزہ دیکھکر تمام حاضرین انکے قدموں پر گر پڑے۔" (صفحہ ۱۲۴) اس عبارت میں
بھی کرشن کو نبی مانا اور اس کے لئے معجزہ کا لفظ استعمال کیا حالانکہ معجزہ کے لفظ کا اطلاق صرف نبی

ہنسی کے لئے ہو سکتا ہے۔

"مگر اس میں حیرت کی کیا بات ہے روح تو ہر حال، ونکی مقام اعلیٰ پر گئی جسم بھی اگر خدا نے اوٹھا لیا ہو تو کیا تعجب ہے۔ کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام مع جسم کے آسمان پر تشریف نہیں لے گئے تھے۔" صفحہ ۱۷۱

اس عبارت میں کرشن کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے مشابہت دی۔ ور مقام اعلیٰ میں مقیم بتایا۔

"آج زمین کے چہرے پر وہ آنکھ نمودار ہوتی ہے جسکی دید خاک وافلاک تک کو محیط ہے"

پھر لکھا "ماتا تنو استفہاں کو آگے بڑھو کرشن جی پیدا ہونے ہیں نور کی چادر تانو اس سرِ الٰہی کو اغیار کی آنکھ سے بچاؤ چھپاؤ جلدی چھپاؤ۔ ابلیس کی نظر نہ لگ جائے۔" (صفحہ ۳۲) کرشن کا میلاد پڑھا جا رہا ہے

"سلام تجھ پر اے غریب گوالن کی گود ٹھنڈی کرنے والے تجھ پر سلام اے گناہوں کے نام کو چار چاند لگانے والے۔" آخر میں لکھا "تجھ پر ہزاروں سلام" (صفحہ ۳۶) کرشن پر سلام بھیجا جا رہا ہے۔

بابا صاحب نے تو کتنا بیکار سا ہے۔ مسلمانو! تم بتاؤ کہ جو کرشن کو نبی مانے۔ حضرت عیسیٰ سے مشابہت دے۔ وسکا میلاد پڑھے اور اوس پر سلام بھیجے کیا وہ اس قابل ہے کہ مسلمانوں کا ہادی رہبر اور پیر بن سکے چہ جائیکہ امام اور جسکی تقلید کریں بابا صاحب۔

اور سنئے "میرا دل چاہتا ہے کہ جب میں مروں تو میرا سر کسی سکھ دوست کے زانو پر ہو"

(رسالہ درویش ج ۵ نمبر ۶ مورخہ ۱۵ ستمبر ۱۹۲۵ء خواجہ صاحب کا خطبہ) واللہ کیا تمنا اور آرزو ہے ہم بھی آمین کہتے ہیں۔

ایضاً "سکھوں اور مسلمانوں کے عقائد میں کوئی تفریق نہیں ہے۔ وہ دونوں ایک ہی ہیں۔"

اب تو خواجہ حسن نظامی نہ رہے بلکہ خواجہ سنگھ نامکی ہو گئے۔

اور ملاحظہ فرمایئے۔ آپ نے اپنا سفرنامہ لکھا ہے جس میں صخرہ بیت المقدس کے پاس حرم قدس میں جو گفتگو خدا سے کی ہے نقل کی ہے اوسکے چند جملے پیش کرتا ہوں۔ "تو آج اپنی قدرت کے کمال کا امتحان دے دیکھوں تجھ میں کتنی قدرت ہے معلوم کروں تو کس چیز پر قدیر ہے۔ عبدیت کی چادر سے پاؤں نکالتا ہوں اسرار وحدت کے حجرہ میں داخل ہوتا ہوں۔ میرا حکم ہے کہ تارے مجھے اٹھا کر دبے جائیں۔" الخ پھر لکھا موسیٰ کو کوہ طور کے ایک درخت پر جلوہ دکھا کر بلایا میں اس صخرہ کے ستون میں اپنی تجلی دکھا کر تجھے بلاتا ہوں۔ آ۔ اور جوتیاں اتار کر آ۔ اس مقدس زمین کا ادب کر" پھر لکھا

اب ذرا عبدیت کی سیر بھی کرا ور چالیس دن کے لئے تخت ربوبیت سے دست بردار ہو کر بندوں کی صف میں آن بیٹھو پھر لکھا۔ تخت خالی مت چھوڑ چلے پھر کے تئے میں یہ پردہ اوٹھا سکتا ہوں ہاں ہاں مجھ میں اور بندے کے تخل کی ہمت ہے تو دیکھے گا کہ میری چالیس روزہ خدائی ہیں آن بان کی ہوتی ہے طرح پوشی الوہیت کے بعد پیراسب سے پہلا یہ کام ہوگا کہ تیرے دل کو محبت کے نشتر سے زخمی کیا جائے" پھر لکھا۔ جب میری خدائی کے دن پورے ہوں گے تو میں چالیسویں دن عرب کے ایک بشر محمد بن عبداللہ کے گھر میں اتروں گا اور تخت خدائی تیرے حوالے کر دونگا۔"

مسلمانو! جس کی یہ زبان ہو جسکے یہ کلمات ہوں وہ مسلمانوں کا عالم اور رہبر اور پیر بننے کے قابل ہو سکتا ہے۔ ذرا غور و فکر سے کام لو۔

جناب بابا صاحب یہ ہیں آپ کے معتبر نظرت مذہبی پیشوا جن کے آپ مخلص معتقد ہیں۔ فرمایئے آپ ان کے ایک ایک جملے سے متفق ہیں یا صرف یزید نامہ ہی سے اتفاق ہے اور حضرت امیر معاویہ کی شان میں گستاخی کرنے کے لئے امام بنایا ہے۔ آپ فرماتے ہیں جنہیں آج تک کسی عالم نے نہیں کہا نہ انکی اس تحقیق کو ناجائز شریعت کے خلاف قرار دیا۔ بابا صاحب آپ سے ۱۲-۱۳ برس پہلے خبر لی گئی ہے اور ایک عالم جید جناب مولینا محمد طیب صاحب دانا پوری نے رسالہ تجانب اہل السنۃ لکھکر پوری قلعی کھول دی ہے۔ اون سے خواجہ حسن نظامی کے خیالات کے متعلق سوال کیا گیا تو انھوں نے بالتفصیل انکے کلمات نقل کئے اور پھر بعد میں لکھا۔ بہرحال اس تفصیل سے ہر سنی مسلمان پر روشن و ظاہر کہ حسن نظامی اپنے کفریات قطعیہ یقینیہ کثیرہ کے سبب بحکم شریعت مطہرہ ایسا مرتد کافر ہے کہ جو اسکے کسی قطعی یقینی کفر پر مطلع ہونے کے بعد بھی اوس کو مسلمان سمجھے یا اوس کے کافر و مرتد ہونے میں شک رکھے یا اوس کو کافر کہنے میں توقف کرے وہ بھی بحکم شریعت اسلامیہ زندیق بے دین فاسق ہے۔ (صفحہ ۱۹۰)

اور یہ تو حضرت مولینا نے اپنا فریضہ ادا فرمایا۔ سوال کا جواب دیا۔ میں تو یہ کہتا ہوں کہ ذرا سی سمجھ رکھنے والا انسان بھی ان کلمات ملعونہ کو سنکر فوراً کافر ہی کہے گا اور لاحول ولا قوۃ الا باللہ پڑھتا ہوا اپنا راستہ لے گا۔ کس مسلمان کے کان میں یہ طاقت ہے کہ ایسی بکواس سنے اور نفرت و ملامت کی نگاہ سے نہ دیکھے۔

بابا صاحب آپ فرماتے ہیں کہ وہ اہلسنت کے مذہبی پیشوا ہیں۔ آپ نے اون کی پیشوائی بھی دیکھ لی اور فتوی بھی سُن لیا بتایئے جو اپنے کلمات کی وجہ سے کفر تک پہونچ گیا وہ مسلمان کب ہے چہ جائیکہ وہ سُنی ہو۔ سُنی تو مسلمان، درحقیقت مسلمان کو کہتے ہیں۔

بابا صاحب اب بتایئے کہ آپ کے یزید نامہ کی کیا وقعت رہی۔ اوس میں بھی زبان کی ایسی ہی آزادی استعمال کی گئی ہے جیسی کہ آپ نے سُنی۔ بابا صاحب ذرا سوچ سمجھ کے اس میدان میں قدم رکھا ہوتا۔ معتبر علمائے اہلسنت کے ارشادات کو مشعل راہ بنایا ہوتا۔ اس وقت آپ کو کوئی نہ ملا تو خواجہ جی کو دلی سے پکڑ لائے اور بڑے بڑے القاب سے یاد کر کے عوام پر اثر انداز ہونے لگے جہاں جہاں آپ نے یزید نامہ کے حوالے دیئے ہیں اون کا اجمالی جواب یہی ہے کہ اُس کا مصنف نہ عالم دین ہے نہ اہلسنت سے ہے بلکہ یا تو کرشنی ہے یا سکھ یا مدعی الوہیت۔ آنکہ گم شدہ کرا رہبری کند کے مصداق وہ اپنا راستہ خود بھولے ہوئے ہیں دوسروں کو کیا ہدایت کریں گے کیا صحیح بات کہیں گے۔

محمد ابن عقیل مصنف النصائح الکافیہ۔ یہ بھی ہمارے بیچارے بابا صاحب کے امام ہیں جن کے آپ مخلص معتقد ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ وہ اکابر علمائے اہلسنت سے ہیں۔ سبحان اللہ۔ ایک تو اہلسنت پھر علماء پھر اکابر کیوں نہ ہو جبکہ بابا صاحب نے اپنی ذہنیت کا پایا سب سے اونچا دکھا لیا۔ لیکن اُن کی کتاب نصائح کافیہ کا رد نقد نصائح کافیہ دیکھنے سے ہر شخص یہ فیصلہ کریگا کہ یہ شیعوں میں کا پکا منافق (تقیہ باز) ابن سبا کی اسکیم اور پالیسی کا آدمی ہے اپنے آپ کو سنی ظاہر کر کے سنیوں کو شیعہ بنانے کی کوشش کی ہے اوسکی کتاب سے کسی پر اب تک تو اثر پڑا نہیں مگر بابا صاحب متاثر ہو گئے اور اوس کو اپنا امام بنا بیٹھے۔

اللہ تعالی فرماتا ہے ولتعرفنہم فی لحن القول۔ تمہارے گفتگو میں پتہ لگ جاتا ہے کہ کون کس خیال کا ہے۔ نصائح کافیہ کا ایک ایک جملہ بتا رہا ہے کہ میں شیعہ کی زبان سے نکل رہا ہوں نہ اہلسنت کی زبان سے۔ نہ اون کی سی تہذیب نہ اکابرین علمائے اہلسنت کے اقوال بلکہ اہلسنت پہ اعتراضات کی بوچھار۔ دنکے عقیدے سے انحراف، دیکے شیعہ ہونے پر روشن دلیل۔ بابا صاحب بڑے زور سے فرماتے ہیں کہ وہ پکا سُنی ہے۔ آپ کے کہنے اور بنانے سے کوئی سنی نہ ہوگا اون

آپ کا یہ کہہ دینا کہ فلاں سنی ہے سنیت کے لئے معیار ہو سکتا ہے۔ آپ کی سنیت تو خود معرض خطر میں ہے اور پھر آپ ہندوستان کے سنیوں کے کوئی امام ہیں کہ جس پر آپ سنیت کی مُہر لگا دیں وہ سُنی ہو جائے آپ شیعہ کو امام بنا چکے کہ شیعہ ابن بابویہ قمی کو آپ شیعہ تسلیم کر رہے ہیں اور پھر اونکے قول کو سند میں لا رہے ہیں یہ ہی ہے آپ کی سنیت ہے اور پھر دوسروں کو آپ سُنی ہونے کی سند دے رہے ہیں۔

گر ہمیں مکتب و ہمیں بابا　　　کار سنی تمام خواہد شد

علاوہ بریں آپ اپنے چودہ رقعہ (اہل حق کی شاندار فتح) میں لکھتے ہیں کہ محمد ابن عقیل مذہباً شافعی ہیں اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک یہ ہے کہ تلک دماء طہر اللہ ایدینا عنها فلا نلوث بها السنتنا (شرح فقہ اکبر) علامہ سعد الدین تفتازانی شافعی المذہب ہیں وہ فرماتے ہیں کہ سلف و خلف سے کہیں منقول نہیں کہ حضرت معاویہ اور اونکے ساتھی صحابہ پر لعنت کی جائے (شرح عقائد) اور یہ مذہباً شافعی نہ اپنے امام کی پیروی کرے نہ عالم شافعی کا اتباع۔ کیا شافعی ہے کہ اپنے امام کے خلاف لعنتوں، گالیوں، برائیوں کا طومار باندھے۔ غلط ہے کہ وہ شافعی ہے۔ شیعہ ہے اور منافق شیعہ ہے۔

بابا صاحب سُنی صرف وہ نہیں ہے جو میلاد شریف پر عامل ہو گیارھویں فاتحہ نذر و نیاز دلانے ہی وغیرہ کو جائز جانتا ہو، بلکہ اس کے ساتھ ساتھ تمام عقائد اہلسنت کو تسلیم کرتا ہو اور خارجی رافضی معتزلہ قادیانی چکڑالوی، اسلامی جماعت تبلیغی جماعت وہابی ہر دو قسم سب کے اون مخصوص عقائد سے جو اہلسنت کے خلاف ہیں اور اونکے کلمات خلاف اسلام و ایمان سے دور اور متنفر ہو۔ کسی صحابی کی شان میں گستاخی اور بے ادبی نہ کرتا ہو۔

خلاصہ یہ کہ آپ کے امام کی کتاب نصائح کافیہ کا یہ اصولی اور اجمالی جواب ہے اور اس طرح سے آپ کی کتاب، صحاب رسول اللہ کا اصولی جواب ہو گیا۔ یعنی نصائح کافیہ جس پر آپ نے کتاب اصحاب رسول اللہ کی بنیاد رکھی ہے وہ تقیہ باز شیعہ کی کتاب ہے۔ اس میں جو کچھ مسئلہ دائرہ کے متعلق لکھا ہے وہ مذہب اہلسنت کے خلاف ہے لہذا قابل التفات و اعتماد نہیں۔

بابا صاحب یہاں صرف ایک مطالبہ ہے کہ محمد بن عقیل کے زمانہ کے جو لوگ علمائے اہلسنت تھے اولیا میں سے کسی معروف و معتمد عالم کا یہ قول پیش کر دیں کہ محمد بن عقیل عالم اہلسنت ہیں اور اون کی کتاب عقائد اہلسنت کی کتاب ہے کیا اس مطالبہ کو آپ پورا کر سکتے ہیں

عنوان نمبر ۷ تواریخ کا حال

جناب بابا صاحب نے اپنے مخصوص نجات کی ہم نوائی کتب تفسیر و فقہ و کلام میں نہ پائی تو
تواریخ کے سے دوڑے۔ یہ تاریخ وہ تاریخ ایک اودھم مچادی۔

احادیث اخبار و روایات کے لئے سب سے پہلی ضرورت سند کی ہے یعنی جہاں گے وہ بات چلی وہاں سے
اپنے پہنچنے کے تمام سلسلہ راویوں کے ساتھ ساتھ پہنچے۔ وہ خواہ دو ہوں تین ہوں یا زائد۔ حضرت عبداللہ
ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں الاسناد من الدین ولولا الاسناد لقال من شاء ما شاء۔ سند دین
میں داخل ہے اگر سند نہ ہوگی تو جس کے دل میں جو آئیگا اُتار دیگا۔ (مقدمہ مسلم شریف)

اب اس اصل پر تاریخ کو رکھئے تو موجودہ تاریخوں میں یہ بات نہیں کہیں تو یہ ملے گا کہ یہ بات
فلاں شخص نے کہی مگر کہاں سے وہ بات لایا نہ اس کا پتہ نہ درمیان کے راویوں کا پتہ۔ کہیں یہ ملے گا کہ نقل
کیا گیا ہے۔ روایت کیا گیا ہے۔ بعضوں نے یہ کہا اس طرز میں وہ نام بھی غائب پھر ایسی روایت کا کیا
اعتبار کیا جائے کیا اس پر بھروسہ کیا جائے۔

حضرت ملا علی قاری کی شارح مشکوٰۃ علامہ قاضی عیاض کے قول والاضطراب من اخبار مورخین
کے تحت میں فرماتے ہیں اے عن اقوال اصحاب التواریخ فان غالبہم غیر صحیح بل کذب صریح
یعنی اصحاب تاریخ کے اقوال سے اعراض کرنا چاہئے اس لئے کہ اکثر باتیں صحیح نقل نہیں کی گئیں بلکہ کھلا
جھوٹ ہوتا ہے اور علامہ ابن حجر صواعق میں فرماتے ہیں وما یوجب ایضا الامساک عما شجر بینہم
من الاختلاف والاضطراب صفحا عن اخبار المورخین سیما جہلۃ الروافض وضلال الشیعۃ
والمبتدعین القادحین فی احد منہم (صفحہ ۱۲۹) دیکھئے صاف صاف منع فرمایا کہ تاریخ والوں کی روایتوں سے
ہرگز اثر نہ لینا خصوصاً رافضی اور شیعہ وغیرہ اور علامہ ابن خلدون نے لکھا بجز اسکے کچھ نہیں کہا جاسکتا کہ
اگرچہ بڑے لائق مسلمان مورخوں نے کثرت سے تاریخ کی کتابیں لکھی ہیں مگر وہ لغو اور باطل روایات
اور وہمیات اور قصص و حکایات سے بھری ہوئی ہیں (از کتاب رد الروافض مطبوعہ پٹنہ ۱۳۲۱ھ)

صاحب رسالہ رد الروافض صفحہ ۱۶۵ پر فرماتے ہیں اور سوائے چند ابتدائی تاریخوں کے باقی تواریخ کی
کتابوں میں جو روایتیں لکھی گئی ہیں۔ ان میں نہ اسناد درج ہے نہ روایت کا سلسلہ بیان کیا گیا ہے

جس سے معلوم ہو کہ اونکے بیان کرنے والے سچے ہیں یا جھوٹے مذہب حق پر ہیں یا اہل بدعت اور اگر کہیں سلسلہ روات کا ذکر ہے تو تنقیح سے معلوم ہوتا ہے کہ اکثر روایتوں کے بیان کرنے والے غیر معتبر اور مشتبہ اور مجہول تھے۔ متقدمین سے بڑے نامور مورخ مثل واقدی وغیرہ کے جو امام المورخین کہلاتے ہیں خود اونکی کتاب بیہودہ اور غلط روایتوں سے بھری ہیں اور متاخرین کا تو یہ حال ہے کہ وہ صرف اونھیں کی بیان کی ہوئی روایتوں اور کہانیوں کے نقل کرنے والے ہیں۔ نہ اونکے ماخذ کی تحقیق سے نہ اونکے مطالب پر غور کیا۔ خصوصاً اون مورخین نے جو پہلے سے کسی رائے یا کسی مذہب کے معتقد یا اوس طرف مائل تھے اونھوں نے بمقتضائے طبیعت کے اپنی رائے اور مذہب کے موافق جن چیزوں کو سُنا قبول کر لیا پھر فرمایا واضح ہو کہ متاخرین میں بے شمار مورخ گذرے ہیں مگر فی زمانا جن کتابوں کی روایتوں سے اکثر شیعہ و رافضی ہمارے مقابلہ میں استدلال کرتے ہیں اون کی مختصر فہرست یہ ہے اور اسی فہرست سے اور کتابوں کا اندازہ بخوبی ہو سکتا ہے۔

(۱) روضۃ الاحباب (۲) حبیب السیر (۳) روضۃ الصفا (۴) تاریخ اعثم کوفی (۵) تاریخ مروج الذہب (۶) تاریخ الخلفا سیوطی (۷) تاریخ آل عباس (۸) معارج النبوۃ (۹) تاریخ کامل ابن اثیر

پھر فرماتے ہیں یہ بات ظاہر ہے کہ روایت کا دار و مدار سند پر ہے اور جب سند ہی نہ بیان کی جائیگی اور تصریح روایت میں کوئی مجہول لفظ مثل در بعض روایات چنیں آمدہ یا آوردہ اند یا مثل اسکے اور کوئی لفظ جس سے راویوں کا نام و نشان و ثقہ ہونا معلوم ہوگا تو یقیناً ایسی روایت قاعدۃً لائق قبول نہ ہوگی۔

عنوان نمبر ۷ جناب بابا صاحب کی معتمد کتابیں اور اونکا حال

جناب بابا صاحب نے بہت سی کتابوں کے نام بہت لکھدیئے ہیں اور مرعوب کرنے کے لئے تعداد بھی بتادی ہے ایک سو انتالیس (۱۳۹) لیکن جناب نے اپنے اوس دعوے کے خلاف جو خطبہ مولوی در ملاویہ میں کیا ہے کہ میری پیش کردہ سب اہل سنت کی ہیں۔ رافضیوں کی کتابوں سے بھی استدلال کیا ہے اور اپنے دعوے کو خود ہی غلط ثابت کر دیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے ان کتابوں کو جنکے حوالے آپنے دیئے ہیں۔

(۱) مروج الذہب مسعودی کی۔ شاہ عبدالعزیز صاحب تحفہ میں فرماتے ہیں۔ ہشام کلبی مفرط رافضی غالی ہے۔ ایسا ہی مسعودی صاحب مروج الذہب اور ابوالفرج اصفہانی صاحب۔ کتاب الاغانی۔

(۲) کتاب الاغانی ابوالفرج اصفہانی کی یہ بھی رافضی ہے۔ ابھی ابھی شاہ صاحب قبلہ کا قول گذرا

(۳) روضۃ الاحباب۔ شاہ صاحب قبلہ عجالہ نافعہ میں فرماتے ہیں۔ روضۃ الاحباب میں بہت کچھ تصرفات والحاقات شیعہ نے کئے ہیں۔ نیز نوراللہ شوستری نے بھی مجالس المومنین میں صاحب روضۃ الاحباب کو شیعوں میں شمار کیا ہے۔

(۴) کتاب العقد ابن عبد ربہ کی۔ کشف الظنون میں ہے قال ابن کثیر یدل من کلامہ علی تشیعہ۔ اوسکا کلام اوسکے روافضی ہونے کا پتہ دیتا ہے۔

(۵) حبیب السیر غیاث الدین کی صاحب رسالہ رد الروافض فرماتے ہیں۔ حبیب السیر نام کی دو کتابیں ہیں ایک ملا معین کی جو سنی ہیں اور دوسری غیاث الدین کی جو شیعہ ہے۔ بابا صاحب نے غیاث الدین ہی کی کتاب کا حوالہ دیا ہے۔

(۶) عیون اخبار الرضا ابن بابویہ قمی۔ بابا صاحب نے خود اسکے رافضی ہونے کو تسلیم کیا ہے۔

(۷) نہایۃ العقول ابن ابی الحدید کی۔ شاہ صاحب نے تحفہ میں فرمایا۔ اسی قسم کے لوگوں سے ابن ابی الحدید معتزلی ہے کہ اُس نے تشیع کو اعتزال میں ملایا۔

(۸) ربیع الابرار زمخشری کی یکا معتزلی اور تفضیل رافضی ہے (تحفہ)

(۹) تاریخ طبری۔ شاہ صاحب قبلہ فرماتے ہیں۔ شیعوں کا یہ بھی ایک کید ہے کہ بعض روایتیں اپنے مذہب کے موافق تاریخ علی ابن محمد عدوی ابوالحسن شیعی سے کہ جس نے تاریخ طبری کو مختصر کیا ہے اور اوس میں بعض چیزوں کو بڑھایا ہے کہ وہ ایک سہل عبارت کے ساتھ مشہور و رائج ہو گئی اور اوس سے نقل کر کے کہتے ہیں کہ یہ روایات تاریخ طبری میں ہیں حالانکہ اصل تاریخ جو طبری کی ہے اوس میں کچھ نشان نہیں۔ اس مختصر نے بہت مورخین اہل سنت کو دھوکہ دیا ہے۔

(۱۰) کتاب الاحداث ابوالحسن مدائنی کی۔ شاہ صاحب قبلہ فرماتے ہیں۔ اور ان (شیعہ) کے اولین معتبر سے ایک جماعت کثیر ہیں کہ امامت امام وقت کے قائل نہ تھے اور انکار امامت کا کرتے تھے بلکہ بغض و عناد رکھتے تھے۔ چنانچہ جمہور شیعہ امامیہ کے نزدیک بعقیدہ اونکا صحیح اور ثابت

کہ اس گروہ سے تھا حسن بن محمد بن سعد (چند نام گنانے کے بعد) آخر میں ابوالحسن مدائنی کا بھی نام لکھا یعنی یہ بھی رافضی تھا۔

(۸) محمد بن عقیل صاحب کتاب اسفاع الکافیہ۔ کتاب کا ایک ایک جملہ گواہی دیتا ہے کہ یہ بڑا پکا رافضی تھا۔

یہ تو رافضیوں کی کتابیں ہیں جنکے جابجا باباجی کی کتابوں میں حوالے موجود ہیں انھیں کتابوں سے باباجی کی کتابوں کی حیثیت ظاہر ہو رہی ہے اور خود باباصاحب کے بھی مذہب کا پتہ چل رہا ہے کہ انہوں نے اپنے ہفوات کے ثبوت میں رافضیوں کو اپنا امام بنایا۔

علاوہ بریں اور کتابیں

(۱) الرد علی الامامیہ جاحظ کی۔ ملا علی قاری نے شرح شفا میں فرمایا کہ یہ معتزلہ کا سردار ہے

(۲) ابن تیمیہ۔ جو محمد ابن عبدالوہاب نجدی کا پیشوا اور مذہب اہلسنت سے خارج تھا (تصحیح المسائل حضرت مولانا فضل رسول صاحب بدایونی رحمۃ اللہ علیہ)

(۳) ریاض النضرہ محب طبری کی، صواعق محرقہ میں ہے کہ حافظ عسقلانی نے فرمایا انہ کثیر الوھم فی عزوہ للحدیث۔ حدیث کی نسبت دینے میں کثیر الوہم ہیں۔ شاہ صاحب قبلہ فرماتے ہیں۔ چنانچہ یک بڑی کتاب اس مصنف کے دیکھنے میں آئی کہ اس کتاب اول ہر حدیث کے راوی کے نام اور اسکے مخرج کا مرقوم ہے۔ اس سبب سے بعض بڑے بڑے علمائے حدیث کو تمیز میسر نہ ہوا غلط ملط میں پھنس گئے اور اس شیطنت شیطانی کا سراغ نہ پایا۔ صاحب ریاض النضرہ فی مناقب العشرہ بھی دھوکہ کھا گئے اور اس قسم کی حدیثیں اپنی کتاب جو مجموعات فضائل خلفائے اربعہ سے ہے لایا ہے۔

(۴) تاریخ ابن اثیر (۵) تاریخ ابوالفدا۔ صاحب رسالہ رد الروافض فرماتے ہیں تاریخ کامل ابن اثیر ابوالفدا، موءلفہ ملک موید اسماعیل۔ یہ سب تاریخیں متاخرین کی ہیں ان میں روایتیں بلا سند مذکور ہیں

(۵) روضۃ الصفا۔ صاحب رسالہ رد الروافض فرماتے ہیں۔ تیسری روضۃ الصفا ہے اس کا حال بھی بعینہ ان تاریخوں کی مثل ہے جن میں روایتیں بے سند مذکور ہیں۔

(۶) یزید نامہ خواجہ حسن نظامی کا۔ کیا کہنے ہیں اس کتاب کے کہ آب کے جزدان میں رکھنے کے قابل ہے

جیسے مصنف ویسے ہی تصنیف

(۷) تفسیر ابن مردویہ صاحب رد روافض فرماتے ہیں جو تفسیر ابن مردویہ کے نام سے مشہور ہے

یہ بھی بالکل غیر معتبر ہے۔

(۸) فردوس دیلمی شاہ صاحب فرماتے ہیں اور حالات ان روایتوں کی معلوم ہے کہ اہل سنت کے نزدیک ان کا کچھ اعتبار نہیں خصوصاً یہ روایت فردوس دیلمی کی مسند میں واقع ہے وہ وہ کتاب خاص اسی واسطے ہے کہ اس میں ضعیف حدیثیں ہی جمع ہیں۔ (تحفہ)

(۹) دیلمی خطیب ابن عساکر شاہ صاحب نے فرمایا۔ اس لئے کہ اہل سنت کے محدثوں سے ایک گروہ پچھلے طبقوں میں پیدا ہوئے جیسے دیلمی اور خطیب اور ابن عساکر انہوں نے جب دیکھا کہ صحیح اور اچھی حدیثوں کو متقدمین منضبط کر گئے ہیں، ان میں ٹھکانا کسی کی سعی کا نہ رہا لہذا تمامی حدیثوں ضعیفہ وغیرہ معلومہ الاسانید و متون بطریق بیاض کی طرف جھکے کہ ان سب کو جمع کر کے نظر ثانی کریں تا موضوعات حسان بغیر اسے جدا ممتاز ہو جائیں لیکن کم فرصتی اور کوتاہی عمر سے یہ مہم ان سے سرانجام نہ ہوسکا (تحفہ)

(۱۰) حاکم خطیب دار قطنی بیہقی مولانا عبدالحی فرنگی محلی عمدۃ الرعایہ میں لکھتے ہیں ولم یخرجہ الا مثل الحاکم والخطیب والدار قطنی والبیہقی الذین یجمعون الغرائب والمنکرات فی کتبھم احادیث کثیرۃ موضوعۃ۔ حاکم خطیب دار قطنی بیہقی غرائب و منکرات کے جامع ہیں بلکہ ان کی کتابوں میں بہت سی حدیثیں موضوع ہیں۔

علاوہ بریں

صحاح ستہ اور مشہور کتابوں کے علاوہ غیر مشہور نادر الوجود غیر مستند و غیر معتبر ہے یہ بابا صاحب کا سرمایہ علم و فضیلت جس پر آپ نے ناز فرمایا ہے۔

نوٹ:- میں نے حوالوں کے موقعہ پر کتابوں کے حالات کی تصریح کر دی ہے اور جہاں نہ ہو وہ اسی پر اکتفا فرمائیں اور روایت کے معتبر ہونے یا نہ ہونے کا اسی تحریر سے پتہ لگا لیں۔

عنوان نمبر ۵ نقل میں احتیاط ـــــ اور بابا جی کی بے احتیاطی

نبی صادق و مصدوق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں سیکون فی اٰخر امتی اناس

یحدثونکم بمالم تسمعوا انتم ولا آباؤکم فایاکم وایاھم ۔ آخر امت میں ایسے انسان ہونگے جو تمہیں وہ باتیں سنائیں گے جو تم نے سنی ہونگی اور نہ تمہارے باپ دادا نے ان سے دُور رہنا (مقدمہ مسلم شریف)

اسی واسطے محدث ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ پہلے سندوں کے بارے میں سوال نہ ہوتا تھا جب فتنہ (فتنہ قتل عثمان و جنگ جمل وغیرہ) واقعہ ہوا تو سندوں کی جانچ ہونے لگی فینظر الی اھل السنۃ فیوخذ حدیثھم وینظر الی اھل البدع فلا یوخذ حدیثھم ۔ اگر سند میں روایت کرنے والے اہل سنت ہوتے تو ان کی حدیث لے لی گئی ، اور اگر بدعتی ہوتے تو چھوڑ دی گئی ۔ (مقدمہ مسلم شریف)

اور یہ بالکل ظاہر ہے کہ فتنہ مذکورہ کے بعد ہی سے خوارج و روافض کا شیوع ہوا ۔ اس لئے روایت میں احتیاط برتی گئی اور اس سے پہلے اہل بدعت کا نام تک نہ تھا لہذا سند کی تحقیق کی ضرورت پیش نہ آئی ۔

پھر فرماتے ہیں ان ھذا العلم دین فانظروا عمن تاخذون دینکم ۔ یہ علم دین ہے لہذا علم حاصل کرنے وقت تحقیق اور غور کرو کہ تم کس سے دین لے رہے ہو ۔ (مقدمہ مسلم شریف)

معلوم ہو کہ روایت اخبار میں تحریر فتاوی میں نقل عبارات میں بڑی احتیاط کی ضرورت ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ کسی بد مذہب غیر معتمد علیہ اپروا زبان کے آزاد کے اقوال کو سند بنا لیا جائے اور عوام کے سامنے وہ پیش کر دیئے جائیں اور اپنی بات تو جیت لی جائے مگر عوام بیچارے گمراہ ہو جائیں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زبان فضلوا واضلوا (خود بھی گمراہ ہوں اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں مشکوٰۃ) کے مصداق نہ بن جائیں ۔

روافض کی مکاریاں

روافض نے تو اس مقام پر بڑی بڑی مکاریوں سے کام لیا ہے بڑے بڑے دھوکے دیئے ہیں ۔ حدیثیں وضع کر لیں ۔ نسبتیں غلط بیان کیں ۔ رافضیوں کو سُنی بنا کر مغالطے دیئے ۔ سُنیوں کی کتابوں میں اضافے کئے ۔ سُنیوں کی کتابوں کے ہم نام کتابیں شائع کیں

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی نے تحفہ میں ان کے مکاید کو خوب بالتفصیل ازام

فرمایا کہ اہلسنت کو ہوشیار و بیدار فرمادیا۔ ملاحظہ فرمائیے

کید چہاردہم :- یہ کہ عوام کو فریب دے رکھا ہے۔ ایسی حدیثیں روایت کرکے جن سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف محبت جناب امیر اور اون کی اولاد کی کفایت کرتی ہے نجات کے معاملے میں عذاب آخرت سے بدون بجالانے طاعات اور بچنے معاصی کے کہ اونکو مقابل محبت کے نجات کے معاملے میں کچھ دخل نہیں۔ اسی قسم کی وہ روایت ہے جو بابویہ نے حضرت عبداللہ ابن عباس سے روایت کی ہے کہ حضور نے فرمایا ہے لایعذب اللہ ؟ انا من والی علیا جو حضرت علی سے محبت کرتا ہے اوس کو خدا عذاب نہ دیگا۔

اقول اسی قسم کی ایک روایت جناب بابا صاحب نے بھی موں اور معاویہ کے ص ۲۲۹ پر نقل کی حب علی لا تضر معہا معصیۃ۔ محبت علی کے ہوتے ہوئے کوئی گناہ نقصان نہ پہونچائیگا۔ اس قسم کے مضامین کی شناعت و قباحت ایسی نہیں جسکو کم سے کم عقل والا بھی نہ سمجھ سکے۔ مفصل گفتگو اپنے مقام پر ہے۔

کید شانزدہم۔ ایک جماعت نے انکے علماء سے اپنے آپ کو محدث اہل سنت کا بتایا اور علم حدیث میں مشغول ہوئے اور ثقات محدثین اہل سنت سے حدیثیں سننے اور سندیں صحیح یاد کرنے لگے۔ ظاہر میں بڑے متقی و پرہیزگار بنے تو طالبوں کو سچا اعتقاد ان سے ہوا۔ اور علم حدیث ان سے نکالنا شروع کیا اور حدیثیں صحیح اور حسان روایت کیں اور اونھیں میں اونھیں اسناد صحیحہ کے ساتھ اپنی موضوعات ساختہ پرداختہ بھی درج کردیں اور اس کید نے بکثرت خواص اہل سنت کو دھوکے میں ڈالا۔ عوام کا کیا ٹھکانا۔ پھر فرمایا۔ ولی وہ شخص کہ موجد اس دخل کا ہوا۔ جابر جعفی ہے کہ بخاری و مسلم نے تحقیق اوسکے حال کی احتیاطاً مطلق جو روایت کی ہوئی باتیں اوس کے درجہ اعتبار سے گرا کے الگ کردی ہیں کہ ترمذی اور ابو داؤد اور نسائی مع متابعات و شواہد کے قبول کریں اور جس میں وہ منفرد ہے۔ رد کریں۔

اقول بابا صاحب بھی اسی مغالطے میں گرفتار ہیں اور روایت و نقل اخبار میں جانچ پڑتال نہیں کرتے حالانکہ وہ باتیں اصول اہلسنت کے بالکل خلاف ہیں۔ اسی واسطے اہلسنت

اونھیں قبول نہیں کرتے۔

کید نوزدہم :- یہ کہ رجال معتبر حدیث اہل سنت کے جو ہیں اونکے نام ولقب میں غور کرتے ہیں جن کو اپنے رجال کے نام ولقب میں شریک پاتے ہیں۔ اپنے رجال کی حدیث کو اوس سنی کے ساتھ لگا دیتے ہیں جبکہ اتحاد نام ولقب سے امتیاز دونوں میں حاصل نہیں ہوتا۔ پس سنی ناواقف اوس کو ایک امام اپنے اماموں سے جانتے ہیں اور اوسکی روایت معتبر گنتے ہیں مثلاً سدی دو شخص ہیں سدی کبیر و سدی صغیر۔ کبیر معتبرین وثقات اہل سنت سے ہے۔ صغیر وضاعین، ورگذا بین سے رافضی غال۔

کید بست وسوم۔ یہ کہ ایک شخص کا علمائے زیدیہ اور بعض فرقوں شیعہ غیر امامیہ سے اثنا عشریہ نام رکھیں۔ پہلے تو اوس کے حال میں بہت مبالغہ ظاہر کریں کہ اہل سنت میں یہ متعصب تھا بلکہ بعض کہیں کہ اشد نواصب سے تھا پھر اوس سے ایک نقل نقل کریں جس سے بطلان مذہب سنیوں کا ہووے اور تائید مذہب اثنا عشریہ کی تا دیکھنے والا غلطی میں پڑ جاتے اور گمان کرے کہ یہ سنی متعصب ہے۔ اگر یہ روایتیں صحیح نہ ہوتیں تو باوصف تعصب غیر صحیح کیوں نقل کرتا اور اون پر سکوت کر لیتا۔ جیسے زمخشری صاحب کشاف کہ تفضیلی و معتزلی اور افضل خوارزم کہ زیدی غال ہے اور ابن قتیبہ صاحب معارف کہ رافضی مستوری ہے اور ابن ابی الحدید شارح نہج البلاغت کہ اوس نے تشیع کو اعتزال میں ملایا ہے اور ہشام کلبی مفسر کہ رافضی غالی ہے۔ ایسا ہی مسعودی صاحب مروج الذہب اور ابوالفرج اصفہانی صاحب کتاب الاغانی۔

اقول جناب بابا صاحب نے اپنی کتابوں میں زمخشری اور ابن ابی الحدید اور مسعودی اور ابوالفرج کے بہت سے اقوال علامہ اور رحمۃ اللہ علیہ فرما کر نقل کئے ہیں۔ ناظرین اونکے اقوال کی حیثیت حضرت شاہ صاحب قبلہ کی تحقیق کی روشنی میں ملاحظہ کریں اور جناب بابا صاحب کے اون کے اقوال سے استدلال و نقل پر غور فرمائیں کہ جن کو بابا صاحب اپنا معتمد علیہ سمجھ رہے ہیں۔ اون کی مکاری کا یہ حال ہے۔

کید سی و دوم۔ ایک جماعت نے ان کے عالموں سے اہل سنت کی کتابوں خصوصاً تفسیر اور تاریخ میں کہ اکثر علما اور طلبہ کے ہر وقت ہاتھوں میں نہیں تھیں۔ بڑی کوشش کی ہے اور نیز بعض کتب احادیث میں جو مشہور نہیں ہیں اور نسخے اون کتابوں کے متعدد نہیں ملتے نہایت جھوٹی باتیں بنا بنا کے جن سے شیعہ کے مذہب کو مدد ملے اور سنیوں کے مذہب کو باطل کریں لگائی ہیں۔

اقول بابا صاحب نے ایسی غیر مشہور کتابوں کے حوالے دئیے ہیں جو عام طور سے نہیں ملتیں تاکہ صحیح اور غلط کا اندازہ نہ ہوسکے اور غالباً وہ کتابیں باباجی کے پاس بھی نہ ہونگی بلکہ نقل در نقل شیعوں کے رسالوں میں وہ عبارتیں ہونگی۔

کید پنجاہ و دوم۔ اور ایک طرح پر مورخین اہل سنت کو فریب دیتے ہیں مثلاً ایک کتاب تاریخ میں لکھیں۔ اوس کتاب میں تواریخ معتبرہ اہل سنت سے نقل کریں اور ذرا خیانت نقل میں نہ کریں لیکن جب نوبت ذکر صحابہ اور اونکے جھگڑوں کی پہونچے تو بعض قدحیات یعنی مذمت کی باتیں کتاب محمد بن جریر طبری شیعی سے جو ذم صحابہ میں تصنیف کر رکھی ہے اور اوس کتاب سے جو امامت میں لکھی ہے اور ایضاح امسترشد نام رکھا ہے۔ اوس میں سے نقل کریں لیکن نام کتاب منقول عنہ کا صریح نہ لیں۔ پس یہاں دیکھنے والا غلطی میں پڑ جاتا ہے کہ شاید مراد کتاب محمد بن جریر طبری شافعی سے ہے کہ تاریخ کبیر اور صحیح التواریخ ہے پھر مورخ نقل در نقل کرتے ہیں اور متحیر ہوتے ہیں۔ اور نیز پیرو اوس نقل کے ورطۂ گمراہی میں گرفتار ہوتے ہیں اور یہ کتاب تاریخ کبیر نہایت عزیز الوجود و کمیاب ہے۔ بہت کم لوگ ہیں جن کو پورا نسخہ اوس کا میسر ہوا ہو، اور یہ جو لوگوں کے پاس ہے اوسکا مختصر ہے کہ اوس میں سے الحاق شیعی کی تحریف بہت ہوئی ہے۔

اقول بابا صاحب نے طبری کے بہت حوالے دیئے ہیں اور اکثر حوالے ایسے ہی ہیں جنکا مضمون سنی کی زبان سے ادا نہیں ہوسکتا۔ باباجی دھوکے میں آگئے ہیں اور رافضی کی طبری سے نقل کر بیٹھے ہیں۔

کید پنجاہ وسوم :۔ بعض مورخ ان کے کتاب لکھنے میں تاریخ میں اور اوس میں جھوٹ مرچ اور برائیاں صحابہ کی جو آدمی کو وحشت میں ڈالدیں بے نقل و سند کسی سے ذکر کرتے ہیں تاکہ تیسرا اوس کی نقل کے لئے اپنی تصنیف اور گفتگو کے کلام میں لائیں الخ

اقول بابا صاحب کی نقل کردہ روایتیں ایسی ہی ہیں خصوصاً حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق

کید ہشتاد و یکم: بعض روایات اپنے مذہب کے موافق کسی شخص کی کتاب سے ایسی نقل کریں کہ لوگوں کے خیال میں اہل سنت کی طرح ہیں۔ حالانکہ بحقیقت ایسا نہیں۔ چنانچہ ابن عقدہ کہ جارودی رافضی اور ابن قتیبہ کہ برا کٹا شیعہ اور خطب خوارزم زیدی غالی تھا۔

اقول بابا صاحب نے اس طریقہ کا بھی اتباع کیا اور محمد بن عقیل کے اقوال سے سنت دکھ. ورا اوس کو سنی سمجھا بلکہ بتایا حالانکہ وہ کٹر شیعہ

یہ تو آپ نے لکھے ہوئے رافضیوں کے مکائد سنئے اب ذرا بابا جی کی بھی کارستانی ملاحظہ فرمائیے۔ آپ نے جا بجا اپنی کتابوں میں اپنی تصنیف فرمودہ عربی لکھی ہے اور پھر اوس کا ترجمہ اُردو میں کیا ہے۔ یہ اس لئے کہ دیکھنے والے یہ سمجھیں کہ بابا جی نے تو عربی عبارت کا ترجمہ کیا ہے اور یہ عربی عبارت کسی معتبر کتاب کی ہوگی۔ ہٰذا قابل تسلیم و اعتبار ہے۔ حالانکہ عربی اردو دونوں آپ کی اور اس طرح مسلمانوں کو دھوکہ دینا یہ خاص بابا جی کی ایجاد ہے۔ آخر شاگرد کو کچھ نہ کچھ تو نئی بات نکالنا چاہئے۔

مسلمانو! ہم جب حضرت شاہ صاحب قبلہ کی ان تحقیقات و تنبیہات کو سامنے رکھتے ہیں تو یقین ہو جاتا ہے کہ بابا جی کی کتابیں بالکل ناقابل اعتبار ہیں اس لئے کہ اون میں بھی انہیں کرتوتوں کا کھلا ہوا مظاہرہ ہے۔

ناظرین کرام غور فرمائیں کہ بابا جی کی تحریروں کا دار مدار خواجہ صاحب اور محمد ابن عقیل جیسے انسان ہوں۔ غیر معتبر اور غیر مستند روایات ہوں۔ شیعہ اور معتزلہ کے اقوال

سند میں ہوں۔ نقول میں بے احتیاطیاں ہوں تو ایسی تحریریں کیا قابلِ اعتبار و اعتماد ہو سکتی ہیں اور بابا جی کی بات کا کیا وزن ہو سکتا ہے جو ون کی ایسی کمزور باتیں تو تسلیم کر لی جائیں اور علمائے اہلِ سنت کی تحقیقات کو پس پشت ڈال دیا جائے اور تسلیم نہ کیا جائے بہرحال اب اون کی تحریرات کا مفصل جواب ملاحظہ فرمائیے۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اللہ اللہ فی اصحابی

یہ رسالہ بابا خلیل داس صاحب کے رسالہ قول فیصل کا حوصلہ شکن جواب ہے

اس کا نام ہے

لطمہ اجل بر قول فیصل

مصنفہ

جناب مفتی صاحب حقانی
مفتی آگرہ

باب اوّل

لطمۂ اجل بر قول فیصل

جناب بابا صاحب کی کتاب قول فیصل کا رد بلیغ اس کتاب میں کیا گیا ہے۔ اس میں مختلف عنوان ہیں۔ چونکہ بابا صاحب کی اپنی نازکتاب مولی اور معاویہ ہیں اور قول فیصل میں اکثر مضامین بلکہ عبارتیں ایک ہیں لہٰذا مولی اور معاویہ کے ان مضامین کا حوالہ بھی دیدیا جائیگا اور ہماری گفتگو دونوں میں مشترک ہو جائے گی جو کچھ قول فیصل سے زائد ہوگا اوس کا رد مستقل ہوگا۔

عنوان نمبرا

کیا حضرت معاویہ نے حضرت مولی کو سب و شتم کیا

قولہ باغی معاویہ ہے جس نے مولی کو خود گالیاں دیں الخ (قول فیصل صفحہ) وقولہ معاویہ کا مولی کو گالی گلوچ دینا الخ (مولی ودمعاویہ صفحہ ۲۲۹)

اقول جناب بابا صاحب نے اس عنوان کے تحت یہ بات ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ حضرت معاویہ نے حضرت مولی کو خود گالیاں دیں اور دلوائیں اور دینے کا حکم کیا۔ جب حضرت معاویہ نے ایسا کیا تو وہ جہنمی ہوئے۔ لکھتے ہیں شروع سے لیکر آج تک اور آج سے لیکر قیامت تک تواریخ اسلام میں ول اول صحابی رسول کو گالیاں دینے والا اور دلوانے والا معاویہ کے سوا کوئی اور بھی ہے اور اگر نہیں ہے تو ان ہی احادیث کے مطابق جنہیں آپ بار بار دہرایا کرتے ہیں ایمانداری سے بتلا دیجئے سب سے پہلا جہنمی کون ہوا (قول صفحہ ۱۵)

اس سلسلہ میں مسلم شریف وغیرہ سے ایک حدیث نقل کی ہے واخرج مسلم فی صحیحہ والترمذی والنسائی فی الخصائص عن عامر بن سعد ابن ابی وقاص عن ابیہ قال امر معاویۃ بن ابی سفیان سعداً فقال مامنعك ان تسب ابا تراب فقال اما ما ذکرت ثلاثا الخ (قول صفحہ ۱۲ وصد معارف صفحہ ۲۵) اس کا ترجمہ خود کیا ہے مسلم نے اپنی صحیح میں اور ترمذی اور نسائی نے اپنے خصائص میں

حضرت عامر ابن سعد بن ابی وقاص سے روایت کی ہے کہ معاویہ ابن ابی سفیان نے سعد کو حکم دیا اور کہا کہ تمہیں ابو تراب کے لعن طعن میں کون سا امر مانع ہے ؟

جناب بابا صاحب آپ تو تاریخ کے بڑے ماننے والے اور اس پر ایمان رکھنے والے ہیں۔ دیکھئے حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ فتاویٰ عزیزیہ میں اس حدیث کے متعلق گفتگو فرماتے ہوئے دو خدشوں میں سے پہلے خدشہ کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں

* اول یہ کہ اس تقدیر پر یہ بات ضروری ہے کہ یہ گفت و شنید امیر المومنین حضرت علی کی عین حیات میں ہوئی ہو اور تاریخ کی رو سے سعد کی ملاقات معاویہ کے ساتھ ثابت نہیں کیونکہ سعد ابتدائے فتنہ سے موضع عقیق میں جو مدینے سے باہر واقع ہے گوشہ نشین ہو گئے تھے۔ مع ہذا ان ایام میں معاویہ کو مدینہ آنے کا اتفاق نہیں ہوا؟

نوٹ :۔ یہ عبارت اس وقت آپ غائب کر گئے۔ جب آپ نے شاہ صاحب کا قول نقل کیا ہے فتنے سے پہلے تو کوئی بات ہی نہ تھی جو حضرت معاویہ گالی کا حکم دیتے اور فتنہ کے وقت سے حضرت سعد کی اور معاویہ کی ملاقات ثابت نہیں تو آپ ہی بتائیے کہ حضرت سعد کی اور معاویہ کی یہ بات ثابت ہو سکتی ہے۔ تاریخ کی رو سے تو یہ حدیث ساقط ہو گئی اور آپ نے فرمایا ہے "کہیں اپنے اس صحابی دشمنوں کی جہالت قدریہ کے نشہ میں کتب تواریخ سے انکار نہ کر جائیگا ورنہ آپ کو بڑی قباحتوں کا سامنا کرنا پڑے گا اور کتب احادیث سے بھی ہاتھ دھونا پڑیگا (صفحہ ۲۹ قول) کہئے آپ کی تاریخ سے اور آپ ہی کے قول سے آپ کو اپنے ہاتھ اس حدیث سے جس کو بڑے زور میں پیش کیا تھا دھونا پڑے یا نہیں اور فرمائیے کہ بغض معاویہ کے اور فیا کا نشہ اترا یا نہیں

ابن عبدالبر استیعاب میں فرماتے ہیں وکان سعد ممن قعد ولزم بیتہ فی الفتنۃ وامر اھلہ ان لا یخبروہ من اخبار الناس بشئ الخ۔ حضرت سعد بزمانہ فتنہ گوشہ نشین ہو گئے تھے اور گھر والوں سے کہدیا تھا کہ مجھے کوئی خبر کسی قسم کی نہ دینا۔

ضرورت نہیں کہ اس حدیث کے متعلق کچھ اور عرض کیا جائے مگر جناب بابا صاحب کی دہن دوزی کے لئے اور ملاحظہ فرمائیے۔

علامہ نووی شرح مسلم میں فرماتے ہیں قال العلماء الاحادیث الواردۃ التی فی ظاھرھا دخل

عن الصحابی یجب تاویلها فانها ولا یقع فی روایات الثقات الا ما یمکن تاویله فقول معاویة
هذا لیس فیه تصریح بانه امر سعداً بسبه وانما سأله عن السبب المانع له من السب کانه
یقول هل امتنعت تورعاً او خوفاً او غیر ذلک. علما نے فرمایا ہے کہ وہ حدیثیں جن میں بظاہر صحابی
پر اعتراض معلوم ہو ان کی تاویل واجب ہے فرمایا ہے کہ ثقات کی روایتوں میں وہ ہی چیز آئیگی
جس کی تاویل ممکن ہوگی. حضرت معاویہ کے اس قول میں یہ تصریح نہیں کہ انھوں نے سب علی کا
حکم دیا (اس لئے کہ امر کا مامور بہ یعنی کس چیز کا حکم دیا مذکور نہیں اور زبردستی مامور بہ لبسبہ مقدر
مان لینا جیسا کہ بعض لوگوں نے کیا ہے معیوب ہے) بلکہ حضرت معاویہ نے عدم سب کا سبب دریافت
فرمایا کہ کیا تو تقوےً سب نہیں کرتے ہو یا ڈر سے یا اور کوئی وجہ ہے۔
اور یہ جو انھوں نے فرمایا کہ تاویل واجب ہے وہ مذہب اہلسنت کے اتباع میں فرمایا کہ جہاں
تک ہوسکے تاویل کی جائے. مفصل گفتگو آتی ہے۔ ایک قول یہاں سن لیجیے۔
علامہ ابن حجر فرماتے ہیں ثم الواجب ان یلتمس لهم احسن التاویلات واصوب المخارج اسوقت
واجب ہے کہ اچھی تاویل کرے اور بہتر راستہ تلاش کرے (ص۲۹)

لفظ سب کے دو معنی

علاوہ بریں زبان عرب میں سب کے دو معنی آتے ہیں ایک مطلق برا جاننا خطاوار سمجھنا۔ اور
ایک معنی مشہور گالی دینا. شاہ صاحب قبلہ دس سوالات کے پانچویں سوال کے جواب میں فرماتے ہیں
پس اگر معاویہ کے سب وشتم سے صرف ان کے فعل کا برا جاننا اور برا کہنا مراد ہے۔ یہ ایک معنی ہوئی
دوسرے معنی بیان فرماتے ہیں اور اگر سب سے لعنت وشتم مراد ہو تو معاذ اللہ کہ اہل سنت اس کے
مرتکب ہوں۔ جب لفظ سب کے دو معنی ہوتے تو کیا وجہ ہے کہ پہلے معنی نہ لئے جائیں اور دوسرے ہی
لئے جائیں یعنی معاویہ نے صرف یہ کہا کہ تم علی کو برا کیوں نہیں سمجھتے. وہ اس قول کی وجہ ظاہر ہے کہ
وہ قاتلین عثمان طلب کرتے تھے اور یہ نہ دیتے تھے یہ ان کے نزدیک برا تھا اور بظاہر برا معلوم
ہوتا ہے۔ انھوں نے گالی گلوچ اور خواہی کہنے کا کوئی حکم نہیں دیا۔

قولہ ملاحظہ ہو معاویہ کا مولی کے ساتھ یہ شدید بغض اور عداوت الخ (ص۱۳۲)

اقول آپ کے نزدیک وہ بھی آپ کی سطحی نظر میں ورنہ حقیقت میں ثابت ہی نہیں انشاء اللہ

آپ نے اسوقت تو حضرت سعد کی بڑی تعریف کی عشرہ مبشرہ سے کہدیا مگر یہ بتایئے کہ حضرت سعد نے حضرت مولا سے بیعت کیوں نہ کی اور ساون کا ساتھ کیوں نہ دیا اور گوشہ نشین کیوں ہو گئے اور حضرت مولا سے جب ان کے متعلق دریافت کیا گیا تو فرمایا کہ ان لوگوں نے حق کو رسوا اور ذلیل کیا۔ استیعاب میں ہے سئل علی رضی اللہ عنہ عن الذین قعدوا عن بیعتہ ونصرتہ والقیام معہ فقال اولئک قوم خذلوا الحق ولم ینصروا الباطل۔ حق کا خذلان ہی ایک امر معیوب شمار کیا جاتا ہے۔ فرمایئے یا صاحب آپ کیا فرماتے ہیں۔ حضرت سعد کے متعلق دیکھیں آپ کا جوش بہت عل۔ اور ہم سے نہ پوچھئے گا ہم اہل تاویل سے ہیں ہمارے نزدیک تو بہت اچھا پہلو ہے۔

قولہ آپ حلق پھاڑ پھاڑ کر بار بار یہی چیخ پکار مچاتے ہیں کہ صحابی کو گالی دینے والا الخ (ص۱۵ قول)

قول اور آپ گلے کی رگیں پھلا پھلا کر صورت بگاڑ بگاڑ کر آنکھیں دکھا دکھا کر موضوع سے ہٹ کر گڑگڑا کر یہ کیوں کرتے ہیں کہ معاویہ لعنتی ہے اصل جہنم ہے شقی ہے بدبخت ہے۔ ہاں ہاں میں بہ آواز کرخت بہ لب و لہجہ سخت وہی کہتا ہوں جو آپ کہتے ہیں کہ صحابی کو گالی مت دو۔ وہ فرق یہ ہے کہ آپ حضرت معاویہ سے کہتے ہیں کہ گالی مت دو اور میں آپ سے کہتا ہوں کہ گالی مت دو۔ آپ حضرت علی کے لئے کہتے ہیں۔ میں دونوں کے لئے کہتا ہوں۔ میرے نزدیک نہیں بلکہ امام مالک کے نزدیک دونوں کو گالی دینا حرام ہے اور اگر جائز جان کر دیتا ہے تو کفر ہے اور حضرت معاویہ کا سب علی کرنا ثابت نہیں بلکہ آپ کا سب معاویہ قطعی طور سے ثابت کہ آپ کی تحریریں گواہی دے رہی ہیں۔

قولہ۔ اب ذرا تمام تواریخ اسلام کے اوراق شروع سے الخ (ص۱۵ قول)

قول تاریخوں کا مفصل حال بیان ہو چکا ہے وہاں دیکھ لیجئے اور خصوصاً آپ کی پیش کردہ تاریخیں جو رافضیوں اور معتزلہ کے اقوال سے مخلوط ہیں اور ایسی تواریخ کا کیا اعتبار۔

قولہ سنئے مولف صاحب وہ حدیث صحیح جس نے آپ کے سامنے پیش کر دی الخ (ص۱۶)

قول آپ کو اس سے کیا فائدہ وہ تو تواریخ کے اعتبار سے ساقط ہو گئی یا مرسل ہو چکی مگر صحیح نسائی کا اندراج صفحہ اور باب ذکر کیجئے اور ترمذی اور نسائی میں باب الخصائص کون سے صفحہ پر ہے ذرا یہ بھی بتا دیجئے۔ یا یوں ہی الٹپو اڑا دیا۔

علامہ نووی بابا صاحب کے نزدیک ناصبی ہو گئے

قولہ مذکورہ بالا حدیث کی بنا پر حاشیہ آرائیوں کی طرف نہ جائیے الخ (صفحہ ۱۶)

اقول یہ حدیث مسلم میں بھی ہے اور ترمذی میں بھی اور مسلم کی شرح فرمائی ہے علامہ نووی نے اور انہیں کے قول کو ترمذی کے حاشیہ پر لکھ دیا گیا۔ غرضکہ شرح فرمانے والے حضرت علامہ نووی ہی ہیں جب انہیں نے اس حدیث کی تاویل کو واجب بتایا اور خود تاویل فرمائی تو آپ نے حاشیہ نویسوں کے لفظ سے علامہ نووی کو مراد لیا اور انہیں کو ناصبیت کا اچھالنے والا قرار دیا۔ انہیں علامہ نووی نے طلقاء کو ضعیف الاسلام بتایا اور امام مسلم کے قول کو کہ یہ طلقاء منافق واجب القتل ہیں نقل کیا تو اس وقت آپ نے فرمایا "حضرت امام نووی جیسے محدث کی تحقیق ہے" اور جب یہاں تاویل کی تو ناصبیت کے اچھالنے والے ہو گئے۔ نہ اب حضرت رہے نہ امام نہ محدث نہ محقق اور اس وقت آپ نے کہا شارح مسلم اور اب ہو گئے حاشیہ نویس۔ اتنی جلدی رنگ بدل گیا وضع بگڑ گئی کہیں مدح کہیں ہجا۔ کیوں صاحب یہ اسی لئے تو کہ جہاں آپ کی ذہنیت کے مطابق کہہ دی تو حضرت امام سب کچھ ہو گئے اور جب آپ کی ذہنیت کے خلاف کہا تو ناصبیت کے اچھالنے والے ہو گئے۔ تف ہے ایسی ناپاک ذہنیت پر۔

قولہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی فتاویٰ عزیزیہ کے جلد اول میں الخ (صفحہ ۱۸)

اقول حضرت شاہ صاحب قبلہ کی جو عبارت آپ نے نقل کی ہے اس میں بڑی غیر مہذب خیانت کی ہے آپ نے تو اس طرح لکھا ہے کہ گویا یہ سب ایک ہی مضمون ایک دوسرے سے بالکل متصل ہے حالانکہ ایسا نہیں۔ آپ نے لفظ تاویل می کنند کے بعد ہی بلکہ بہتر ہمیں است نقل کیا اور اصل کتاب میں ان دونوں جملوں کے درمیان تقریباً ۲ سطریں ہیں۔

یہ خیانت اسی واسطے کی کہ ان سطروں میں ایک ایسی بات ہے جو اس حدیث کو ختم کر رہی ہے اور آپ کی بنی بنائی عمارت اڑا اڑا دھم ہوئی جا رہی ہے تو میں لکھ چکا ہوں۔ پھر حضرت شاہ صاحب نے جو اپنا فتویٰ دیا "حاصل کلام یہ ہے کہ انسب و اولیٰ یہی ہے کہ انہیں گناہ کبیرہ کا مرتکب مانا جائے اور اس کے ساتھ ہی لعن طعن سے زبان روک لی جائے" جو بالکل اسی مضمون کے آخر میں ہے اور آپ اسے ہضم کر گئے صاف صاف بتا رہا ہے کہ اس وجہ سے ان پر لعن طعن جائز نہیں فرمایے

آپ نے اس فتوے پر کس قدر عمل کیا یہاں بھی وہ ہی بات ہے کہ جو ذہنیت کے مطابق پایا اوسے تو مسند بنایا اور جو خلاف ہوا اوسے پھینکدیا اگر یہی رنگ ہے تو یہ اتباع حق نہیں بلکہ اتباع ہوائے نفس ہے

حضرت شاہ صاحب نے فرمایا کہ اس کو اپنے ظاہر پر رکھنا چاہیے یہ اون کی رائے ہے اور علامہ نووی نے فرمایا کہ تاویل ضروری ہے یہ اون کی رائے ہے۔ علامہ نووی کی رائے علامہ قاضی عیاض اور علامہ ابن حجر اور علامہ سعد الدین ملا علی قاری اور حضرت سرکار بغداد رضی اللہ عنہ و عنہم کی رائے کے بالکل موافق ہے لہذا وہی قابل ترجیح ہے اور شاہ صاحب تنہا رہ جاتے ہیں۔ علاوہ بریں قول کی ترجیح قائل کے فضل و کمال پر موقوف ہے علامہ نووی کا پایہ بہت بلند ہے بقول آپ کے وہ امام ہیں محدث ہیں محقق ہیں لہذا اون کا قول دوسرے کے قول پر قابل ترجیح ہے

حضرت شاہ صاحب نے فرمایا کہ زیادہ سے زیادہ یہ ہی تو ہوگا کہ سب علی گناہ کبیرہ ہوگا اور حضرت معاویہ گناہ کبیرہ کے مرتکب ہونگے لیکن یہ اوسی وقت جب تاویل نہ کی جائے اور جب حدیث مؤول ہوگی تو گناہ کبیرہ بھی نہ رہا اور تاویل کو ترجیح ہے تو ارتکاب گناہ کبیرہ کی نسبت بھی روا نہیں۔ اسی واسطے علامہ نووی نے فرمایا کہ حضرت معاویہ عادل ہیں۔

قولہ ۔ کہیئے اب آپ کو اطمینان ہوا (صہ)

اقول کیا صرف آپ کے کہدینے سے اور سبط ابن جوزی کی منقولہ عبارت سے پھر علامہ نووی کے قول سے اون کا قول مقدم نہیں قابل ترجیح نہیں۔

قولہ علامہ محب طبری الخ (صہ ۱۹)

اقول علامہ ابن حجر مکی فرماتے ہیں کہ حضرت حافظ عسقلانی صاحب الاصابہ فرماتے ہیں کہ محب طبری کثیر الوہم ہے ثم نقل عن شیخہ الحافظ العسقلانی انہ قال فی حق المحب الطبری انہ کثیر الوھم فی غیر ولہ بالحدیث (صہ ۱۲۵ صق)

جو شخص کثیر الوہم ہو اوسکی بات قابل اعتبار نہیں۔ علاوہ بریں کوئی خاص بات نہیں جو حدیث مسلم کے الفاظ ہیں وہ ہی ان کے ہیں۔ اپنی طرف سے ان تسب یا تراب بڑھادیا یہ اونکی ایک رائے ہے اور علامہ نووی کے قول سے مقدم نہیں۔

قولہ علامہ سخاوی الخ (صہ ۱۹)

اقول شرح کبیر وہ ہی عبارت ہے انھوں نے امور بہ بالسب بڑھا دیا یہ ان کی ذاتی رائے ہے اور علامہ نووی کے قول سے مقدم نہیں ہے۔

قولہ اسی مسئلہ میں حضرت علامہ واقدی کی بھی روایت سُن لیجئے (صفحہ ۲۰)

اقول سن لی اور آپ یہ سن لیجئے کہ صاحب رسالہ رد لروافض مطبوعہ پٹنہ ۱۳۲۲ھ صفحہ ۱۴۵ پر فرماتے ہیں "متقدمین میں سے بڑے نامور مورخ مثل واقدی وغیرہ کے جو امام المورخین کہلاتے ہیں خود ان کی کتابیں بیہودہ اور غلط روایتوں سے بھری ہوئی ہیں"

قولہ یہ حوالہ حضرت علامہ ابو عثمان الجاحظ رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب الرد علی الامامیہ کا ہے (صفحہ ۲۱)

اقول آپ نے جاحظ کا نام بڑے شد و مد اور بڑی مدح کے ساتھ لیا۔ آپ کو یہ بھی معلوم ہے کہ یہ آپ کے جاحظ صاحب کون ہیں۔ ملا علی قاری کی شرح شفا ج ۲ صفحہ ۵۰ میں زیر قول علامہ قاضی عیاض وقال نحو ھذا القول الجاحظ وثمامہ فرماتے ہیں وکلاھما من المعتزلہ جاحظ اور ثمامہ دونوں معتزلہ میں سے ہیں۔ پھر فرمایا والیہ تنسب الفرقۃ الجاحظیہ من المعتزلہ انکی کی طرف معتزلہ کا فرقہ جاحظیہ منسوب ہے پھر فرمایا قال الذھبی فی المیزان من کبار المعتزلہ ومن رؤس الضلالۃ یہ بڑا معتزلی ہے اور گمراہوں کا سردار ہے۔ فرمایئے بابا صاحب تحقیق معاویہ میں آپ کو اتنی بھی تمیز نہ رہی کہ اپنے اور غیر کو پہچانیں۔ اہلسنت کے مقابلہ میں معتزلیوں کا دامن پکڑیں اور ان کے قول سے سند لائیں۔ افسوس صد افسوس کہ مسئلہ دائرہ کی تحقیق کے لئے نہ آپ کو علامہ ابن ہمام ملے نہ علامہ قاضی عیاض نہ ملا علی قاری نہ علامہ ابن حجر جیسے اساطین اہلسنت ملے تو کوئی غیر معروف کوئی وہمی کوئی، رتی بھرتی والا اور کوئی بدمذہب معتزلی۔ معتزلی کے لئے جو فرقہ ناریہ میں سے ہے اوسے تو کہیں رحمۃ اللہ علیہ اور ایک صحابی رسول پر بھیجیں لعنت۔ مقام شرم ہے۔

قولہ مولف صاحب آپ نے اپنے رسالہ ہادیہ کے اندر بہت اچھل اچھل کر (صفحہ ۲۲)

اقول۔ بحمد اللہ کہ میں قادری ہوں اور قادری ہونے کے اعتبار سے دربار قادری کا فیصلہ سنا چکا ہوں یعنی حضرت سیدنا سرکار بغداد رضی اللہ عنہ کا غنیۃ الطالبین سے کہ مذہب اہلسنت یہ ہے کہ سکوت اختیار کیا جائے دونوں طرف اجتہاد کو دخل ہے مگر سرکار قادریت مدار کا یہ

فیصلہ سن کر آپ کی ساری چوکڑی گم ہو گئی۔ اور کیا یہ حقیقت نہیں کہ حضرت سرکار بغداد خود حسنی حسینی ہیں مگر وہ حضرت مولائے کائنات ہیں اون سے زیادہ کیا۔ آپ کے دل میں حضرت امام الاولیا والاصفیا کی وقعت و محبت ہوگی۔ آپ اون سے زیادہ ماننے والے ہیں۔ آپ اُن سے زیادہ فیوض و برکات والے ہیں کہ وہ تو وہ فیصلہ فرمائیں کہ سکوت کرو لعن طعن مت کرو حالانکہ وہ حضرت مولا کے بیٹے سب سے زیادہ اونہیں طرفداری کرنا چاہئے تھی مگر وہ خود انہوں نے مذہب اہلسنت کو نہ چھوڑا، اور قادریوں کو خصوصاً، اہلسنت کو عموماً نصیحت فرمائی کہ تم دخل نہ دینا مگر آپ نے اوسے بھی پس پشت ڈالدیا اور جس چیز کو منع کیا تھا وہ ہی اختیار کی۔ قادریوں کو خطاب کرتے ہوئے شرم نہیں آئی۔ اور الحمد للہ کہ ہم ابتک حضرت ہی کے فیصلہ پر قائم ہیں اور انشاء اللہ قائم رہیں گے ہم قادری دین کے غلام ہیں تو سرکار قادریت سے کیسے بے نیاز ہو سکتے ہیں۔ آپ اپنے کو دیکھئے کبھی شیعہ کی طرف جھک پڑے کبھی معتزلی کا دامن پکڑا اور کبھی جھوٹا دعویٰ سنیت کا۔ نہ گھر کے نہ گھاٹ کے

قولہ اور پھر بھی صحابی بنا رہے مجتہد بنا رہے امام بنا رہے پیشوا بنا رہے۔ حضرت بنا رہے اور رضی اللہ عنہ بنا رہے (صلا قول مت۲۵ حصہ معاویہ)

اقول صحابی تو وہ ہیں مجتہد بھی ہیں، امام بھی ہیں پیشوا بھی ہیں حضرت بھی ہیں، اور رضی اللہ عنہ بھی ہیں اور امیر مملکت اسلامیہ بھی ہیں اور خلیفہ بھی ہیں۔ سب کچھ ہیں اور آپ سے سوا اس سوقیانہ طرز کلام کے کچھ بھی نہ ہو سکا۔ وہ تو یہ سب ہیں آپ انگاروں پر لوٹئے۔ کروٹیں بدلئے اور موتوا بغیظکم کے مصداق بنئے۔ خدا کا شکر ادا کیجئے کہ آپ حضرت عمر بن عبدالعزیز کے زمانہ میں نہیں یا اس زمانہ میں نہیں ورنہ کم از کم تین کوڑوں سے تو آپ کی خاطر فرما ہی دیتے

وقال ابراهيم بن ميسرة ما رأيت عمر بن عبد العزيز ضرب احدا في خلافته غير رجل واحد تناول من معاوية فضربه ثلاثة اسواط (تاریخ، تحفہ)

قولہ اور ایک مرد مومن اللہ پاک کی تائید و توفیق سے اگر اس شقی بدبخت (ص۲۳ قول مش۲۵ حصہ معاویہ)

اقول سبحان اللہ ایک صحابی کو امیر مملکت اسلامیہ کو گالی دے اور مرد مومن شقی بدبخت کہے اور مرد مومن منافق ظالم فاسق کہے اور مرد مومن داخل جہنم بتائے اور مرد مومن جبار کرے کے

نقل میں خیانت کرے اور مرد مومن شیعوں اور معتزلہ کا دامن پکڑے اور مرد مومن اپنے ایک ہم
کو شیعہ بنائے اور شیعہ کو پیار کرے اور مرد مومن خارجیوں کا طریقہ اختیار کرے، اور مرد مومن
رافضیوں کی گواز گودیوں میں کھیلے اور مرد مومن اور وہ بھی اللہ کی توفیق سے۔ یہ توفیق آپ ہی
کو نصیب ہوئی نہ آئمہ مجتہدین کو ملی نہ متکلمین وفقہا کو نہ مشائخ عظام کو نہ ابن ہمام کو نہ ملا علی قاری
کو نہ سعد الدین تفتازانی کو نہ علامہ شامی اور علامہ قاضی عیاض کو نہ حضرت سرکار، جد ذکر رحمۃ
اللہ علیہم کی توثیق کو ملی۔ کہیں جناب کو دھوکہ نہ ہو گیا ہو اور یہ نیورس والا معاملہ نہ ہو کیونکہ وہ
ایمانوں کے برباد کرنے کی بڑی مہارت رکھتا ہے اور چٹکیوں میں گل کھلا دکھا دیتا ہے۔ جی۔ چودھویں
صدی میں آپ ہی اہل بیت کی محبت کا بیج بونے کے لئے منتخب کئے گئے ہیں۔ اس کے موجد آپ ہی
ہوئے ہیں۔ سبحان اللہ، یہ منہ اور مسور کی دال۔ واقعی مرزا صاحب کو بھی اور حضرت سرکار دو عالم
صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مولائے کائنات رضی اللہ عنہ کا بدلہ بھی حاصل کرنا ہے اور آپ
بھی وہاں ہوں گے مگر ان شاء اللہ تعالیٰ حضرت مولائے کائنات ہی حضرت معاویہ سے فرمائیں گے
کہ نکال دو اس کو یہاں سے جس نے تمہیں شقی ملعون منافق داخل جہنم کہا تھا اہل بیت کی
محبت کا دعویٰ کرتا تھا۔ ہمارے درمیان کے اختلافات میں حکم بنا ہوا تھا اس کو کیا حق تھا رسول کے
صحابی ہونے کا بھی خیال نہ کیا اور ادھر سے لپکیں گے حضرت قاتل الکفرۃ ومنہا بصاحب السنۃ
والاحتساب اور فرمائیں گے اضرب عنق هذا المنافق اور ادھر حضرت عمر ابن عبد العزیز کوڑا
لئے تیار ہوں گے اس نے رافضیوں کی ہمت بڑھائی خارجیوں کا ساتھ دیا وسیعلم الذین ظلموا ای
منقلب ینقلبون تب ہوش پراگندہ ہوں گے آنکھیں کھلیں گی اور اس وقت اپنی غلطی کو کوسیں گے
اور یورس والے کو برا کہیں گے اور وہ کہے گا تم نے میرا کہنا کیوں مانا تمہیں خدا نے کیا عقل نہ دی
تھی۔ ایمان برا بھلا خود سوچئے، اندھے ہو کے میرے پیچھے کیوں لگے۔

قولہ ابن عبد ربہ نے کتاب العقد کے اندر لکھا ہے (ص ۳۶ قول ص ۲۲۵ حضرت معاویہ)

اقول کشف الظنون میں ہے کتاب العقد ابن عبد ربہ قرطبی کی ہے وقال ابن کثیر
یدل من کلامہ علی تشیع فیہ ابن کثیر نے فرمایا ہے کہ اوس کا کلام اوس کے رافضی ہونے پر
دلالت کرتا ہے۔ فرمائیے جناب!! صاحب یہ شیعوں کو آپ نے اپنے یہاں بھریا اور اہلسنت

کے مقابلہ میں شیعوں کی کتابوں سے استدلال کرتے ہیں یہ کیا آپ کے دونوں ہاتھوں کے رافضی ہونے کی دلیل نہیں

قولہ وقال السید محمد ابن عقیل الخ (صفحہ ۲۶ قول)

اقول یہ وہ ہی ہیں جنکے رد میں میں ما عقد سابیہ لکھ چکا ہوں۔ ڈھکے شیعہ ناقابلِ اعتبار ہیں رہنے دیجئے ان کی بات ہم سننے کے لئے تیار نہیں۔ جو کچھ اوس نے لکھا محض بہتان افترا کوئی ثبوت شرعی نہیں

قولہ فکتبت ام سلمۃ الخ (صفحہ ۲۷ قول)

اقول یہ کس کتاب کی روایت ہے حوالہ کیوں غائب کچھ تو پردہ داری ہے۔ ایسی بے ثبوت بات اور ہمارے سامنے ایسی باتیں نہ معلوم دشمنانِ معاویہ نے کتنی گڑھ ڈالی ہیں جنکی سند نہ ہو اور معتبر سند نہ ہو قابل احتجاج نہیں۔

قولہ آپنے علامہ ابن عبد ربہ کی کتاب العقد کو پڑھا الخ (صفحہ ۲۸)

اقول آپ نے کشف الظنون کی عبارت دیکھ لی کہ آپ کے علامہ ابن عبد ربہ شیعہ ہیں اور انکی رافضیت انکے کلام سے ظاہر ہے لہٰذا اسکی بات کا کیا اعتبار۔ دشمن کی گواہی تو قانوناً بھی جائز نہیں۔

قولہ دخل سعد علی معاویۃ الخ (صفحہ ۲۹ قول)

اقول بقول حضرت شاہ صاحب ابتدائے فتنہ سے حضرت سعد کی ملاقات حضرت معاویہ سے ثابت نہیں تو یہ گفتگو کب ہوئی۔ ثابت کیجئے کہ ملاقات ہوئی، پھر اس قول کو پیش کیجئے۔ علاوہ بریں ابن عساکر نے بہت سی ضعیف اور موضوع روایتیں جمع کر لی ہیں

قولہ کہیں اپنے اس صحابی رسول کی جلالت قدر کے نشہ میں کتب تواریخ سے انکار نہ کر جائیگا الخ (صفحہ ۳۰ قول)

اقول کہیں حضرت معاویہ کے بلتعلق میں نووی شرح مسلم شفا شرح فقہ اکبر شرح عقائد مسایرہ مسامرہ اور حضرت سرکار قادریت مدار کی کتاب غنیۃ الطالبین اور فضائل معاویہ سے انکار نہ کر جائیگا ورنہ ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھے گا۔ اور رہی آپ کی تاریخیں تو مفصل گفتگو ہو چکی

ہے وہاں دیکھئے۔

قولہ اور پھر آپ کے جلیل القدر صحابی تو ایسے ہیں کہ ان کی جلالت قدر کے متعلق کتاب اللہ اور کتاب الرسول دونوں چپ۔ الخ (صفحہ ۲ قول)

اقول حضور کے ایک لاکھ کئی ہزار صحابہ ہیں۔ کیا ان سب کے لئے کتاب اللہ کتاب الرسول میں نصوص موجود ہیں جو حضرت معاویہ کے لئے آپ کو ضرورت ہوئی۔ بس صرف ایک نص کافی ہے کہ صحابی رسول ہیں یہ ہی شرف سب سے مقدم ہے سب اس میں شریک ہیں۔ علاوہ بریں حضرت معاویہ کے فضائل کتب احادیث میں موجود جن کا ایک حصہ فصل فضیلت میں نقل کر چکا ہوں مگر

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم — چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

سب وشتم کے متعلق مسئلہ

قولہ اب سن لیجئے کہ معاویہ کے اوپر بس فعل شنیع اور مر ملعون الخ (صفحہ ۱۲ قول)

اقول صاحب تنویر الابصار نے فرمایا وکل مسلم ارتد فتوبتہ مقبولۃ الا الکافر بسبب نبی او الشیخین او احدھما۔ جو مسلمان مرتد ہو جائے تو اس کی توبہ مقبول ہو جائے گی مگر اس کافر کی نہیں جس نے نبی کو سب وشتم کیا یا شیخین کو یا ایک کو۔ صاحب درمختار نے اس کی شرح میں لکھا فی البحر عن الجوھرۃ معزیا للشھید من سب الشیخین او طعن فیھما کفر ولا یقبل توبتہ۔ بحر الرائق میں جوہرہ سے منقول ہے کہ جس نے شیخین کو سب وشتم کیا یا طعنہ لگایا تو وہ کافر ہے اور توبہ اس کی مقبول نہیں پھر فرمایا لکن فی النھر وھذا لا وجود لہ فی اصل الجوھرۃ وانما وجد علی حاشیۃ بعض النسخ فالحق بالاصل۔ لیکن نہر الفائق میں ہے کہ اس عبارت کا اصل جوہرہ میں کہیں وجود نہیں بلکہ حاشیہ پر تھی پھر اصل کے ساتھ ملا دی گئی۔ علامہ شامی درمختار کی شرح میں فرماتے ہیں واقول علی فرض ثبوت ذلک فی عامۃ نسخ الجوھرۃ لا وجہ لہ یظھر لما قدمناہ من قبول توبتہ من سب الانبیاء عندنا خلافا للمالکیۃ والحنابلۃ واذا کان کذلک فلا وجہ للقول بعدم قبول توبۃ من سب الشیخین بل لم یثبت ذلک عن احد من الائمۃ فیما اعلم پھر فرمایا اقول نعم نقل فی البزازیۃ عن الخلاصۃ ان الرافضی اذا کان یسب الشیخین ویلعنھما فھو کافر ان یفضل

بما هو مبتدع وهو حق الا يستلزم عدم قبول التوبة على ان الحكم عليه بالكفر مشكل لما في الاختيار اتفق الائمة على تضليل اهل البدع وتخطئتهم وسب احد من الصحابة وبغضه لا يكون كفرا لكن يضلل

اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ وہ عبارت جوہرہ کے تمام نسخوں میں ہے۔ پھر بھی اس کی کوئی وجہ ظاہر نہیں۔ اس لئے کہ ہم بیان کر چکے ہیں کہ ساب نبی کی توبہ ہمارے یہاں مقبول ہے، اور جب ایسا ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ یہ کہا جائے کہ ساب شیخین کی توبہ مقبول نہ ہوگی بلکہ یہ عدم قبول توبہ کسی امام سے ثابت نہیں ہاں بزازیہ میں خلاصہ سے نقل کیا گیا ہے کہ رافضی اگر شیخین کو سب وشتم کرے تو کافر ہے اور اور ان پہ حضرت علی کو فضیلت دے تو بدعتی ہے مگر اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اس کی توبہ مقبول نہیں۔ علاوہ اسکے ساب شیخین پر کفر کا حکم لگانا بھی مشکل ہے اس لئے کہ اختیار میں ہے کہ تمام ائمہ کا اس پر اتفاق ہے کہ اہل بدعت گمراہ اور خطاوار ہیں اور کسی صحابی کو گالی دینا کفر نہیں بلکہ گمراہی ہے۔

اس بحث کا خلاصہ یہ ہوا کہ حضرات شیخین کو سب وشتم کرنا کفر نہیں ایسے شخص پر تکفیر کا فتویٰ غلط ہوگا علامہ شامی پھر فرماتے ہیں فعلم ان ما ذكره في الخلاصة من انه كافر قول ضعيف مخالف للمتون والشروح بل هو مخالف لاجماع الفقهاء وقد اطال العلامة ملا علي القاري رسالة في الرد على الخلاصة بخلاف فعلم قطعا ان ما عزي الى الجوهرة من الكفر مع عدم قبول التوبة على فرض وجوده في الجوهرة باطل لا اصل له ولا يجوز العمل به۔ معلوم ہوا کہ خلاصہ میں جو یہ بتایا کہ ساب شیخین کافر ہے قول ضعیف ہے متون وشروح کے خلاف ہے بلکہ اجماع فقہاء کے مخالف ہے۔ اور علامہ علی قاری نے ایک رسالہ بھی خلاصہ کے اس فتوے کے رد میں لکھا ہے لہذا اسی سے معلوم ہو جائیگا کہ جوہرہ کی طرف جس عبارت کی (کہ ساب شیخین کافر وغیر مقبول التوبہ ہے) نسبت کی گئی اگرچہ وہ جوہرہ ہی کی عبارت مان لی جائے جب بھی محض باطل وبے اصل ہے لہذا اس پر عمل جائز نہیں۔

پھر علامہ شامی نے رسالہ تنبیہ الولاۃ میں فرمایا والحاصل ان الحكم بالكفر على ساب الشيخين او غيرهما من الصحابة مطلقا قول ضعيف لا ينبغي الافتاء به ولا التعويل عليه۔ ساب شیخین یا صحابہ میں سے کسی صحابی کے دشنام دہندہ پر کفر کا حکم قول ضعیف ہے نہ اس پر فتویٰ دینا جائز نہ اس پر اعتماد۔

پھر ملا علی قاری کا قول نقل فرما دہ فرماتے ہیں ثم لا شك ان اصول الادلة هي الكتاب والسنة والاجماع وليس في تكفير ساب الصحابة والشيخين اجماع ولا كتاب ولا من احاديث آحاد ولا اسناد

قطعیۃ الدلالۃ وما اشتہر علی السنۃ العوام من ان سب الشیخین کفر لم اسر نقلا صریحا اس میں شک نہیں کہ اصول دلائل کتاب الٰہی ہے حدیث ہے اجماع ہے اور ساب صحابہ یا ساب شیخین کی تکفیر پر نہ اجماع ہے نہ کوئی آیت بلکہ حدیثیں ہیں وہ بھی آحاد ظنی الدلالت اور یہ جو عوام کی زبانوں پر مشہور ہے کہ سب شیخین کفر ہے اس کی صراحۃ کہیں نقل نہیں۔ پھر فرمایا وقد صرح التفتازانی بان سب الصحابۃ بدعۃ و فسق وکذا صرح ابو الشکور السالمی فی تمہیدہ بان سب الصحابۃ لیس بکفر علامہ تفتازانی نے تصریح فرمائی ہے کہ سب صحابہ بدعت وفسق ہے اور ابو شکور سالمی نے تمہید میں تصریح کی ہے کہ سب صحابہ کفر نہیں پھر فرمایا ثم لا وجہ لتخصیص الشیخین بل کذا الختنین ای عثمان وعلیا بل سائر الصحابۃ کذلک۔ پھر اس مسئلہ میں تخصیص شیخین نہیں ہے بلکہ حضرت عثمان و حضرت علی تمام صحابہ کے لئے عام ہے یعنی کسی کا سب وشتم کفر نہیں۔

پھر شرح فقہ اکبر میں حضرت امام اعظم کے ارشاد مبارک ولا نکفر مسلما بذنب من الذنوب کے تحت میں فرمایا ثم فی بسط الامام الکلام فی نفی تکفیر ارباب الآثام من اہل القبلۃ و من البیان عنہ دلالۃ علی ان سب الشیخین لیس بکفر۔ حضرت امام کے قول میں اس امر کی دلیل ہے کہ سب شیخین کفر نہیں پھر فرمایا فیستوی الشیخان وغیرہما اس مسئلہ میں ساب شیخین یا کسی صحابی کا ساب دونوں برابر ہیں یعنی کسی کا سب وشتم کفر نہیں۔

شرح عقائد نسفی میں ہے فسبہم والطعن فیہم ان کان مما یخالف الادلۃ القطعیۃ فکفر کقذف عائشۃ والا فبدعۃ وفسق۔ صحابہ کو گالی دینا طعن زنی کرنا اگر وہ اس چیز سے ہے جو دلیل قطعی کے مخالف ہے تو کفر ہے جیسے قذف عائشہ ورنہ بدعت وفسق ہے۔ یعنی کفر نہیں۔

خلاصہ مسئلہ

یہ کہ حضرات شیخین، حضرات ختنین یا دیگر صحابہ کرام کو سب وشتم کرنا کفر نہیں ہے۔ کفر کا فتوے دینا ضعیف قول ہے قابل اعتماد نہیں تمام فقہا کا اسی پر اجماع ہے۔ مذہب حنفی کا مفتی بہ قول یہی ہے۔ ایسی صورت میں شاہ صاحب قبلہ کا یہ فتویٰ کرنا چار حکم بہ تکفیر ساب ختنین مردود وہو المذہب المنصور خلاف تحقیق و تصریحات فقہائے عظام ہے لہذا یہ قول مرجوح ہے۔ ظاہر ہے کہ جب سب شیخین جو اکابر و افضل جمیع صحابہ ہیں کفر نہیں بلکہ فسق وضلال ہے تو سب ختنین کیونکر کفر ہو سکتا ہے اور تکفیر کا

فتویٰ کس طرح دیا جا سکتا ہے

بابا صاحب اس مسئلہ کو لکھاتے تو صرف فتاویٰ عزیزیہ ہی پر اکتفاء کرنا تھا بلکہ فقہ حنفی اور اہلسنت کے عقائد کی اور کتابیں بھی دیکھنا تھیں تاکہ مسئلہ صاف ہو جاتا مگر آپ کو کہاں توفیق آپ کو صرف یہ توفیق ہے کہ ایک ہی سانس میں کہہ دایں. معاویہ شقی ہے. بدبخت ہے ملعون ہے ظالم ہے منافق ہے داخل جہنم ہے. آپ کا موضوع بغض گالیوں سے بھرا ہے اور چونکہ کسی دلیل قطعی سے صاف صراحۃً یہ ثابت نہیں کہ حضرت معاویہ نے سب و شتم کیا لہٰذا اگر یہ فتویٰ مان بھی لیا جائے جب بھی ان پر وارد نہیں ہوتا اور وہ رد ہوتا ہے تو کفر وارد نہیں ہوتا جس کی بنا پر آپ دشمنی کافر اور یقیناً داخل جہنم کہہ رہے ہیں

سب و شتم کی دو صورتیں

(۱) پہلا ابھی یہ بتایا گیا کہ سب و شتم فسق ہے. گناہ کبیرہ ہے (۲) لیکن اگر سب و شتم کرنے کو حلال و مباح وکارِ ثواب سمجھا جاتا ہے تو کفر ہے. علامہ قاضی ابوالعیل فرماتے ہیں الذی علیہ الفقہ ہو فی سب الصحابۃ ان کان مستحلا لذلک کفر والا فسق. ملا علی قاری فرماتے ہیں واما من سب احدا من الصحابۃ فہو فاسق ومبتدع بالاجماع الا اذا اعتقد انہ مباح او یترتب علیہ ثواب کما علیہ بعض الشیعۃ (اقول وکما علیہ بابا) او اعتقد کفر الصحابۃ فانہ کافر بالاجماع (تنبیہ الولاۃ علامہ شامی)

اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ معصیت کا کسی قسم کی معصیت ہو حلال و مباح سمجھنا کفر ہے. حضرت امام اعظم فقہ اکبر میں فرماتے ولا نکفر مسلما بذنب من الذنوب وان کانت کبیرۃ اذا لم یستحلہا شرح عقائد میں ہے واستحلال المعصیۃ صغیرۃ کانت او کبیرۃ کفر

یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ استحلال کسی حرام کو حلال سمجھنا فعل جوارح نہیں جو دیکھ کر فوراً حکم لگا دیا جائے بلکہ ایک فعل قلبی و اعتقادی ہے جو مضمر و پوشیدہ ہے. جس کو اللہ جانتا ہے. ملا علی قاری فرماتے ہیں مع ان الاستحلال الموجب للکفر امر باطنی لا یعلمہ الا اللہ (شرح فقہ اکبر) یا بتعلیم الٰہی اللہ کا رسول جانے. اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وما کان اللہ لیطلعکم علی الغیب ولکن اللہ یجتبی من رسلہ من یشاء
اول تو حضرت معاویہ کا سب و شتم ہونا ثابت ہی نہیں. اور تنازلاً ۹۹ فی صدی کچھ ثبوت ہو بھی جائے تو یہ ثابت ہونا مشکل کہ بصورت استحلال ان سے یہ فعل واقع ہوا. جب یہ غیر ممکن تو حضرت

معاویہ پر یا کسی کا فتویٰ کفر بالکل نہیں بلکہ محض بغض و بدزبانی

قولہ ہو سکتا ہے آپ یہ کہہ دیں یہ سب ہیں گو رسول، شکی شرف صحبت ایسی ہے کہ صحابی زنا کرے، چوری کرے، شراب پیئے، ایک دوسرے کو گالی دے مگر پھر بھی وہ صحابی ہے اسے کچھ نہ کہو اوسکی تعظیم ہی کرو تو حضرت صحابی کے لیئے یہ استثنا کیوں ہے الخ (صفحہ ۳۲)

اقول تو آپ کا منشا اس عبارت سے ظاہر ہے کہ اگر خدانخواستہ کسی صحابی سے گناہ کبیرہ ہوجائے تو وہ صحابی صحابی نہ رہا۔ واجب التعظیم نہ رہا لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم صحابیت کیوں ختم ہوجائے گی۔ صحابیت ختم ہونے کی صرف ایک وجہ ہے کہ اوسکی موت کفر پر ہو۔ علماء نے یہانتک فرمایا ہے کہ اگر کوئی ایسا شخص جو حضور پر ایمان لایا شرف صحبت سے مشرف ہوا اور پھر مرتد کافر ہوگیا پھر وہ ایمان لے آیا اور ایمان ہی پر موت ہوئی تو اوسکی صحابیت منقطع نہ ہوئی۔ دیکھئے مسایرہ اور مسامرہ کی عبارت برصحابی کی تعریف کے سلسلہ میں قول دان تخللت ردۃ

باقی رہا یہ کہ معاذاللہ اون سے کوئی گناہ سرزد ہوا تو آپ کو کیا آپ کوئی قاضی تو ہیں نہیں جس کسی سے جو کچھ بھی وہ ہوا اور جب وعدہ ہی وکلا وعد اللہ الحسنیٰ اون کی مغفرت ہوگئی اب وہ دنیا سے تشریف لے گئے اب اونکے اس قسم کے واقعات کو دہرانا اپنی خباثت نفسانی کا اظہار کرنا ہے حضور نے عام طور سے فرمایا ہے اذکروا محاسن موتاکم ولا تذکروا مساویہم جو انتقال کر گئے اونکی خوبیاں بیان کرو برائی سے یاد نہ کرو۔ پھر یہ تو صحابۂ رسول ہیں ان کے ذکر میں برائی کا ذکر تو اور برا

علامہ قاضی عیاض شفا میں فرماتے ہیں ومن توقیرہ وبرہ علیہ الصلوٰۃ والسلام توقیر صحابہ وبرہم ومعرفۃ حقہم والاقتداء بہم وحسن الثناء علیہم والاستغفار لہم والامساک عما شجر بینہم ومعاداۃ من عاداہم والاضراب عن اخبار المؤرخین وجہلۃ الرواۃ وضلال الشیعۃ والمبتدعین القادحۃ فی احد منہم وان یلتمس لہ فیما نقل عنہم من مثل ذلک فیما کان بینہم من الفتن احسن التاویلات ویخرج لہم احسن المخارج ولا یذکر احد منہم بسوء ولا یغمص علیہم امر بل یذکر حسناتہم وفضائلہم وحمید سیرہم ویسکت عما وراء ذلک کما قال علیہ الصلوٰۃ والسلام اذا ذکر اصحابی فامسکوا

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم وتوقیر یہ بھی ہے کہ آپ کے اصحاب کی تعظیم بجا لائی جائے اونکے حق کو پہچانا جائے اونکی اقتدا کی جائے اون کی ثنا بیان ہو اونکے لئے استغفار ہو اونکے درمیان

جو اختلاف و گفت و شنید عمل ہوا اوس سے باز رہا جائے۔ اون کے دشمنوں سے دشمنی کی جائے تاریخ دانوں۔ اور جاہل راویوں کی تاریخی بیان سے اعراض کیا جائے جیسے رافضی گمراہ شیعہ بدعتی جو کسی صحابی کی شان میں قدح کریں، اونکے معاملات میں جو اونکے درمیان فتن کو حروب ہوئے بہتر تاویل تلاش کی جائے اچھا راستہ ڈھونڈا جائے کسی کو برائی سے یاد نہ کیا جائے اونکو کسی بات پر طعنہ نہ دیا جائے بلکہ اون کی نیکیاں اونکے فضائل اون کی اچھی خصلتیں ذکر کی جائیں اور اسکے سوا ہر بات سے سکوت اختیار کیا جائے۔ حضور نے فرمایا ہے کہ جب میرے اصحاب کا ذکر ہو تو رکو۔ علامہ قاری فرماتے ہیں عن الطعن فیہم وذکرھم بما لا ینبغی فی حقہم۔ طعنہ سے اور ایسی بات سے جو اونکے حق میں غیر موزوں ہو اوس سے رکو (ج ۲ ص۸۹) علامہ علی قاری اسی مقام پر فرماتے ہیں وفی حدیث آخر ایاکم وما شجر بین اصحابی حضور نے فرمایا ہے کہ جو میرے صحابہ کے درمیان اختلاف کمی بیشی ہو جائے اوس سے تم دور رہو یعنی تمہیں اوس میں بولنے اور فیصلہ کرنے کی ضرورت نہیں۔ شاہ عبدالعزیز صاحب فتاوی عزیزیہ میں فرماتے ہیں۔ پھر بھی صحابی ہونے کی حیثیت سے واجب الاحترام ہیں (صنیف المفتی ترجمہ فتاوی عزیزی ص۱۵۳) حضرت سرکار بغداد کا ارشاد مبارک گذر چکا کہ اونکے معاملات میں خاموشی اختیار کرو اونکے معاملات خدا کے سپرد کرو۔ حضرت امام اعظم کا ارشاد مبارک موجود ہے ولا نذکر الصحابۃ الا بخیر۔ حضرت امام شافعی فرماچکے فلا نلوث السنتنا بھا

یہ ہے فرمان رسول یہ ہے فیصلہ مجتہدین یہ ہے فرمان حضرت سرکار بغداد یہ ہے علامہ قاضی علی حق اور شاہ صاحب قبلہ دہلوی کا بیان جس میں صحابہ کا استثنا ہے کہ اونکی تعظیم سے مد نظر ہے تعظیم رسول اور یہ کہ صحابہ افضل امت ہیں تو ساری امت مفضول ہوئی۔ مفضول کو کیا حق حاصل ہے کہ افضل کے معاملات میں دخل دے اور پھر آپ کون ہیں نہ کوئی مجتہد نہ محدث نہ مفسر نہ متکلم نہ ولی اور فیصلہ چکانے بیٹھے ایک امیر ملکت اسلامیہ کا۔

تاویل فعل و قول

قولہ (۵)۔ احکام خدا اور احکام رسول کے سامنے کوئی بھی ہو کسی کے فعل بد کی تاویل نہیں کی جاسکتی (ص۲۲)

اقول خدا کے رسول ہی کا حکم ہے ادرؤا الحدود ما استطعتم۔ جہاں تک ہوسکے حدود کو دفع کرو صاف مطلب ہے کہ جہاں تک تاویل ہوسکے تاویل کرو تاکہ سزا سے بچ جائے اسی واسطے یہ قطعی فیصلہ کر دیا گیا کہ اگر مسلمان کے کسی قول یا فعل میں ننانوے پہلو کفر کے نکلتے ہوں اور ایک پہلو اسلام کا تو اسلام کا پہلو غالب رکھو۔

علامہ علی قاری شرح فقہ اکبر میں فرماتے ہیں وقد ذکروا ان المسئلۃ المتعلقۃ بالکفر اذا کان لہا تسع وتسعون احتمالا للکفر واحتمال واحد لنفیہ فالاولی للمفتی والقاضی ان یعمل بالاحتمال النافی لان الخطأ فی ابقاء الف کافر اهون من الخطاء فی افناء مسلم واحد ۔

فتاوی عالمگیریہ میں ہے اذا کان فی المسئلۃ وجوہ توجب الکفر ووجہ واحد یمنع فعلی المفتی ان یمیل الی ذلک الوجہ

جناب بابا صاحب مجھے حیرت ہے کہ آپ سُنی حنفی ہونے کے مدعی ہیں مگر بات جو آپ کہتے ہیں وہ اہلسنت کے مسلک اور احناف کے مذہب کے خلاف ہی کہتے ہیں۔ ساری تحریر میں نہ مذہب اہلسنت کی کتب سے کوئی غرض نہ ان سے استدلال نہ فقہ حنفی سے کوئی مطلب نہ ان سے استناد۔ اتنے بڑے مدعی کے لئے آپ کی ذہنیت کو یہاں کہیں ٹھکانہ نصیب نہیں۔ یہ آخر بات کیا ہے کہ دعوی حنفیت وسنیت کا اور عمل اس کے خلاف کہیں پارہ الم کے دوسرے رکوع کے تو مصداق نہیں بن بیٹھے ہیں۔

اچھا صاحب کسی کے فعل بد کی بقول آپ کے تاویل نہیں کی جائیگی تو مُنتے اور اپنے اقوال بد کی اب تاویل نہ کیجئے گا۔ اور جو سزا اس پر مرتب ہو اس کو بخندہ پیشانی قبول فرمائیے گا آپنے حضرت معاویہ کو شقی کہا تو شقی آپ ہوئے آپ نے بدبخت کہا تو بدبخت آپ ہوئے آپنے منافق کہا تو منافق آپ ہوئے آپ نے داخل جہنم کہا تو داخل جہنم آپ ہوئے آپ نے اپنا ایک ہاتھ شیعہ بتایا تو شیعہ آپ ہوئے۔ آپنے شیعوں کو سچا کہا تو شیعہ آپ ہوئے۔ یہ آپکے اقوال بد ہیں جنکی نہ آپ تاویل کرسکتے ہیں نہ ہم کرسکیں، اور یہ ان کی سزائیں ہیں۔ بابا صاحب خفا نہ ہوجیے گا۔ احکام خدا و رسول میں کسی شخصیت کا لحاظ نہیں جیسا کہ آپ صفحہ ۳۲ پر تحریر فرما چکے ہیں۔ اسی واسطے آپ کی شخصیت کا لحاظ نہ کرتے ہوئے آپ کے لئے فتوی لکھا گیا اور آپ کے

رسالوں کا اردو ابطال کیا گیا اب در شنبے گا نہیں کر چھپے۔ یا کہا گیا و بیا کہا گیا۔

عنوان نمبر۲

قول معاویہ ظالم تھا (ص۲۹)

اس مسئلہ میں آپ فرماتے ہیں: معاویہ کے ظالم ہونے کے سلسلے میں آپ ہی کے میدان کی مشہور اور درسی کتاب ہدایہ کا حوالہ دیتا ہوں دیکھئے ہدایہ جلد ۳ کتاب ادب القاضی ص۱۳۲ اور اب سن لو اس عبارت کو یاد کر لیجئے "یجوز التقلد من السلطان الجائر کما یجوز من العادل لان الصحابۃ تقلدوا من معاویۃ"

اقول جس نے آپ کو ہدایہ کی عبارت لاکر دکھائی تھی اوس سے ذرا ہدایہ کی شرح فتح القدیر مصنفہ علامہ ابن ہمام بھی منگوالی ہوتی اور اوس سے کہتے کہ ذرا اس کی شرح بھی پڑھکر سمجھا دو۔ ممکن ہے کہ شرح نہ ہو یا آپ نے جان بوجھکر اوس سے اغماض فرمایا ہو تو اوسکی عبارت میں نقل کر کے سمجھائے دیتا ہوں وہ اسی کے ماتحت فرماتے ہیں۔ ثم انما یتم اذا ثبت انہ ولی القضاء قبل تسلیم الحسن لہ واما بعد تسلیمہ فلا حضرت معاویہ کو جائر کہنا اوس وقت تو ہو سکتا تھا جب تک کہ حضرت امام حسن نے امر خلافت اون کے سپرد نہ کیا تھا لیکن جب سپرد کر دیا تو پھر جائر کہنا مناسب نہیں اور پھر اوس پر اس کا تفریع کہ معاویہ جائر سے تقلد قضاء جائز ہے جیسے عادل سے یہ مناسب نہیں۔

یعنی بعد تسلیم امام حسن تو وہ امام حق ہو گئے جائر نہ رہے جیسا کہ فاضل نے فرمایا اور حضرت سرکار بغداد کا ارشاد مبارک ہوا کہ اونکی خلافت صحیح ہے۔

دیکھا آپ نے صاحب فتح القدیر نے صاحب ہدایہ کے اس جملہ کو پسندیدگی کی نظر سے نہ دیکھا اور بصورت اعتراض کچھ لکھنا ہی پڑا اور قبل تسلیم امام حسن یہ ثابت نہیں کہ اونھوں نے قاضی بنائے ہوں۔ تو اس مسئلہ کے تفریع میں اونکا ذکر ہی غیر مناسب ہے۔

لیجئے جناب میرے سبق نے تو مجھ کو یہ توفیق بخشی کہ فتح القدیر سے مسئلہ صاف کر دیا گر آپ کو یہ توفیق نہ ہوئی کہ فتح القدیر دیکھ لیتے اور اذعا وعند عبارت ہدایہ پیش نہ کرتے۔ بات تحقیق کے بعد لکھا کیجئے تاکہ بعد کو شرمندگی جھک کر سلام نہ کرے۔

حدیث ملک عضوض اور بابا صاحب کی غلطی

قولہ صاحب ہدایہ کی یہ عبارت ملک عضوض کی بہترین تشریح اور توضیح ہے کیا میں اب آپ سے یہ امید کروں کہ اس فتوے کو صحیح تسلیم کرتے ہوئے آپ معاویہ کو بجائے خلیفہ کے ایک بادشاہ اور بجائے حلیم کے ظالم اور درندہ مان لیں گے (ص۴۳) اسکے بعد حدیث الخلافۃ بعدی ثلثون سنۃ ثم یصیر ملکا عضوضا نقل کرکے ترجمہ کرتے ہیں یعنی خلافت راشدہ یا خلافت حقہ میرے بعد تیس برس تک رہے گی اسکے بعد چیرنے پھاڑنے والے یعنی ظالم بادشاہوں کی حکومت ہو جائے گی (ص۴۴)

اقول جناب فاضل علوم شرقی صاحب آپ نے اس لفظ ملک عضوض کا ترجمہ ہی غلط کیا۔ حدیث کا لفظ ملک بضم میم ہے جس کے معنی ظاہر ہیں۔ یہ لفظ بفتح میم وکسر لام نہیں ہے جس کے معنی بادشاہ کے ہیں۔ اس لئے کہ یہ جملہ لفظ الخلافۃ کے بعد واقع ہوا ہے اور لفظ الخلافۃ غیر وصفی ہے لہذا اسکے مقابلہ میں بھی غیر وصفی ہی لفظ ہونا چاہئے یعنی ملک بضم میم۔ عبارت کی سلاست اور خوبی اسی چیز کی مقتضی ہے اور اگر لفظ ملک بفتح میم ہے تو وہاں لفظ خلیفہ ہونا چاہئے تاکہ دونوں جگہ وصفی لفظ ہو جائیں۔ آپ نے لفظ ملک بفتح میم سمجھا اور جو غلطیاں کرنی تھیں وہ کر گئے۔

حدیث کا مطلب اپنے ملک بضم میم کے ساتھ یہ ہے کہ خلافت راشدہ کے ختم ہونے کے بعد جو ملک ہوگا وہ عضوض ہوگا۔ یعنی اوس ملک کی رعایا بے کہنے ہوگی لاپرواہ ہوگی، وہ ایک دوسرے پر ظلم کریگی۔ چنانچہ یہ مطلب علامہ ابن حجر ہیتمی کی اوس عبارت سے ظاہر ہے جس کو آپ نے نقل کیا اور خود نہ سمجھے بلکہ اوس کا ترجمہ بھی غلط کر گئے وہ فرماتے ہیں یصیب الناس فیہ ظلم وعسف کانہم یعضون عضا اوس ملک میں لوگوں کو ظلم وعسف پہونچے گا اور وہ لوگ ایک دوسرے کو کاٹینگے۔ تو یہ کاٹنے کا وصف لوگوں کا آپس میں ہوگا۔ آپ نے ترجمہ کیا: گویا کہ اوس زمانہ کے بادشاہ لوگوں کو دانتوں سے کاٹیں گے۔ حالانکہ یعضون کی ضمیر لفظ ناس کی طرف راجع نہ بادشاہ کی طرف اگر بادشاہ کی طرف راجع ہوتی تو یعضون جمع کا صیغہ نہ ہوتا اس لئے کہ لفظ ملک واحد ہے اوسکے لئے فعل یعض آتا۔ اور یہاں لفظ فیہ خود اس امر کو بتا رہا ہے کہ حدیث میں لفظ ملک ہے بضم میم ہے اس لئے کہ ملک ظرف مکان ہے جس کے لئے لفظ فی آتا ہے ملک بفتح میم ہوتا تو یہاں لفظ فیہ موزوں ہی نہیں تھا۔ کہئے جناب فاضل علوم شرقی کچھ سمجھ میں آیا۔

جب حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اس ملک کی رعایا میں ایک دوسرے پر ظلم کرے گی تو اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ملک کا والی و ملک بفتح میم بھی ظالم ہوگا۔ اگر آپ کے خیال کے مطابق ایسا ہی ہے کہ حدیث کی پیش نظر ور لفظ ملک کے ساتھ بادشاہ ظالم ہونگے تو سب ہی بادشاہ ظالم ہوتے اس لئے کہ حدیث میں کسی کی تخصیص نہیں۔ پھر آپ نے حدیث کے عموم کو توڑ کر اور یہ کہہ کر کہ یزید کے بیٹے اور معاویہ کے پوتے معاویہ بن یزید اور حضرت عمر ابن عبد العزیز کو چھوڑ کر بقیہ تمام شاہان بنی امیہ ملک عضوض (بحوالہ صفحہ ۴۲) یزید کے بیٹے اور حضرت عمر بن عبد العزیز کو کیوں مستثنیٰ کیا گیا یہ لوگ خلافت راشدہ کے بعد نہیں۔ آپ کا ان کو مستثنیٰ کرنا اس امر کی دلیل ہے کہ حدیث میں لفظ ملک بفتح میم نہیں بلکہ ملک بالضم میم ہے۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ ملک کی رعایا میں ظلم کا استعمال اس امر کی دلیل نہیں کہ ملک کا والی بھی ظالم ہو جب ایسا نہیں ہے تو اس سے حضرت معاویہ کے ظالم اور درندہ ہونے کا نتیجہ کیوں کر اخذ ہو سکتا ہے۔

علاوہ بریں حدیث میں اگر لفظ ملک بفتح میم ہی ہے اور اس کے معنی بادشاہ ہیں اور اس سے حضرت معاویہ کا عضوض ہونا ثابت ہوتا ہے تو یہ ملک عضوض اسی وقت سے شروع ہو، جب سے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے تیس برس خلافت راشدہ ختم کرنے کے بعد حضرت امیر معاویہ کو سپرد کیا۔ لہذا اس کے بعد سے بتانا چاہیے تھا کہ انہوں نے کیا کیا ظلم کئے کیا کیا ستم ڈھائے۔

دیکھئے حضرت سرکار بغداد کا ارشاد مبارک گذر چکا ہے کہ حضرت امام حسن کے سپرد کر دینے کے بعد حضرت معاویہ کی خلافت ثابت اور صحیح ہے۔ ملا علی کا قول گذر چکا ہے۔ لکنہ صار اماما حقا لما فوض الیہ حسن بن علی الخلافۃ۔ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دینے کے بعد حضرت معاویہ امام حق ہو گئے۔

فرمایئے کہ حضرت سرکار بغداد رضی اللہ عنہ اور ملا علی قاری کی تو بعد سپردگی حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ خلافت کو صحیح اور ان کو امام برحق کہیں اور آپ ان کو ظالم اور درندہ کہیں، بتایئے آپ کی بات قابل تسلیم ہوگی یا حضرت سرکار بغداد اور ملا علی قاری کی اور فرمایئے کہ ظالم درندہ حضرت معاویہ ہیں یا آپ کیا آپ نے حضرت معاویہ کو اپنے دانت سے نہیں کاٹا اور ان کی شان میں الفاظ بیہودہ نہیں استعمال کئے۔

کیوں صاحب جب آپ نے حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کو ملک عضوض سے مستثنیٰ کیا

توحضرت معاویہ کو بھی آپ مستثنیٰ کرلیتے تو کیا نقصان تھا۔ آپ کو معلوم ہے کہ ملا علی قاری نے شرح شفا میں
بعض علما کا جواب نقل کیا ہے کہ معاویہ کے گھوڑے کی ناک کا غبار عمر بن عبد العزیز کی ناک سے
بہتر ہے۔ حیرت ہے کہ جس کی ناک معاویہ کے گھوڑے کی ناک کے غبار سے بھی افضل نہ ہو اوس کو تو آپ
عادل جانیں اور حضرت معاویہ کو ظالم ہی ظالم پکاریں۔

ملا علی قاری کی شرح فقہ اکبر میں فرماتے ہیں واول ملوک المسلمین معاویۃ وھو افضلھم مسلمانوں
کے بادشاہوں میں اول بادشاہ حضرت معاویہ ہیں اور وہ بادشاہوں میں افضل بادشاہ ہیں
دیکھئے باادب اور نیک طینت انسان ایسے ہوتے ہیں کہ جنکی زبان سے بدتیز اور گستاخی کا کلمہ
صحابۂ کرام کی شان میں ادا تک نہیں ہوتا۔ ان سے سبق لیجئے۔ السعید من وعظ بغیرہ مگر و ای
لہ الذکریٰ

قولہ بس اونھوں نے جواب دیا۔ کذب بنو الزرقاء بل ھم ملوک من شر الملوک و اول
الملوک معاویۃ (ص ۳۳)

اقول کسی نے حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ بنی امیہ کہتے ہیں کہ ہم خلیفہ ہیں تو اونھوں نے
فرمایا جھوٹ بولتے ہیں وہ خلیفہ نہیں ہیں بلکہ ملوک اور بادشاہ ہیں اور یہ اس لئے فرمایا کہ اون کے
سامنے خلافت راشدہ کا دور گذر رہا ہے اور اوس خلافت کے مسند پر رونق افروز ہونے والے کو خلیفہ
کہا جاتا تھا اب وہ دور گذر گیا ۳۰ برس ختم ہوگئے اب ملوکیت کا دور شروع ہوا تو ملوکیت کے تخت
پر بیٹھنے والا خلیفہ کیسے کہا جا سکتا ہے۔ بلکہ وہ بادشاہ ہوگا۔ اسی لئے فرمایا کہ وہ خلیفہ نہیں بلکہ بادشاہ ہیں
اور چونکہ اونکے سامنے بنی امیہ کی حکومت میں شرارت رہی اس لئے اونھوں نے شر الملوک فرمادیا۔
اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو بھی اونھوں نے اول ملوک میں شمار کیا یہ اون کی رائے ہے
اور آپ اوس جماعت میں سے ہیں جو حضرت معاویہ کے مخالفین تھے اس لئے مضر میں یہ لفظ فرمادیا
علامہ نووی شرح مسلم میں فرماتے ہیں کہ اون حروب کے زمانہ میں تین قسم کے لوگ تھے۔
(۱) قسم ظہر لھم بالاجتھاد ان الحق فی ھذا الطرف۔ پہلی قسم کے وہ لوگ تھے کہ اونھوں نے
اپنے اجتہاد سے یہ معلوم کیا کہ حق بجانب حضرت مولا ہیں۔ یہ لوگ حضرت مولا کے ساتھ رہے اور بجانب
مخالف سے جنگ کے حامی رہے (۲) قسم عکس ھذا دوسری قسم ان کے برعکس جنھوں نے

نے جنہوں نے یہ معلوم کیا کہ حق بجانب حضرت معاویہ ہیں یہ لوگ ان کے ساتھ رہے اور ان کے حامی ہوئے (۳) قسم ثالث اشتبهت عليهم القضية تیسری قسم وہ ہیں جن پر معاملہ مشتبہ رہا اور کسی فریق کی ترجیح ان کے نزدیک ثابت نہ ہوئی۔ یہ لوگ ہر دو فریق سے علیحدہ رہے۔

پس جس نے جس جانب کو برحق جانا، دوسرے جانب مخالف کو باطل پر جانا اور شریر وغیرہ کہہ دیا ان کے آپس کے معاملات ہوتے اور علامہ نووی آخر میں فرماتے ہیں فكلهم معذورون۔ سب معذور ہیں۔ پس اگر حضرت سفینہ نے حضرت معاویہ کو شریر کہا تو ظاہر ہے کہ وہ دوسری جانب میں تھے اور ان سے شاکی ہو کر ایسا فرمایا، وہ فرما سکتے تھے مگر ہمیں تو سکوت و خاموشی کا حکم ہے اور حضور کی حدیث پاک کا صریح حکم ہے ایاکم وما شجر بين اصحابي میرے صحابہ کے آپس کے اختلاف سے بچے رہنا۔ وہ صحابی صحابی تھے، ایک نے دوسرے کو کہا مگر ہمیں کیا حق ہے کہ کسی جانب لب کشائی کریں ہم تو ان کی جوتیوں کے خاک کے برابر بھی نہیں

لفظ خلیفہ کا اطلاق

یہاں یہ سوال بغیر جواب نہ رہنا چاہئے کہ آیا خلافت راشدہ کے ختم ہونے کے بعد اب کسی کو خلیفہ کے لفظ سے یاد کیا جا سکتا ہے یا نہیں۔

ملا علی قاری کی شرح فقہ اکبر میں فرماتے ہیں تنبيه: ان معاوية ومن بعده لا يكونوا خلفاء بل ملوكا وامراء فلا يشكل بان اهل الحل والعقد من الامة قد كانوا متفقين على خلافة الخلفاء العباسية وبعض المروانية كعمر بن عبد العزيز لان المراد بالخلافة المذكورة في الحديث الخلافة الكاملة التي لا يشوبها شيء من المخالفة وميل عن المتابعة تكون ثلثين سنة وبعدها قد يكون وقد لا يكون اذ قد ورد في حق المهدي انه خليفة رسول الله صلى الله عليه وسلم والاظهر ان اطلاق الخليفة على الخلفاء العباسية كان على المعنى اللغوي المجازية العرفية دون الحقيقة الشرعية (مش)

حاصل یہ کہ خلفائے راشدین کے بعد خلفائے بنی عباس وغیرہم کے لئے لفظ خلیفہ کا استعمال بمعنی لغوی مجازی عرفی کے اعتبار سے ہے نہ حقیقت شرعیہ کے اعتبار سے اس لئے کہ حقیقت شرعیہ تو صرف یہ ہے کہ خلافت راشدہ کے مسند پر رونق افروز ہونے والے کو خلیفہ

کہا جائے۔

باباجی کا حضرت عثمان پر حملہ

قولہ :- نہیں بتلایا کہ زرقا کون ہے وہ بھی سن لیجئے۔ زرقا ابو العاص ابن امیہ کی بی بی اور اوس کے بیٹے حکم بن عاص کی ماں تھی۔ الخ (ص۲۲)

اقول جناب باباصاحب زرقا ابو العاص کی بیوی ہوئی تو حضرت امیر معاویہ سے کیا نسبت وہ تو بنو الزرقا سے نہیں ہیں۔ حضرت معاویہ ابو سفیان کے بیٹے ہیں، ابو سفیان حرب کے حرب امیہ کے۔ امیہ کے دو بیٹے ہوئے اور زرقا تو ابو العاص کی بی بی ہے نہ حرب کی جو اوسکا وہ عیب جو آپنے بزبان فصیح و بلیغ بیان فرمایا۔ حضرت معاویہ کی طرف راجعت کر سکے۔ حضرت معاویہ تو بنو الزرقا ہونے سے بچ گئے اور آپ نے اشاروں اشاروں میں جو گالی دینا چاہی اوس سے محفوظ رہے۔

دیکھئے یہ آپ کی گالی پہونچ رہی ہے تو کہاں۔ امیہ کے بیٹے ابو عاص، ابو العاص کے بیٹے عفان عفان کے بیٹے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تو آپ کی تحقیق کے مطابق معاذ اللہ بنو الزرقا حضرت عثمان ہوئے۔ غور کیجئے کہ آپ نے اشاروں میں حضرت عثمان کو بنو الزرقا بتا کر گالی دی۔ باباصاحب بغض معاویہ کی پٹی آنکھوں سے اتار دیجئے اور ہوش میں باتیں کیجئے۔

خلاصہ یہ کہ یہ ثابت نہ ہو سکا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت امام حسن کی سپردگی کے بعد ظالم و جابر ہیں۔ اس سلسلہ میں جو کچھ آپ نے اوراق سیاہ کئے وہ آپ کے اعمال نامے کی طرح سیاہ ہی رہے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے امام حق خلیفہ صدق ہونے اور اونکے باغی و ظالم نہ ہونے کے متعلق مقدمہ میں زیر عنوان نمبر ۴ مفصل بحث کر چکے ہیں۔ وہاں ملاحظہ کیا جائے۔

عنوان نمبر ۳

قولہ معاویہ مولیٰ کا سخت ترین دشمن تھا (ص۲۵)

اقول اس سلسلہ میں باباصاحب نے تاریخ الخلفاء سے ایک روایت نقل کی ہے جس میں حضرت مولائے کائنات نے حضرت معاویہ کے لئے فرمایا عدونا۔ ہمارا دشمن

حضرت معاویہ نے حضرت علی سے ایک مسئلہ دریافت کیا، اس وقت حضرت مولا نے فرمایا اللہ کا شکر ہے کہ ہمارا دشمن ہم سے مسئلہ دریافت کرتا ہے۔

اگر حضرت مولائے کائنات نے حضرت معاویہ کو لفظ دشمن سے یاد فرمایا تو اس کی وجہ ظاہر ہے کہ حضرت معاویہ حضرت مولا کے مقابلہ میں آئے اور حضرت مولا اپنے آپ کو حق پر جانتے تھے۔ جو اپنے آپ کو حق پر سمجھے تو وہ اپنے مخالف کو باطل پر سمجھے گا اور دشمن وغیرہ کے لفظ سے یاد کریگا۔

غور یہ کرنا ہے کہ انہوں نے دشمن فرمایا تو کیا ہمیں بھی یہ جائز ہے کہ ہم بھی صاف صاف یہ کہیں کہ معاویہ مولیٰ کا سخت دشمن تھا۔ علمائے اہلسنت کا تو فیصلہ یہی ہے کہ ہم خاموش رہیں۔
علامہ شامی کا قول گذر چکا ہے ونسکت عما جری بینہم۔ حضرت سرکار بغداد نے یہی فرمایا کہ امساک و سکوت سے ہم کام لیں۔ لہذا ہمیں اس فیصلہ کو بانشراح قلب قبول کرنا چاہئے اور اسی پر عامل رہنا چاہئے۔

یہاں ایک بات یہ بھی دیکھنے کی ہے کہ حضرت مولا نے ان کو دشمن فرمایا مگر حضرت معاویہ نے کچھ نہ کہا اور ان کو اپنا دشمن نہ سمجھا۔ اس لئے کہ وہ اگر دشمن سمجھتے ان سے کبھی مسئلہ نہ دریافت فرماتے۔ حضرت معاویہ کے دل میں حضرت علی کی وقعت ہے ان کے فضل و کمال علم کے قائل ہیں۔ جب ہی تو ان سے مسئلہ دریافت کیا۔ اختلاف جس چیز میں تھا تھا ہر چیز میں اختلاف نہ تھا کہ بالکل ہی دشمن سمجھتے۔

علاوہ بریں حضرت مولائے کائنات حضرت معاویہ سے کہیں افضل، اسلام میں متقدم، عالم، مہاجرین میں سے اور صاحب فضائل کثیرہ غرضکہ ہر حیثیت سے بڑے، بڑے کو حق حاصل ہے کہ اپنے چھوٹے سے کچھ کہہ سکے۔ لیکن ہمارے لئے تو دونوں بڑے۔ ہم کو کیا حق کہ ایک کے اس قول کو دوسرے کے لئے وارد ہوا بطور ارشاد استعمال کریں۔

اس قسم کے واقعات ہوتے ہیں۔ ایک صحابی نے دوسرے کو کچھ کہا ہے۔ چنانچہ بخاری و مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا تفصیلی واقعہ موجود ہے۔ جس واقعہ کی تفصیل میں یہ بھی ہے کہ جب حضور نے فرمایا کہ میری کون مدد کرے گا تو سعد بن معاذ انصاری یا کسی اور صحابی نے عرض کیا۔ حضور میں مدد کروں گا۔ اگر وہ اوسی ہے تو گردن اڑا دوں گا اور اگر خزرجی ہے تو جو آپ فرمائیں۔ اس پر حضرت سعد بن عبادہ نے کہا ہرگز نہیں، تم قتل نہیں کر سکتے۔ حضرت اسید بن حضیر نے فرمایا اے سعد بن عبادہ تم جھوٹے ہو ہم ضرور قتل کر دینگے۔ تم منافق ہو منافقین کی حمایت کرتے ہو۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت حاطب بن ابی بلتعہ کے لئے فرمایا کہ یہ منافق ہے مجھے اس کی گردن اڑا دو (مشکوٰۃ) رضی اللہ عنہم

دیکھئے ایک صحابی نے دوسرے کو جوش کہا منافق کہہ دیا کیا اب ہمیں یہ جائز ہے کہ جس کو ایک نے منافق کہا جوش کہا ہم بھی کہیں کہ وہ منافق تھا جوش تھا۔ بابا صاحب سبق لیجئے۔ عبرت حاصل کیجئے۔ اسی طرح یہ بھی ہے کہ حضرت مولا نے اونٹ کو دشمن کہا وہ کہہ سکتے تھے ہمیں یہ حق نہیں کہ کہیں معاویہ مولیٰ کا سخت دشمن تھا۔

اسی طرح حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا حضرت معاویہ پر نہی عن سلبیہ کی وجہ سے حنث یعنی اسی قاعدہ پر مبنی ہے جو ابھی ہم نے بتایا کہ بڑے کو حق حاصل ہے کہ چھوٹے سے اگر کوئی بات دیکھے تو اسے کچھ کہہ دے۔ حضرت عبداللہ ابن عباس یقیناً مرتبہ میں حضرت معاویہ سے بڑے ہیں انھوں نے اگر ایسا فرمایا تو ہمیں یہ حق نہیں کہ ہم بھی کہیں کہ معاویہ ملعون ہیں۔

اور ہمیں تو اس روایت کے صحیح ہونے میں بھی شبہ ہے اس لئے کہ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما خود حضرت معاویہ رضی اللہ کو فقیہ فرما چکے ہیں جیسا کہ ہم نے فضائل معاویہ میں بخاری شریف سے نقل کیا ہے۔ پھر فقیہ کہتے ہوئے مومن مخلص پر لعنت بھیجنے کے کیا معنی۔ علاوہ بریں یہ روایت بیہقی کی ہے اور بیہقی ضعیف و موضوع سب کچھ جمع کر دیتے ہیں۔

عنوان نمبر ۳۳ قولہ معاویہ طلیق ابن طلیق تھا (ص ۳۰ قول ص ۲۱۶ حدیث معاویہ)

اقول اس سلسلہ میں آپ نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ حضرت معاویہ طلقاء میں سے ہیں اور طلقاء جماعت صحابہ میں داخل نہیں۔ لہٰذا معاویہ صحابی نہیں وہ کہتے ہیں (۱) اس لئے بخاری شریف کی اس روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ معاویہ صحابی رسول نہیں ہو سکتا اور نہ اس کا باپ ابوسفیان اصحاب رسول میں شمار کیا جا سکتا ہے (ص ۲۹) (۲) طلقاء ضعیف الایمان ہیں اور معاویہ اور ابوسفیان طلقاء میں سے ہیں لہٰذا وہ بھی ضعیف الایمان ہیں چنانچہ وہ کہتے ہیں ابوسفیان کا ایمان تو جیسا تھا وہ تھا مگر معاویہ کا ایمان ابوسفیان کے ایمان سے بھی زیادہ ضعیف تھا (ص ۹۶) (۳) چونکہ بقول حضرت ام سلمہ طلقاء منافق اور واجب القتل ہیں۔ لہٰذا معاویہ بھی منافق اور واجب القتل ہیں وہ کہتے ہیں کیا اس سے یہ نتیجہ اخذ نہیں ہوتا

کہ معاویہ منافق ہے۔ اور داجب القتل ہے۔ لیجئے استدانند بر بلا (ص)

بابا جی کی لفظ طلیق سے حضرت معاویہ کو صحابیت سے خارج کرنے میں فاحش غلطی

اقول (۱) اس چیز کے ثابت کرنے کیلئے کہ طلقا جماعت صحابہ میں داخل نہیں۔ آپ نے بخاری شریف کی ایک حدیث پیش کی ہے۔ لما کان یوم حنین التقی ھوازن و مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم عشرۃ الاف و الطلقاء۔ اس کا آپ نے ترجمہ فرمایا ہے۔ جنگ حنین کے دن ہوازن نے مقابلہ کیا۔ اور حضور کے ساتھ دس ہزار تو دن کے صحابہ تھے اور ان کے علاوہ طلقاء تھے (ص۲۹)

اور طلقا کو صحابہ سے علیحدہ کرنے کے لئے استدلال یہ فرمایا "بخاری شریف کی اس روایت میں عشرۃ الاف اور طلقاء کے درمیان جو واؤ عطف آیا ہے وہ اس بات کا کھلا ہوا ثبوت ہے کہ طلقا جن میں معاویہ بھی تھا، اور اس کا باپ ابو سفیان بھی وہ اصحاب رسول میں سے نہیں ہیں اس لئے کہ اس عبارت میں واؤ عطف نے طلقا کو حضور کے دس ہزار صحابہ سے الگ کر دیا (ص۲۹)

سبحان اللہ واہ واہ جناب فاضل علوم شرقی کیا استدلال فرمایا ہے کہ فخر رازی اور امام غزالی سے بھی مرتبہ بڑھ گیا۔ سنیئے (۱) آپ کا یہ استدلال جب صحیح ہوتا جب عشرۃ آلاف کے بعد لفظ صحابہ ہوتا اور حدیث میں یہ لفظ نہیں۔ لہذا استدلال بھی صحیح نہیں۔ اور حیرت یہ کہ آپ نے اپنی طرف سے ترجمہ میں لفظ صحابہ بڑھا دیا۔ اور اسی بنا پر وہ غلطی کر گئے جو شریعت کے پڑھنے والے سے کبھی نہ ہوتی۔

عشرۃ آلاف عدد مبہم ہے اس کے لئے تمیز ہونا ضروری اور تمیز حدیث میں مذکور نہیں لامحالہ مقدر ماننی پڑے گی وہ کیا ہے۔ لفظ صحابی یا صحابہ نہیں جیسا کہ آپ نے سمجھ لیا۔

جنگ حنین۔ فتح مکہ کے بعد ہوئی۔ فتح مکہ میں حضور کے ساتھ دو قسم کے صحابہ تھے۔ مہاجرین اور انصار۔ اور ان دو قسموں کے سوا کوئی تیسری قسم ہی نہ تھی۔

حضور کے صحابہ کی چار قسمیں ہیں (۱) مہاجرین جنھوں نے ہجرت کی۔ یہ مہاجرین کے نام سے مشہور ہوئے، اگرچہ مکہ کے رہنے والے تھے (۲)، انصار جو مدینہ کے رہنے والے تھے یہ انصار کے نام سے مشہور ہوئے۔ فتح مکہ سے پہلے صحابہ کے یہی دو نام تھے اور یہی دو قسمیں (۳) وہ لوگ جو فتح مکہ کے دن باداش سے آزاد کر دیئے گئے۔ کچھ تو اسی وقت مسلمان ہو گئے اور کچھ بعد کو۔ یہ طلقا کے نام سے مشہور ہوئے۔ یہ لوگ مکہ کے رہنے والے ہیں (۴) وہ جو اور مسلمان ہوئے اور ان کے لئے کوئی

مخصوص نام نہیں صرف صحابہ اصحاب

چونکہ مہاجرین بھی مکہ کے رہنے والے تھے اور یہ طلقا بھی مکہ کے رہنے والے اس لئے ان کو مکی یا قریشی کے نام سے یاد کیا جاتا ہے تو مہاجرین کے ساتھ اختلاط سمی ہو جاتا ہے اور مہاجرین و طلقا میں فرق باقی نہیں رہتا اس لئے کہ مہاجرین بھی مکی ور قریشی ہیں مگر ان کو طلقا کے نام سے موسوم کیا گیا۔ طلقا کا وجود فتح مکہ کے موقعہ پر ہوا ور مہاجرین وانصار پہلے سے تھے۔

اس تشریح سے پتہ لگ گیا کہ فتح مکہ کے سلسلہ میں تو حضور کے ساتھ مہاجرین وانصار تھے اور جنگ حنین میں مہاجرین وانصار کے ساتھ طلقا بھی تھے۔

لہٰذا جملہ ورح بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم عشرۃ الآف میں عشرۃ الاف کی تمیز مہاجرین وانصار کا لفظ ہوا۔ اب معنی یہ ہوئے کہ حضور کے ساتھ دس ہزار مہاجرین وانصار تھے اور طلقاء تھے۔ جب عشرۃ الاف کی تمیز لفظ مہاجرین وانصار ہوا تو طلقا جماعت صحابہ سے کیسے علیحدہ ہوئے۔ ہاں علیحدہ ہوئے تو مہاجرین وانصار سے علیحدہ ہوئے اور یہ خلاف واقعہ بھی نہیں اس لئے کہ طلقا نہ مہاجرین میں سے نہ انصار میں سے۔

میں نے جو عشرۃ الاف کی تمیز لفظ مہاجرین وانصار مقدر مانی اسکی تائید ملاحظہ فرمائیے اور لفظ اصحاب بڑھا دینے سے ندامت اٹھائیے۔

تفسیر روح البیان میں زیر آیت ویوم حنین فرمایا وکانت الوقعۃ فی حنین بین المسلمین وھم اثناعشرۃ الآف منھم من شھد فتح مکۃ من المھاجرین والانصار والفان من الطلقاء وھم اھل مکۃ۔ یہ واقعہ حنین میں مسلمانوں (اور ہوازن کے درمیان ہوا) اور مسلمان بارہ ہزار تھے دس ہزار تو وہ جو فتح مکہ میں تھے مہاجرین وانصار اور دو ہزار طلقا جو اہل مکہ تھے۔

تفسیر مدارک السود میں ہے وھم اثناعشر الفا عشرۃ الآف منھم من شھد فتح مکۃ من المہاجرین والانصار والفان من الطلقا ترجمہ بعینہٖ ترجمہ عبارت روح البیان۔

ان دونوں تفسیروں میں صاف صاف بتایا کہ دس ہزار مہاجرین وانصار تھے۔ یعنی حدیث کے لفظ عشرۃ الآف کی تمیز لفظ مہاجرین وانصار ہے۔

تفسیر کبیر میں ہے وقال قتادۃ کانوا اثنی عشر الفا عشرۃ الآف الذین حضروا مکۃ والفان

من الطلقاء

علامہ نووی شرح مسلم میں فرماتے ہیں ان المسلمین کانوا یومئذ اثنی عشر الفا عشرۃ آلاف شھدوا الفتح والفان من اھل مکۃ ممن اسلم۔ مسلمان اس دن بارہ ہزار تھے۔ دس ہزار تو وہ جو فتح مکہ میں تھے اور دو ہزار اہل مکہ سے۔

علامہ عینی عمدۃ القاری شرح بخاری میں فرماتے ہیں خرج الیھم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی جیشہ الذی جاؤا معہ الفتح وھو عشرۃ آلاف من المھاجرین والانصار وقبائل العرب ومعہ الذین اسلموا من اھل مکۃ وھم الطلقاء فی الفین فسار بھم الی العدو۔ حضور اس لشکر کے ساتھ جو فتح مکہ میں حضور کے ساتھ آئے تھے جو دس ہزار تھے مہاجرین وانصار اور قبائل عرب تشریف لے چلے، اور حضور کے ساتھ وہ لوگ بھی تھے جو اہل مکہ کے مسلمان تھے اور وہ طلقاء تھے۔ دو ہزار، ان سب کو لیکر دشمن کی طرف روانہ ہوئے۔

دیکھئے۔ اس حدیث کی شرح میں علامہ عینی عشرۃ آلاف کے بعد من المھاجرین والانصار فرمارہے ہیں جس سے ظاہر کہ تمیز مہاجرین وانصار کا لفظ ہے۔
ان تمام عبارتوں سے صاف ظاہر ہے کہ لفظ عشرۃ آلاف کی تمیز لفظ اصحاب یا صحابہ نہیں ہے۔
جب کسی نے عشرۃ آلاف کی تمیز لفظ اصحاب جو عام ہے مقدر مانی تو آپ نے زبردستی اپنی مجتہد العصری کی شان کیوں دکھلائی کہ لفظ اصحاب ترجمہ میں بڑھا کر طلقاء کو جماعت صحابہ سے نکالنے کی کوشش کی بلا صاحب، اگر آپ نے ترجمہ میں لفظ اصحاب بڑھایا تھا تو کسی کا قول تو پیش کیا ہوتا، کسی کتاب کا حوالہ دیا ہوتا کہ عشرۃ آلاف کی تمیز لفظ اصحاب یا صحابہ ہے۔ غرضکہ آپ کا یہ استدلال تو ہباءً منثوراً ہوگیا اور وہ آپ کا داد طلب بھی آپ سے مفرور ہوگیا۔
علاوہ بریں صاحب شرح الیمان وعلامہ نووی کا قول المسلمین صاف بتارہا ہے کہ طلقاء بھی مسلمان ہیں جب وہ مسلمان ہوئے تو صحابی ضرور ہوئے اس لئے کہ یہ مسلمان بھی ہوئے اور حضور سے شرف صحبت بھی حاصل کیا اور صحابی اسی کو کہتے ہیں۔ صحابی کی تعریف پوری پوری ان طلقاء پر صادق ہے تو جماعت صحابہ سے کیسے علیحدہ ہو سکتے ہیں۔ علامہ ابن حجر فرماتے ہیں۔ ثم الصحابۃ اصناف مھاجرون وانصار وخلفاؤھم ومن اسلم یوم الفتح وبعدہ۔ صحابہ کئی قسم کے ہیں (۱) مہاجرین (۲) انصار

(۳) ان سے خلفا (۴) جو یوم فتح کو اور بعد کو مسلمان ہوئے۔ دیکھئے کیسی صراحت ہے کہ مسلمین فتح وبعد فتح صحابی ہیں۔ فرمایئے اس تصریح کے ساتھ آپ کا واو عطف کیا فائدہ دیگا۔

ان طلقا کو اگر جماعت صحابہ سے علیحدہ کرنا تھا تو اس کے لئے ترجمہ میں لفظ اصحاب اپنی طرف سے بڑھانا اور واو عطف سے شعور اخراج کا استخراج نہ کرنا تھا۔ آپ کو چاہیئے تھا کہ صحابی کی ایسی تعریف کرتے جس سے طلقا جماعت صحابہ سے علیحدہ ہو جاتے۔ کیا آپ کے پاس صحابی کی کوئی ایسی تعریف ہے تو ضرور چھپوا کر شائع فرما دیجئے۔

علاوہ بریں بحث تو حضرت معاویہ کے متعلق ہے اور انہیں کے نام سے آپ کو چڑھ ہے۔ اور انہیں کو اپنی مجتہدانہ عصری سے جماعت صحابہ سے علیحدہ کر رہے ہیں تو ان تصریحات کے مقابلہ میں جنمیں صاف حضرت معاویہ کو صحابی بتایا گیا۔ (علامہ نووی نے فرمایا من الصحابۃ النجباء۔ علامہ صغانی نے فرمایا صاحبیہ، امام مالک نے اصحاب کی فہرست میں شمار کیا۔ مولانا عبدالحی نے فرمایا کان صحابیا اور عبد اللہ ابن عباس نے فرمایا صحب النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور شاہ ولی اللہ صاحب اور شاہ عبدالعزیز صاحب نے فرمایا کہ معاویہ صحابی ہیں۔) آپ کا اجتہاد آپ کی رائے آپ کا قیاس آپ کا واو عطف کیا حیثیت رکھتا ہے کہ مسلمان آپ کی بات مان لیں اور اکابرین اہل سنت کے ارشاد کو فراموش کر دیں۔

بابا صاحب یہ فن خطابت و وعظ گوئی نہیں ہے کہ خطبات سے کام لیا جائے۔ الفاظ کی ذریعے جذبات ابھار دیئے جائیں۔ یہ مقام برہان و دلیل ہے جہاں لوہے کے چنے چبانے پڑتے ہیں اور حرف حرف سوچ سمجھ کر استعمال کرنا پڑتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ ان شنائع سے حضرت معاویہ صحابیت سے خارج نہیں ہو سکتے۔

کیا حضرت معاویہ ہمیشہ ضعیف الایمان رہے

(۴) اس چیز کے ثابت کرنے کے لئے کہ حضرت معاویہ ضعیف الایمان تھے۔ آپ نے علامہ نووی کی ایک عبارت نقل فرمائی ہے وہ طلقاء کی تعریف میں لکھتے ہیں وھم الذین اسلموا من اھل مکۃ یوم الفتح وسموا بذلک لان النبی صلی اللہ علیہ وسلم من علیھم واطلقھم وکان فی اسلامھم ضعف (ص ۹۶)

اقول۔ طلقاء کا یہ ضعف ایمان ہمیشہ رہا اس کا بار ثبوت بابا صاحب آپ کے ذمہ۔ آپ کوئی ایسی عبارت دکھلایئے کہ جس سے یہ ثابت ہو کہ ہمیشہ ضعیف الایمان رہے۔ عبارت میں لفظ کان ہے جس سے

صاف معنی یہ ہیں کہ ان کے ایمان میں ضعف تھا۔ وہ بات یہی ہے۔ ہمیشہ ضعیف الایمان رہے۔ جس کا کوئی ثبوت نہیں۔ صحابہ کرام کے ایمان و اسلام کا کمال اور تقویت حضور کے فیض صحبت سے قرآن کی آیتوں اور ارشادات کے سننے سے ہے۔ یہ لوگ ابھی ابھی مسلمان ہوئے ہیں۔ حضور کی صحبت اطمینان سے میسر نہیں نہ ہے قرآن کی آیتیں اور ارشادات گرامی سننے کا موقع دستیاب نہیں ہوا ہے تو کمال اور تقویت کا سبب ہی نہیں پایا گیا لہذا ابتدا میں ضعف رہا۔ بعد کو جب یہ صورتیں میسر آئیں تو اللہ تعالیٰ نے انہیں قوی الاسلام بنا دیا اور اسلام کے وہ کام دنیا سے لئے کہ شاید و باید۔

اور بحث تو یہاں حضرت معاویہ کی ہے۔ حضرت معاویہ کے متعلق تو صرف وہی جملہ کافی ہے جو علامہ سیوطی نے فرمایا ثم حسن اسلامہ پھر ان کا اسلام بہتر ہو گیا یعنی وہ ضعف نہ رہا۔ اس جملہ کو آپ قصداً چھوڑ گئے جبکہ تاریخ الخلفا کی عبارت نقل کی اور من المؤلفة قلوبہم تک نقل کی حالانکہ بالکل متصل یہی جملہ تھا اور آپ نے اسے اس لئے چھوڑ دیا کہ آپ کے مفید مطلب نہ تھا آپ تو ضعیف الاسلام ہونا ثابت کرنا چاہتے ہیں اور جملہ حسن اسلامہ قوی الاسلام ہونا بتا رہا ہے۔ کہئے دیانت اسی کا نام ہے۔

علاوہ بریں حضرت معاویہ کا کاتب رسول ہونا قوی الاسلام ہونے کی کیا دلیل نہیں۔ فقیہ ہونا حسن الاسلام ہونے کی دلیل نہیں۔ حضرت عمر و عثمان کا امیر بنانا صحیح الاسلام ہونے کی دلیل نہیں۔ حضرت امام حسن کا خلافت سپرد کرنا۔ جید الاسلام ہونے کی دلیل نہیں۔ علامہ نووی کا من الصحابۃ النجباء فرمانا ثابت الاسلام ہونے کی دلیل نہیں

اس مقام پر یہ بات یاد رکھنا ضروری ہے کہ مؤلفۃ القلوب ہونا ایک مسلمان کے لئے معیوب تو ہے لیکن اس وقت تک جب تک کہ اسلام کو حصول دولت کے لئے ہی ذریعہ سمجھے لیکن ابتدائے اسلام میں کفر کے زمانہ کے قریب ہونے اور فیوض و برکات اسلام سے متمتع نہ ہونے کی وجہ سے کچھ ضعف رہا اور پھر وہ حالت باقی نہ رہی۔ قوت آئی اور ترقی کرتی چلی گئی تو اب اس ضعف کو سامنے رکھ کر عیب لگانا عیب جوئی ہے جو عقل و دیانت کے نزدیک ایک امر قبیح ہے۔

علامہ ابن حجر تطہیر الجنان میں فرماتے ہیں وانما یلزم بالتالیف من یلقی بوصف عن کونہ ممن یعبد اللہ علی حرف (ملخصاً)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت عمر و حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کے زمانہ میں عہدہ امارت پ

قدر رہے۔ بہت سے اسلامی کام کئے جنگوں میں شریک ہو کر اسلام کی خدمت کی یہ سب کچھ
ہو مگر پھر بھی ضعیف۔

میں کہتا ہوں کہ وہ دولت کے لئے مسلمان ہوئے اور ضعیف الاسلام رہے لیکن رہے تو مسلمان
مسلمانوں کی فہرست میں تو شامل رہے۔ کچھ تو اسلام رہا خواہ دولت ہی کے لئے وہ دولت مسلمان
بنانے کے کام آئی لیکن ان بدنصیبوں سے تو کہیں اچھے ہیں جو دولت سے کفر و بدعت حاصل کریں۔
حصول دولت کے لئے ایک ہاتھ کو شیعہ بنا دیں۔ شیعوں کو خوش کرنے کے لئے حضرت معاویہ پر سب و شتم
کریں۔ کتنا بڑا فرق ہے کہ ایک دولت کے ذریعہ اسلام کو پائے اور ایک دولت کے ذریعہ بے دینی کو
حاصل کرے۔

اور یہ تو اس وقت ہے جب ہم ان کو مؤلفۃ القلوب ہونا تسلیم کریں ہمارے پاس تو وہ
ثبوت ہے کہ وہ نہ مؤلفۃ القلوب میں سے ہیں نہ طلقاء میں سے وہ تو حدیبیہ کے دن مسلمان ہو گئے تھے
اگرچہ دونوں نے اسلام کو اپنے دل میں رکھا اور فتح مکہ کے دن ظاہر کیا اس کے ثبوت میں ملاحظہ
فرمائیے زیر عنوان حضرت معاویہ متضمن رسالہ تیغ یمانی۔

کیا حضرت معاویہ منافق اور واجب القتل ہیں؟

(۳) اس چیز کے ثابت کرنے کے لئے کہ معاویہ منافق ہیں واجب القتل ہیں۔ آپ نے حضرت ام سلیم
کا قول نقل کیا ہے۔ پہلے وہ حدیث نقل کر دوں عن انس ان ام سلیم اتخذت یوم حنین خنجرا
فکان معہا فرآها ابو طلحۃ فقال یا رسول اللہ ان هذه ام سلیم معها خنجر فقال لها رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم ما هذا الخنجر قالت اتخذتہ ان دنا منی احد من المشرکین بقرت به بطنه
فجعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یضحک قالت یا رسول اللہ اقتل من بعدنا من الطلقاء انهزموا
بک فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا ام سلیم ان اللہ عز وجل قد کفی و احسن (مسلم شریف)

حضرت ام سلیم جنگ حنین میں ایک خنجر لیکر آئیں۔ حضرت ابو طلحہ نے دیکھ کر حضور سے عرض کیا کہ
ام سلیم کے پاس خنجر ہے۔ حضور نے ان سے پوچھا اس کا کیا کرو گی عرض کیا اگر کوئی مشرک میرے
پاس آیا تو اس کے پیٹ میں بھونک دوں گی۔ یہ بات سن کر حضور نے تبسم فرمایا ام سلیم نے عرض کیا

یارسول اللہ جو ہمارے سوا ہیں طلقاء ان کو قتل کر دیجئے وہ آپ کو چھوڑ کر بھاگ گئے۔ حضور نے فرمایا اے ام سلیم اللہ تعالیٰ نے بہتر انتظام فرما دیا۔

اس حدیث کی شرح میں علامہ نووی نے فرمایا فاعتقدت ام سلیم انہم منافقون وانہم استحقوا القتل بانہزامہم وغیرہ۔ حضرت ام سلیم نے جو قتل کا مشورہ دیا تو انہوں نے یہ سمجھا کہ یہ طلقاء منافق ہیں، اور مستحق قتل ہیں بھاگنے وغیرہ کی وجہ سے۔

جنگ حنین کا واقعہ یہ ہے کہ ہوازن کی تیر اندازی کچھ ایسی زوردار ہوئی کہ ادھر کے لوگ تاب نہ لا سکے اور بھاگ پڑے۔ بھاگنے والے کون تھے۔ روایت میں متعدد الفاظ آتے ہیں۔ ایک روایت کے لفظ یہ ہیں فلما التقی المسلمون والکفار ولی المسلمون مدبرین۔ مسلمان بھاگے۔ اور ایک روایت میں شبان اخفاء کے لفظ آتے کہ بھاگنے والے نوجوان جلد باز تھے۔ علامہ نووی نے یہ لفظ بھی لکھا ولکن جماعۃ من الصحابۃ جری لہم کذا وکذا۔ صحابہ کی ایک جماعت سے ایسا ہوا کیوں بھاگے۔ علامہ نووی فرماتے ہیں۔ قال العلماء فی ھذا الحدیث دلیل علی ان فرارھم لم یکن بعیدا وانہ لم یحصل الفرار من جمیعہم وانما فتحہ علیہم من فی قلبہ مرض من مسلمۃ اھل مکۃ المؤلفۃ ومشرکیہا الذین لم یکونوا اسلموا وانما کانت ھزیمتہم فجأۃ لانصبابہم علیہم دفعۃ واحدۃ ورشقہم بالسہام ولاختلاط اھل مکۃ معہم ممن لم یستقر الایمان فی قلبہ وممن یتربص بالمسلمین الدوائر وفیہم نساء وصبیان خرجوا للغنیمۃ فتقدم اخفاؤھم فلما رشقوھم بالنبل ولوا فانقلبت اولاھم علی اخراھم۔ علماء نے فرمایا کہ اس حدیث میں دلیل ہے اس امر پر کہ مسلمانوں کا بھاگنا دور تک نہ تھا اور یہ کہ سب نہ بھاگے تھے۔ ابتداً بھاگنے کی انہوں نے کی جن کے دل میں بیماری تھی مکہ کے نو مسلم مؤلفۃ القلوب اور مشرکین جو ابھی مسلمان نہ ہوئے تھے اور یہ بھاگنا دفعتہً ہوا اس لئے کہ دشمن نے ان پر یک ساتھ حملہ کیا اور تیروں کی بوچھار شروع کر دی اور اس وجہ سے کہ مکہ کے وہ لوگ جن کے دل میں ایمان مضبوط نہ ہوا تھا اور وہ لوگ جو مسلمانوں پر مصیبت کا انتظار کرتے تھے۔ ان کے ساتھ مل گئے ان میں عورتیں اور بچے بھی تھے، جو غنیمت کے لئے آ گئے تھے۔ جلد باز آگے بڑھ گئے۔ جب تیروں کی بوچھار ہوئی تو یہ بھاگے۔ پہلی جماعت پچھلی جماعت پر منقلب ہو گئی یعنی بھاگ پڑے۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ سب نہ بھاگے تھے اور بھاگے تھے تو مشرکین (کہ یہ بھی جنگ میں بحیثیت منافقین شریک ہوگئے تھے) و ضعفۃ مؤلفۃ القلوب بھاگے تھے۔ اور یہ ظاہر کہ مکہ ۱۳ یا ۲۷ رمضان کو فتح ہوا اور ۵ شوال کو حضور جنگ حنین کے لئے روانہ ہوگئے تو جو مسلمان بھی ہوئے اون کو مسلمان ہوئے صرف ۲۲ یا ۹ دن ہوئے اتنی سی مدت میں قوی الایمان کامل الاسلام ہوجانا قدرا غیر ممکن ساہے الا من شاء اللہ تو یہ بیچارے ضعیف الایمان بھی تیروں کی تاب نہ لاسکے اور بھاگ پڑے اور یہ تو ضعیف الایمان تھے بقول علامہ نودی قوی الایمان صحابہ بھی میدان میں نہ رہ سکے۔ خلاصہ یہ کہ مسلمانوں میں بھاگنے والے پرانے صحابہ بھی کچھ تھے اور یہ طلقا مؤلفۃ القلوب بھی تھے۔

ان بھاگنے والوں کو بھاگنے پر حضرت ام سلیم نے فرمایا کہ ان طلقا کو قتل کر دیجئے کہ یہ آپ کو چھوڑ کر بھاگے اور علامہ نودی نے حضرت ام سلیم کے مشورہ۔ قتل کی وجہ اونھیں کے خیال کے مطابق بتادی کہ اونھوں نے یہ سمجھا کہ یہ طلقا منافق ہیں مستحق قتل ہیں۔

غور یہ کرنا ہے کہ حضرت ام سلیم کا مشورہ قتل دینا اور منافق و مستحق قتل سمجھنا اس کو حضور نے قبول فرمایا یا نہیں اونکے خیال کی تائید فرمائی یا نہیں۔ حضور کا جواب کہ اللہ تعالیٰ نے بہتر انتظام فرمادیا اس امر کی دلیل ہے کہ نہ تو حضور نے اون کا مشورہ قبول کیا نہ اون کے خیال کی تائید فرمائی اس لئے کہ حضور خود جانتے تھے کہ بھاگنے کا سبب کیا ہے اور کس نے بھاگنے پر برانگیختہ کیا اور کون بھاگا اور یہ کہ مؤلفۃ القلوب بھاگے تو اس وجہ سے کہ وہ قوی الایمان نہیں ہیں اور یہ کہ یہ بھاگنا کفر نہیں ارتداد نہیں جو موجب قتل ہو۔ جب حضور نے تائید نہ فرمائی اور اُن کی بات سے اعراض فرمایا تو ثابت ہوا کہ حضور نے اونھیں منافق اور مستحق قتل نہ جانا اگر حضور بھی اونھیں منافق اور مستحق قتل فرمادیتے اور ام سلیم کے مشورہ کو قبول فرمالیتے تو وہ منافق و مستحق قتل ہوتے۔ صرف حضرت ام سلیم کے خیال سے تو منافق اور مستحق قتل نہیں ہو سکتے۔

جناب بابا صاحب۔ آپ نے تمام طلقا بشمولہ ... کو منافق اور واجب القتل جانا۔ صرف حضرت ام سلیم کے خیال پر جس کو حضور نے قبول بھی نہ فرمایا۔ کیا کسی کے خیال پر منافق اور مستحق قتل کسی کو سمجھنا شرعاً جائز ہے

علاوہ بریں حضرت ام سلیم نے قتل کی وجہ فرار بتائی۔ حالانکہ فرار من الزحف کفر نہیں۔ ارتداد نہیں صرف گناہ کبیرہ ہے۔ حضور نے خود اس کو گناہ کبیرہ میں شمار فرمایا ہے اور یہ بھی ارشاد فرمایا ہے لا تکفروہ بذنب ولا تخرجوہ من الاسلام بعمل (مشکوۃ) کسی مسلمان کو کسی گناہ کی وجہ سے کافر نہ کہو اور کسی عمل کی وجہ سے اسلام سے خارج نہ کرو۔ فرار من الزحف صرف گناہ کبیرہ ہوا اور مرتکب گناہ کبیرہ نہ کافر نہ مستحق قتل تو جنگ حنین میں بھاگنے والے نہ کافر نہ منافق نہ واجب القتل۔ اسی واسطے حضور نے ان کے مشورہ قتل کو قبول نہ فرمایا۔

علاوہ بریں بھاگنے والے صحابہ قوی الایمان بھی تھے کیا وہ بھی بھاگنے سے منافق اور مستحق قتل ہو گئے نہیں تو ضعیف و قوی کوئی نہیں اور اگر ہاں تو حضرت ام سلیم نے صرف طلقا کو ان کے بھاگنے پر منافق اور مستحق کیوں سمجھا۔ یہ سمجھنا چونکہ مناسب نہ تھا اس لئے حضور نے قبول نہ فرمایا۔

خلاصہ یہ کہ طلقا کو منافق اور مستحق قتل حضور تو سمجھیں نہیں اور جناب بابا صاحب سمجھیں تو گویا بابا صاحب حضور کے مقابلہ میں آگئے نعوذ باللہ۔

اور حضور نے ان بھاگنے والوں کو منافق اور مستحق قتل نہ سمجھا۔ یہ ہی خداوند تعالیٰ نے فرمایا ارشاد ہے ثم انزل سکینتہ علی رسولہ وعلی المومنین صاحب تفسیر روح البیان نے فرمایا شامل المنھزمین وغیرھم۔ یعنی لفظ مومنین بھاگنے اور نہ بھاگنے والوں دونوں کو شامل ہے یعنی دونوں مومن ہیں بھاگنے والے کافر اور منافق نہ ہوئے۔ اور جب کافر و منافق نہ ہوئے تو مستحق قتل بھی نہ ہوئے۔

اور یہاں بحث تو حضرت معاویہ کے متعلق ہے اور ان کا نام لے کر جناب بابا صاحب نے منافق اور مستحق قتل کہا ہے۔ تو یہ خصوص اس عموم سے ثابت نہیں ہو سکتا۔ بابا صاحب پر فرض ہے کہ پہلے وہ ثابت کریں کہ بھاگنا کفر و ارتداد و نفاق ہے پھر کہیں کہ معاویہ منافق اور واجب القتل ہے اور اگر یہ ثابت نہیں کر سکتے ہیں اور یقیناً ثابت نہیں کر سکتے تو اپنا منہ بند کریں اور کہے ہوئے کلمات واپس لیں اور بقاعدہ مسلمہ واپس لیں۔

علاوہ بریں آپ تو انہیں منافق اور مستحق قتل سمجھیں اور حضرت عبداللہ ابن عباس صحابی سمجھیں۔ حضرت معاویہ صحابی سمجھیں امام مالک صحابی سمجھیں۔ علامہ قاضی عیاض ملا علی قاری علامہ تفتازانی علامہ ابن ہمام علامہ شامی علامہ نووی اور تمام محدثین و آئمہ مجتہدین صحابی سمجھیں کہ ان سے

حدیث روایت کریں اونکی روایت کردہ حدیثوں سے مسائل اسلام اخذ کریں اور تمام مسلمات دینیہ صحابی سمجھیں تو آپ کے ایسے شیخ جی سے کیا ہوتا ہے۔ مثل مشہور ہے اکیلا چنا بھاڑ کیا پھوڑے۔

اب معلوم ہوتا ہے کہ جناب باباصاحب اس زمانہ کے مجدد اور مجتہد اور غوث اور قطب ہیں کہ آپ کی تحقیقات کے سامنے سب کی تحقیقات ذرہ بے مقدار ہیں۔ دفعی قرب قیامت کا زمانہ ہے جس کی نشانی یہ بتائی گئی ہے کہ ایسے دجال کذاب پیدا ہونگے جو تمہیں وہ باتیں سنائیں گے جو نہ تم نے سنی ہونگی اور نہ تمہارے باپ دادا نے (مشکوٰۃ)

باباصاحب کسی مسلمان کو منافق کافر کہنا اوس وقت تک جائز نہیں جبتک کہ اوس کا کفر ونفاق دلیل قطعی سے ثابت نہ ہوجائے۔ ملاعلی قاری شرح فقہ اکبر میں فرماتے ہیں ولا یجوز ان یرمی مسلم بفسق او کفر من غیر تحقیق۔

آپ کے پاس حضرت معاویہ کو منافق کہنے کی کیا دلیل قطعی ہے۔ کوئی قرآن کی آیت ہے کوئی حضور کا فرمان ہے لیکن وہ فرمان بھی متواتر ہو۔ یا وہ مشہور کی قسم سے نہ ہو اس لئے کہ احادیث آحاد ومشہور از قبیل قطعیات ومفید علم یقینی نہیں۔ جیسا کہ اصول فقہ وغیرہ پڑھے ہوچکا ہے۔ ملاحظہ فرمایئے نور الانوار۔

لے دیکے آپ کے پاس کیا ہے صرف حضرت ام سلیم کا خیال وہ بھی ان کی زبان سے نہیں بلکہ علامہ نووی کی زبان سے تو کیا یہ دلیل قطعی ہے اوّل تو عورت کا خیال جو ناقصات عقل ہیں جن کی شہادت بعض موقعوں پر تو نامقبول اور جہاں مقبول وہاں ایک کو ملاکر دو سرے یہ کہ وہ خیال بھی حضور کے نزدیک نامقبول۔ ایسی کمزور دلیل پر اتنا زور دار دعوی کہ وہ منافق ومستحق قتل ہیں داد نہیں دیجاسکتی آپ کی ملائی اور فضیلت علوم مشرقیہ کی۔

اور کیوں صاحب علامہ نووی نے طلقاء کے لئے بصیغہ عموم کہا وکان فی اسلامہم ضعف اور حضرت ام سلیم کا ایک خیال بتایا تو آپ اسے بصیغہ خصوص حضرت معاویہ کے لئے لے دوڑے اور ایک قلعہ تیار کرلیا لیکن انہیں علامہ نووی نے بصیغہ خصوص حضرت معاویہ کے لئے ھو من العدول الفضلاء والصحابۃ النجباء فرمایا تو دونوں ہاتھوں سے دونوں آنکھیں بند فرمالیں یہ فلسفہ ہماری سمجھ میں نہیں آیا کہیں دین اسقاط تبدیل اصلاوی اور گلستان سعدی در چشم دشمناں فادرست کا تو فلسفہ

نہیں ہے۔ ذرا اس پر روشنی ڈال دیجئے۔ مگر نہیں ومن لم یجعل اللہ لہ نورا فما لہ من نور

عنوان نمبر۵ **قولہ** مولفۃ القلوب کسے کہتے ہیں (ص۲۹ قول ص۳۱ حصہ معاویہ)

کیا حضرت معاویہ کا ایمان بالقلب نہ تھا

اقول اس سلسلے میں آپ نے یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ ان کا ایمان، ایمان بالقلب نہ تھا بلکہ غرض دنیوی اور مال کا حصول ہی مقصود تھا۔ یہ دنیا پرست تھے لہذا مذہبی حیثیت سے یہ قابل احترام نہیں، چنانچہ ص۲۹ سے لیکر ص۳۳ تک اسی پر زور قلم دکھایا ہے، اور سب سے پہلے آپ نے حدیث ذیل سے استدلال فرمایا ہے لما کان یوم فتح مکۃ قسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غنائم بین قریش فغضبت الانصار۔ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اما ترضون ان یذھب الناس بالدنیا وتذھبون برسول اللہ۔ اس کے بعد آپ بطور نتیجہ فرماتے ہیں یہ صحیح بخاری کی روایت ہے۔ اس روایت کے الفاظ اما ترضون ان یذھب الناس بالدنیا وتذھبون برسول اللہ پر غور فرمائیے کیا مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے دن مسلمان ہونے والوں کی ایمانی کیفیت سے اپنی امت کو آگاہ اور مطلع نہیں فرما رہے ہیں۔

جناب بابا صاحب اس مقام پر بہت سی حدیثیں ہیں جن میں بالفاظ مختلفہ مال غنیمت تقسیم کرنے کا ذکر ہے اور جن کو تقسیم کیا گیا ہے ان کا ذکر متعدد عنوان سے ہوا ہے۔

بابا صاحب آپ نے جو حدیث نقل کی ہے اس میں لفظ قریش ہے۔ آپ نے لفظ قریش سے صرف مولفۃ القلوب کو مراد لیا، اور اس مال غنیمت لینے کو حصول دنیا دنیا پرستی پر محمول کیا اور فتح مکہ کے مسلمانوں پر طعنہ زنی کی۔

سنئے یہ کہ میں جو مال تقسیم ہوا یہ وہی مال ہے جو جنگ حنین وغیرہ سے حاصل ہوا اس لئے کہ مکہ میں تو کوئی جنگ ہی نہ ہوئی جو وہاں سے مال حاصل ہوتا۔

علامہ عینی عمدۃ القاری میں آپ ہی کی نقل کردہ حدیث کے ماتحت فرماتے ہیں والمراد بالغنائم غنائم ھوازن لانہ لم یکن عند فتح مکۃ غنائم حتی تقسم۔ علامہ عسقلانی فتح الباری شرح بخاری میں فرماتے ہیں وقد فسر ذلک الاسماعیلی فقال قولہ یعنی فی روایتہ لما فتحت [illegible] غنائم

یوم بدر غنائم ہوازن فانہ یکن عند فتح مکۃ غنیمۃ تقسم۔

جب یہ مال غنیمت ہوازن کا مال ہے تو جناب قریش سے کون مراد ہیں۔ قریش سے صرف طلقاء مؤلفۃ القلوب ہی مراد نہیں بلکہ مہاجرین بھی مراد ہیں۔ یعنی یہ مال غنیمت صرف انصار کو نہ دیا بلکہ مہاجرین وطلقاء دونوں کو دیا چنانچہ اسی مال غنیمت کی تقسیم کے بیان میں دونوں جماعتوں کا ذکر ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں یہ لفظ موجود ہیں فانہم المشرکون وا صاب یومئذ غنائم کثیرۃ فقسم فی المہاجرین والطلقاء ولم یعط الانصار شیئا (بخاری شریف)

جب حضور نے یہ مال مہاجرین وطلقاء کو دیدیا تو انصار کچھ کہنے لگے۔ حضور نے فرمایا اما ترضون ان یذہب الناس بالدنیا کیا تمہیں یہ پسند نہیں کہ لوگ دنیا لیجائیں اور تم رسول اللہ کو بجاؤ یہ دنیا لیجانے والا حضور نے مہاجرین کو بھی فرمایا اور طلقاء کو بھی۔ آپ فرماتے ہیں کہ حضور نے فتح مکہ کے دن مسلمان ہونے والوں کی ایمانی کیفیت سے مطلع فرمایا اور آپ فرماتے ہیں کہ یہ لوگ دنیا پرست تھے اور حضور نے دنیا پرست فرمایا تو جناب دنیا پرست تو مہاجرین بھی ہوگئے اور انکی ایمانی کیفیت سے بھی مطلع فرمایا۔ کیونکہ حصہ میں صرف یہ ہی دو لوگ تھے تو آپ کی ذہنیت ناپاک نے مہاجرین پر بھی حملہ کردیا اور ان کو بھی دنیا پرست بنادیا کبرت کلمۃ تخرج من افواہہم

بابا صاحب ذرا غور کیجئے کہ بغض معاویہ نے آپ کو کس طرح پامال کیا اور کس طرح آپ گڑھوں میں گرے اور کتنی غلطیاں کیں اور جو آپ نے ان پر حملے کئے ان کے ساتھ دوسرے حضرات پر بھی حملے ہوگئے۔ ایسی باتیں کیں جو دوسروں کو بھی شامل کرلیا آخر یہ کیوں ہے۔ صرف اس لئے کہ آپ نے ایک صحابی رسول کی شان میں گستاخیوں کا بیڑا اٹھایا تو خدا نے ہر جگہ آپ کو ذلیل ورسوا کیا۔

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد ۔۔۔ میلش اندر طعنۂ پاکاں زند

عنوان نمبر ۶

قولہ۔ معاویہ یقیناً واصلِ جہنم ہوگا (ص ۱۰۸)

اقول۔ اس سلسلہ میں جناب علامہ حاجی سید خلیل احمد صاحب چشتی صابری امجدی فاضل علوم مشرقی وغیرہ نے مسلم شریف سے ایک حدیث نقل کی ہے۔ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما انہ

قال کنت العب مع الصبیان الخ اس حدیث میں حضرت معاویہ کے لئے حضور نے فرمایا لا اشبع اللّٰہ بطنہ۔ اللہ اس کا پیٹ نہ بھرے۔ اس سے جو آپ نے نتیجہ اخذ کیا ہے وہ اپنے رسالہ رد فضائل میں لکھ چکے ہیں اور اسی کو پھر قول فیصل میں دہرا دیا ہے۔ لکھتے ہیں:۔

"اس حدیث کے اندر مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بددعا میں جو لطیف اشارہ فرمایا ہے۔ اس کو غالباً سمجھ لیا ہوگا اور اگر نہیں سمجھا ہے تو میں عرض کئے دیتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ اس حدیث میں محبوب رب العالمین نے معاویہ کے لئے جہنم داخل ہونے کی بددعا دی ہے، اور وہ ان معنوں میں کہ اہل جنت کبھی بھوکے نہ ہوں گے اور ہمیشہ شکم سیر رہیں گے۔ لیکن معاویہ کا پیٹ نہ بھریگا اور وہ ہمیشہ بھوکا رہے گا اور یہ امر مسلم ہے کہ جب ہمیشہ بھوکا رہے گا تو یقیناً داخل جہنم ہوگا۔ اور یہی مفہوم ہے جو علماء محققین نے اس حدیث کا سمجھا ہے" (رد فضائل معاویہ صـ۱۲۱)

"قول فیصل میں بھی یہ ہی لکھا ہے اور ایک عربی عبارت بھی نقل کی فھم منہ بعضھم انہ لا یدخل الجنۃ الخ پھر لکھا" یعنی لا اشبع اللّٰہ بطنہ کا مطلب و مفہوم اکثر محققین نے یہ ہی سمجھا ہے الخ (صـ۱۰۹)

جناب بابا صاحب یہ حدیث مسلم شریف کی ہے اور عنوان ذیل کے ماتحت لکھی ہے باب من لعنہ النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم او سبہ او دعا علیہ و لیس ھو اھلا لذلک کان لہ زکوۃ و اجرا و رحمۃ۔ حضور جس پر لعنت بھیجیں یا بُرا کہیں یا بددُعا فرمائیں۔ اور وہ اس کا اہل نہ ہو تو یہ سب کچھ اس کے لئے پاکی اور اجر اور رحمت ہے۔ اس عنوان کے ماتحت حضور کے ارشادات ہیں جن کا یہ مطلب ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا سے دُعا کی ہے کہ اے اللہ میں جس کسی مسلمان کو بددُعا وغیرہ کر دوں اور وہ اس کا اہل نہ ہو تو بددُعا اس کے لئے رحمت بنا دے۔ عبارت یہ ہے اللھم انما انا بشر فایما رجل من المسلمین سببتہ او لعنتہ او جلدتہ فاجعلھا لہ زکاۃ و رحمۃ

اسی سلسلہ میں امام مسلم نے حدیث لا اشبع اللّٰہ بطنہ کو درج فرمایا۔ یعنی یہ جملہ بھی حقیقی بددعا نہیں ہے۔ بلکہ حضرت معاویہ کے لئے یہ جملہ رحمت و اجر کا ذریعہ ہے۔ چنانچہ علامہ نووی فرماتے ہیں وقد فھم مسلم من ھذا الحدیث ان معاویۃ لم یکن مستحقا للدعاء علیہ فلھذا ادخلہ فی ھذا الباب

وجعله غيره من مناقب معاوية لانه في الحقيقة يصير دعاء له. امام مسلم نے اس حدیث سے
یہ سمجھا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بد دعا کے مستحق نہیں ہیں۔ اسی واسطے باب مذکور (یعنی جس کو
حضور بد دعا دیں اور وہ اہل نہیں تو وہ رحمت ہے) میں لائے اور امام مسلم کے سوا دوسرے لوگوں نے
بھی اس کو مناقب معاویہ میں شمار کیا ہے۔ اس لئے کہ یہ (لا اشبع اللہ بطنہ) ان کے لئے دعا بن گئی ہے
سمجھئے جناب بابا صاحب امام مسلم عنوان مقرر کریں کہ حدیث لائیں کسی نیک نیتی سے اور
آپ بمصداق ولکن عین السخط تبدی المساویا اور بگفتۂ سعدی وو در چشم دشمنان خار است
اپنی طرف سے برائی کا پہلو نکالیں۔ جب مسلم شریف میں یہ حدیث دیکھی تھی تو علامہ نووی کی شرح
بھی دیکھ لی ہوتی۔ یا علامہ نووی اوس وقت حضرت علامہ امام نووی جیسے محدث نے جب انہوں
نے علماء کے لئے ضعیف الاسلام فرمایا تھا اور حضرت ام سلیم کا خیال بتایا تھا اور اب جبکہ حضرت معاویہ
کے لئے اس حدیث سے خوبی ثابت فرمائی تو دونوں ہاتھ رکھکر آنکھیں بند کر لیں علامگی اسی کا نام
ہے۔ فاضل علوم مشرقی ایسے ہی ہوتے ہیں کہ توجیہ القول بما لا یرضی بہ قائلہ پر عمل کریں۔ کہئے
وہ آپ کا لطیف اشارہ کہاں گیا۔ علامہ نووی کی تصریح کے سامنے اب رونے کا وقت ہے۔ جس چیز
کو آپ بد دعا سمجھ رہے ہیں وہ تو دعا نکلی۔ اور جس سے آپ منقصت نکال رہے ہیں اوس سے
منقبت پیدا ہو رہی ہے۔ ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا۔

پھر آپ نے عبارت فہم منہ بعضہم کا ترجمہ بھی کس قدر غلط کیا۔ اکثر محققین نے یہ ہی سمجھا ہے
فرمایئے کہ یہ اکثر محققین کس لفظ کا ترجمہ ہے۔ عبارت میں بعض کا لفظ ہے اور آپ ترجمہ میں اکثر وہ
محققین اپنی طرف سے بڑھا دیں۔ فرمایئے دیانت اسکو کہتے ہیں۔ امانت اسی کا نام ہے۔ اور پھر امام
مسلم رحمۃ اللہ علیہ سے بڑھکر علامہ نووی سے زیادہ کیا وہ محقق ہو سکتا ہے جس کی عبارت (فہم منہ بعضہم)
آپ نے نقل کی لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ اس قدر بہتان اور پھر ایسے توہمات کی
بنا پر آپ اوٹھے ہیں۔ اہلسنت وجماعت کے اکابر علماء کے مقابلہ میں۔ اور حضرت معاویہ کو واصل جہنم
ٹھیرانے اور آپ کے اکثر محققین کونسی دنیا میں رہتے ہیں۔ وہ ایک کا ترجمہ لکھ دیا ہوتا یا اس سے
وہ ہی آپ کا امام ابن عقیل ڈھکا شیعہ تو نہیں مراد ہے اگر وہی مراد ہے تو لا حول ولا قوۃ
الا باللہ العلی العظیم۔ اللہم انی اعوذ بک من همزات الشیاطین۔

آپ تحریر فرماتے ہیں کہ اس میں لطیف اشارہ یہ ہے اور اس اشارہ کی بنا پر آپ ان کو یقیناً جہنمی سمجھ رہے ہیں۔ حالانکہ عقائد کا متفقہ مسئلہ ہے کہ کسی کو یقیناً کافر کہنا جہنمی بتانا لعنت بھیجنا اس وقت جائز نہیں جب تک کہ اس کا کفر دلائل قطعیہ سے ثابت نہ ہو جائے۔ فرمایئے کہ آپ کا لطیف اشارہ دلائل قطعیہ سے ہے جو آپ انہیں یقیناً داخل جہنم کہہ رہے ہیں۔ توبہ کیجئے توبہ۔

ہاں یہ ممکن ہے کہ یہ لطیف اشارہ آپ نے خواب میں دیکھا ہوگا تو خواب حجت شرعیہ نہیں جس سے یقینیت کا درجہ حاصل ہو جائے اور میرا خیال یہ ہے کہ اگر آپ کا یہ خواب بھی ہے تو بائیں سے پہلے کو۔

جناب بابا صاحب آپ نے تو حضرت معاویہ کے جہنمی ہونے کا اشارہ نکالا اور میں نے جنتی ہونے کا اشارہ نکالا ہے وہ سن لیجئے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے اپنا دسترخوان تنور میں ڈال دیا تھا۔ آگ نے اسے جلایا نہیں بلکہ صاف و شفاف کر دیا۔ لوگوں نے وجہ پوچھی تو فرمایا کہ حضور نے اپنے ہاتھ اور اپنا دھن اس سے صاف فرمایا تھا مجھے یقین ہو گیا کہ اب اسے آگ نہ جلائیگی۔ اس لئے کہ حضور نے اسے مس فرمایا ہے۔ حضرت معاویہ نے وصیت فرمائی کہ حضور کی چادر اور کرتے میں جو میرے پاس ہیں دفن کرنا۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ چنانچہ وہ حضور کا استعمال کیا ہوا کرتا اور چادر ساتھ لے کر گئے تو اول منزل ہی میں نجات پاگئے پھر جہنم میں کیسے داخل ہونگے۔ یقیناً وہ جہنم سے محفوظ رہینگے۔

اور لیجئے اشارہ نہیں صراحت موجود ہے۔ حضور نے فرمایا ہے لا تمس النار مسلما رأنی جس مسلمان نے مجھے دیکھ لیا اوسے آتش جہنم نہ چھوئیگی۔ کیا حضرت معاویہ مسلمان نہ ہوئے کیا انھوں نے حضور کو نہ دیکھا تو پھر انہیں آتش جہنم کیسے چھوئے گی۔ کیا آپ کا اس حدیث پر ایمان نہیں ہے۔ کیا یہ صحابہ کے جنتی ہونے کی بشارت نہیں ہے۔ کیا آپ کے لطیف اشارے سے یہ صراحت بڑھکر نہیں ہے کیا آپ کے اکثر محققین کے حاصل کردہ مفہوم کے مقابلہ میں یہ منطوق قابل اعتبار نہیں ہے۔ حالانکہ منطوق مفہوم سے مقدم ہے۔

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کا ارشاد

علامہ ابن عبد البر استیعاب میں یہ نقل سند فرماتے ہیں کہ قتادہ نے حضرت امام حسن سے عرض کی

ان ههنا ناسا یشهدون علی معاویة انه من اهل النار۔ یہاں کچھ لوگ ایسے ہیں جو کہتے ہیں کہ معاویہ جہنمی ہیں تو حضرت امام حسن نے فرمایا لعنهم الله وما یدریهم من فی النار۔ خدا کی لعنت ہو ان پر جو معاویہ کو جہنمی کہیں۔ انہیں کیا پتہ کہ جہنمی کون ہے۔

فرمائیے بابا صاحب آپ کہیں کہ معاویہ یقیناً داخل جہنم ہے اور حضرت امام حسن فرمائیں وہ ملعون ہے جو معاویہ کو جہنمی کہے تو حضرت کے قول کے مطابق آپ ملعون ہوئے یا نہیں۔ اور آپ تو محبت اہل بیت میں ڈوبے ہوئے ہیں حضرت امام بھی تو اسی اہل بیت کے چشم و چراغ ہیں آپ نے ان کے اس فتوے کو کس قدر تسلیم کیا اور محبت اہل بیت کا کیا ثبوت پیش کیا اب فرمائیے کہ آپ کا وہ بلیغ اشارہ فی النار والسقر ہوا یا نہیں۔

علامہ عسقلانی الاصابہ میں فرماتے ہیں کہ اجری علیه معاویة فی کل سنة الف الف درهم وعاش الحسن بعد ذلک عشر سنین حضرت امام حسن کے لئے حضرت معاویہ نے سالانہ وظیفہ ایک لاکھ درہم مقرر فرما دیا تھا۔ اور حضرت امام حسن اس کے بعد دس برس بقید حیات رہے۔

فرمائیے بابا صاحب حضرت معاویہ اگر یقیناً جہنمی ہیں تو جہنمی کے مقرر کردہ وظیفہ کو دس برس تک متواتر لینا جائز ہے۔ آپ نے حضرت معاویہ کو جہنمی کہہ کے حضرت امام حسن پر بھی حملہ کر دیا کہ امام حسن نے برا کیا کہ جہنمی سے وظیفہ لیتے رہے۔ بابا صاحب یہ ہے بغض معاویہ کی نحوست کہ آپ اپنوں کو جن کے محب ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ طعنہ زنی سے نہیں چھوڑتے

کیوں صاحب آپ نے استیعاب اور الاصابہ کے حوالے دیئے ہیں تو اس وقت استیعاب اور الاصابہ کو دیکھا بھی تھا یا نہیں۔ اگر دیکھا تو یہاں آنکھیں پھٹ ہو گئیں تھیں یا وہ ہی بات کہ جو اپنے موافق پایا اوسے لیا۔ اور جو مخالف دیکھا چھوڑ دیا تو یہ اتباع حق نہ ہو بلکہ اتباع شیطان ہوا۔

قولہ کیوں صاحب۔ رسول رب العالمین کا حکم ٹالنا اور اس حکم ٹالنے کے لئے بہانا بنانا آپ کے نزدیک کیسا ہے۔ کیا یہ توہین شان رسول اور استخفاف مقام نبوت نہیں ہے کیا ایسا شخص کسی مسلمان کے نزدیک مسلمان ہو سکتا ہے مولوی صاحب ذرا سمجھ سے کام لیجئے اور ایک ایسے ناخلف اور اہانت رسول کرنے والے کی حمایت سے باز آئیے (ص ۱۰۳)

اقول کیوں صاحب افتراء و بہتان باندھنے والا۔ اور جو بات حدیث میں نہ ہو اپنی طرف

پڑھنے والے آپ کے نزدیک کیسا ہے۔ حدیث شریف کے الفاظ یہ ہیں کہ حضرت عبداللہ ابن عباس
فرماتے ہیں کہ مجھ سے حضور نے فرمایا کہ معاویہ کو بلا لاؤ۔ میں گیا اور آ کر عرض کیا۔ وہ کھانا کھا رہے ہیں
حضور نے فرمایا جاؤ بلا کر لاؤ میں نے لوٹ کر عرض کیا وہ کھانا کھا رہے ہیں۔

حدیث میں کوئی ایسا لفظ ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عباس نے حضرت معاویہ سے کہا ہو
کہ حضور تمہیں بلا رہے ہیں۔ نہیں ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عباس گئے کھانا کھاتے
ہوئے دیکھ کر واپس چلے آئے اور ان سے بلانے کو نہ کہا

جب بلانے کو کہا نہیں۔ حضور کا پیغام سنایا نہیں دیکھ دیکھ کر بغیر کچھ کہے واپس ہو گئے
تو حضرت معاویہ کو بلانے کا کیسے علم ہوتا اور جب بلانے کا علم نہ ہوا تو حضور کے حکم کا نہ ماننا کہاں پایا
گیا جو دنیا بھر کی بکواس شروع کر دی کہ حکم ٹالا بات نہ مانی تو ہین کی فاسق ہو گئے۔ بابا صاحب کوئی
بات ٹھکانے کی کہی ہوتی کچھ تو سمجھ سے کام لیا ہوتا یہ وہی بات ہے کہ اونٹ رے اونٹ تیری
کیا چیز سیدھی ہے اونٹ نے کہا ارے بھئی میں تو پیشاب بھی ٹیڑھا کرتا ہوں۔

علامہ ابن حجر مکی اسی حدیث کو لکھ کر شاتمان معاویہ کو جواب دیتے ہیں فرماتے ہیں۔

ولا نقص على معاوية في هذا الحديث اصلاً اما اولاً فلانه ليس فيه ان ابن عباس
قال لمعاوية رسول الله يدعوك فتباطأ او نحوه يحتمل ان ابن عباس لما رآه ياكل
استحيى ان يدعوه فجاء واخبر النبي صلى الله عليه وسلم بانه ياكل (تطہیر الجنان)

بابا جی ذرا سمجھ سے کام لیجئے اور تعصب و تعسف کی پٹی آنکھوں سے اتار دیجئے
اور یہ ایک صحابی رسول کو فاسق اہانت کرنے والا وغیرہ نہ کہئے بہت کچھ اپنے لئے سامان
مہیا کر چکے ہیں۔ اب ہاتھ اور زبان کو روک لیجئے زیادہ بوجھ نہ بڑھائیے ورنہ قیامت کے دن
تمہارا کوئی ولی نہ ملے گا کہ جو آپ کے بوجھ کو ہلکا کر سکے۔ اکیلے لادنا پڑے گا مسلمانوں کو ایک
نئے فتنہ میں مبتلا نہ کیجئے بہت فرقے پیدا ہو چکے ہیں اب کسی نئے فرقہ کی بنیاد نہ ڈالئے۔ دیکھئے
رافضیوں کے ہاتھ میں نہ کھیلئے ورنہ وہی مثل ہوگی ہم تو ڈوبے ہیں مگر یار کو بھی لے ڈوبیں گے۔
دیکھئے وہ غلام احمد قادیانی دیا۔ چیچی چیچی جو اون کے دامن میں ڈال جاتا تھا اس کے لئے آپ
دامن نہ پھیلائیے دنیا کے متاع سے آخرت کا ثواب بہت زیادہ ہے۔ بیچی بیچی کی عطا اور بخشش

سے مسلمانوں میں تفرقہ نہ ڈالئے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو نیک ہدایت دے۔

عنوان نمبر،

قول طرفین کے اشتہارات پر تبصرہ (ص۳)

اقول جناب بابا صاحب باشندگان بنارس نے جو اشتہار بازی شروع کی وہ بھی آپ ہی کی ذات کریمہ ہے نہ آپ حضرت معاویہ کی شان میں گستاخی کرتے نہ مطلق العنان حضرت مولائے کائنات کی جناب میں یہ آزادی، اختیار کرتے آپ نے شریعت کا قانون نہیں سنا ابادی اظلم، بند کرنے والا ہی ظالم ہے۔ اس سلسلہ میں جسقدر لوگ گناہ کا ارتکاب کرینگے وہ سب آپ کی گردن پر ہوگا۔ اس لئے کہ بادی آپ ہی ہیں۔ رہا یہ کہ آپ کے مخالفین بنارس نے جو اشتہار نکالا ہے اوسکا مصنف نہ میں ہوں نہ میں اس مسلک کا آدمی ہوں کہ کسی صحابی کی شان میں ذرا سی بھی گستاخی کسی کی طرف سے دیکھتا ہوں تو میں اُسے رافضی یا خارجی سمجھتا ہوں یا یہ کہ اوس میں بوئے رفض وخروج ہے۔ میں نے ہر دو اشتہار دیکھے اور دونوں کو بُری نظر سے دیکھا۔ آپ کی طرف سے شائع شدہ اشتہار تو آپ کا تھا۔ میں آپ کے رسالہ ہی کا جواب لکھ رہا تھا تو اشتہار کے جواب کی ضرورت نہ تھی۔ آپ کے مخالفین نے جو اشتہار نکالا، اوسکے متعلق تحریری، اور زبانی اونکو ہدایت کر دی گئی کہ آئندہ کوئی اشتہار وغیرہ نہ نکالا جائے۔ میری اور بابا صاحب کی براہ راست گفتگو ہو رہی ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ اوسی پر بہترین فیصلہ ہو جائے گا اور مفصل جواب کی ضرورت اس لئے نہیں ہوئی کہ علمائے بنارس خود اوس سے اظہار ناراضگی کیا۔

بہرحال اس سلسلہ میں جو آپ نے یہ سمجھ لیا کہ یہ اشتہار میری تحریک پر ہے تو یہ بالکل غلط اور بالکل، اوسی لطیف اشارہ کی طرح ہے جو آپ نے حضرت معاویہ کے لئے اخذ کیا۔ لہذا آپ نے جسقدر ان اشتہاروں کے تبصرہ میں مجھ سے تخاطب کیا ہے وہ محض آپ کا ظن سوء ہے اور جو کچھ آپ نے نتیجہ اخذ کیا ہے وہ آپ کا سراسر بہتان ہے۔ میں اوسی تحریر کا ذمہ دار ہوں جو میرے نام سے شائع ہو۔ اور میں اس کا عادی نہیں کہ چھپکر گفتگو کروں کہ مضمون میں لکھوں اور نام دوسرا ہو۔

خدا کے فضل سے میں اہل باطل سے ڈرتا نہیں ہوں جو کہتا ہوں صاف صاف کہتا ہوں اپنی زبان سے کہتا ہوں

قولہ اور آپکو دیوبندیوں اور گستاخ خارجیوں نے اپنا ساتھی بنالیا تو آپ ترجمان بنے ہوئے ہیں (ص۵۳)

اقول کیا میں یہ کہہ سکتا ہوں۔ اور آپ کے زبان دراز اور تبرائی رافضی، وہابی ساتھی جنکے آج آپ دلال بنے ہوئے ہیں۔

الحمد للہ کہ میں اپنا ساتھی نہ خارجی کو جانتا ہوں نہ رافضی کو نہ معتزلی کو نہ وہابی کو بلکہ ان لوگوں میں سے کسی کو نہیں۔ میرا ساتھی وہ ہے جو پکا سُنی ہو۔ فضل رسولی[۱] سنی ہو، رضوی[۲] سنی ہو۔ نعیمی[۳] سنی ہو، حمیدی[۴] سنی ہو۔ خلیلی[۵] سنی ہو۔ اس تفصیل سے آپ اپنے آپ کو سمجھ لیجئے گا۔ میرے ساتھی وہ ہیں جو کسی نبی اور صحابی اور کسی مجتہد کی شان میں گستاخی نہ کریں۔ وہ ہیں جو بدمذہبوں کے ہاتھ میں نہ کھیلیں وہ ہیں جو اما الذین اسودت کے مصداق نہ ہوں۔

قولہ اس لئے کہ یہ بات قرین قیاس نہیں ہے کہ پارٹی کوئی کام کرے اور اس پارٹی کے لیڈر کو اس کام کی خبر نہ ہو اور پھر آپ کو اسکی خبر نہ ہو۔ یہ ممکن نہیں اس لئے کہ آپ ہی تو اس پارٹی کے ترجمان اور اس پارٹی کی زبان بنے ہوئے ہیں (ص۶۵)

اقول اجی جناب اپنے قیاس اور امکان کو تو جیب میں ڈالئے بات وہ کہئے جو صاف اور صریح ہو۔ میں آگرہ میں رہتا ہوں مجھے کیا معلوم کہ آپ اور آپ کے مخالفین صبح شام کیا کرتے ہیں آپ نے جو لکھا چھاپا میرے پاس بھیجدیا۔ میں نے جواب لکھا۔ وہ بھیجدیا۔ چنانچہ آپ کا ردی رسالہ اور قول فیصل بذریعہ ڈاک آئے اور جواب بذریعہ ڈاک گیا اور جائیگا۔ میری کوئی پارٹی نہیں۔ میں کسی کا ترجمان نہیں۔ میں ترجمان صرف حق کا ہوں اور مذہب اہلسنت کے عقائد کا ہوں۔ مذہب حنفی کے مسائل کا ہوں۔ میں دوران سفر میں بنارس اترتا ہوں لیکن میرا قیام یا مدنپورہ یا جناب مولوی سلیم اللہ صاحب یا میرے بزرگ و محترم جناب حاجی عبدالشکور تمباکو والوں کے یہاں

---

۱ اعلیٰحضرت مولانا شاہ فضل رسول صاحب عثمانی بدایونی ۲ اعلیٰحضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں صاحب بریلوی

۳ حضرت مولانا نعیم الدین صاحب مراد آبادی ۴ حضرت مولانا شاہ عبدالحمید صاحب بنارسی

۵ حضرت مولانا خلیل الرحمان صاحب بنارسی مہتمم مدرسہ مظہر العلوم بنارس رحمۃ اللہ علیہم

ہوتا ہے۔ کبھی کبھی ملنے کے لئے میں اپنے پُرانے کرم فرما جناب حاجی صدیق اللہ صاحب کے یہاں بھی باغ چلا جاتا ہوں۔ اس لئے کہ میں مدرسہ منظر العلوم میں ملازم رہا ہوں اور اسی وقت سے وہ مجھ پر کرم فرما رہے ہیں۔ بایں ہمہ نہ وہ میری پارٹی نہ میں اُن کا لیڈر۔

قولہ یہ آپ کی حیثیت فتویٰ نویسی صرف شاتم صاحب ہی کے لئے ہے۔ شاتم علی کے لئے نہیں۔ (صفحہ ۶۵)

اقول دونوں کے لئے ایک سا فتویٰ رافضی اور خارجی دونوں بدمذہب دونوں گستاخ اور دونوں کے لئے حضور کا فرمان اذا رأیتم الذین یسبون اصحابی فقولوا لعنۃ اللہ علی شرکم

قولہ کیوں مفتی صاحب یہ کہاں کی دیانتداری اور ایمانداری ہے۔ وہ کہاں کی سنت وہ حقیقت ہے کہ آپ نے مجھ پر ایک نہیں بلکہ چار چار اتہامات لگا دئے الخ (صفحہ ۸۳)

اقول لعنت بھیجتا ہوں اتہام لگانے والوں پر۔ لیکن یہ اتہام نہیں جو آپ نے بیانات کئے وہ پردے میں نہ تھے۔ خلوت میں نہ تھے۔ سینکڑوں سننے والے جو کچھ آپ نے کہا وہ بصورت تواتر مشہور ہوا۔ اسی بناء پر وہ کہا گیا جو آپ کے بیانات نے گواہی دی۔ اور اب تو اسکی ضرورت بھی نہ رہی اس لئے کہ وہ باتیں جو تقریر میں تھیں تحریر میں آگئیں جو دوش ہوا پر تھیں وہ پشت قرطاس پر سوار ہوگئیں جو شنیدہ تھیں وہ دیدہ ہوگئیں جو دو سرور نے شہادت دی وہ ہی آپ کا کاغذ گواہی دے رہا ہے اس وقت سولہ آنے تھیں اب سترہ آنے ہوگئیں اور اس وقت چار نمبر تھے اور اب کئی اور بڑھ گئے ابھی تو آپ نے فتویٰ نویسی پر افسوس اور صد ہزار افسوس کیا ہے اور اب صد لاکھ افسوس کریں گے اور مجرم تو ہمیشہ افسوس ہی کرتا رہے گا۔

قولہ پہلے اس دفعہ کو سنئے جو ایک ہاتھ کو شبعہ اور ایک کو سُنی ٹھہرانے کا ہے الخ (صفحہ ۸۴)

اقول اس سلسلہ میں آپ نے یہ تو تسلیم کر لیا کہ میں نے یہ جملہ استعمال کیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خبر دینے والے نے غلط خبر نہیں دی۔ اسی پر دوسری خبروں کو قیاس فرما لیجئے۔ اور اب جو اسکی تاویل فرما رہے ہیں۔ تو یہ تاویل لا طائل ہے۔ کیونکہ آپ نے آگے چل کر کہا کس غرض نمایت ور کس نیت پر مبنی ہے۔ شریعت مطہرہ لفظ صریح میں نیت نہیں دیکھا کرتی وہ تو ظاہر پر حکم صادر کرتی ہے۔ قانون مطلب الشعر فی بطن الشاعر کو تسلیم نہیں کرتا۔

پھر آپ فرماتے ہیں کہ میں دونوں (شیعہ سنی) کو پیار کرتا ہوں۔ قربان جایئے آپ کے اس پیار پر۔ آپ کا شیعہ کو پیار اسی لئے تو آپ کو خود تنخ پر پر تیغہ کیا۔ فرمایئے کہ یہ مذہب پیار کے لائق ہے جو حضرت معاویہ کو ظالم منافق کافر واصل جہنم کہے، ورنہ وہ آپ کے پیار کے لائق ہو۔ اللہ تعالیٰ آپ کے اس پیار سے مسلمانوں کو محفوظ رکھے اور اسی قدر نہیں بلکہ حضرات شیخین کی شان میں بھی گستاخی سے باز نہ آئیں۔ ان کی خلافت کا انکار کریں۔ قرآن کو بیاض عثمانی کہیں اور حضرت امام حسن کو مذل المومنین اور عار المومنین کا خطاب دیں اور آپ انھیں پیار کریں۔ پیار کرنے کی وجہ خاص سب اہل بنارس جانتے ہیں۔

عنوان نمبر ۸

قولہ فتوے کے پردے میں یہ عبارتیں ایک نہایت ہی

گندے اور شرمناک بغض وعداوت اور حسد وکینہ کی کامل آئینہ دار تھیں اور اس فتوے کے نیم کا نشانہ ایک تو میں تھا اور دوسرے میرے عزیز محترم حضرت مولٰنا مولوی جناب حفیظ الرحمان صاحب امام شہر تھے۔ اس نو فتوے کے ذریعہ مولٰنا موصوف کی امامت اور میری تقریر کا سننا سخت حرام قرار دیا گیا تھا (ص۳)

اقول رسالہ فضائل معاویہ میں یہ مسئلہ لکھدیا گیا تھا۔ جو شخص حضرات صحابہ کرام خصوصاً حضرت امیر معاویہ وغیرہ کی شان میں گستاخی کرنے والا فاسق بتانے والا ہو وہ شخص ہرگز قابل امامت نہیں۔ جب وہ امام نماز بنانے کے قابل نہیں تو ظاہر ہے کہ اس کی تقریر سننا اور اپنے جلسوں میں بلانا بھی سخت حرام ہے۔

ظاہر ہے کہ فتوے عام الفاظ میں ہے کسی کا نام نہیں (اور فتویٰ عام ہی الفاظ میں ہوتا ہی) مگر مثل مشہور ہے کہ چور کی داڑھی میں تنکا اس کا مورد جناب بابا صاحب نے اپنے آپ کو سمجھ لیا پھر انھوں نے اپنے آپ کو سمجھا تو سمجھا۔ اپنے ساتھ عزیزی مولوی حفیظ الرحمان سلمہٗ کو کیوں سان لیا مجھے جہاں تک یقین ہے مولوی حفیظ الرحمن سلمہٗ آپ کی ان عقیدتوں میں آپ کے شریک نہیں نہ ان کی کوئی تحریر ہے نہ آپ کی کسی تحریر یا ان کی تصدیق وتصویب ہے اور اگر معاذ اللہ وہ بھی

آپ کے ہم خیال ہیں تو ذرا اسی رسالہ قول فیصل کے متعلق ونکی دستخطی تصدیق تو لے لیجیے
یہ غیر ممکن ہے کہ اپنے خاندان کے مذہب مہذب اور طریقہ کو چھوڑ کر آپ کے ساتھ لگ جائیں۔ بہرحال
مولوی حفیظ الرحمن سلمہٗ کا نام لیکر اور اپنے ساتھ میں ملا کر سنیان بنارس کو دھوکہ نہ دیں۔ اور
اگر بفرض محال مولوی حفیظ الرحمان سلمہٗ لفظ بہ لفظ آپ کے ہم خیال ہیں تو زبان شریعت آزاد ہے
کسی شخص کی پرواہ نہیں کرتی۔ میں خود براہ راست مولوی حفیظ الرحمن سے واقف ہوں۔ میں نے
دو چار سبق بھی انھیں پڑھائے ہیں۔ مجھے حق ہے کہ میں ان کو سمجھاؤں اگر وہ آپ کے ساتھ ہیں
میں عنقریب ان کو خط لکھتا ہوں اور تفصیلی حالات دریافت کرتا ہوں۔

عنوان نمبر ۹

متفرقات

قولہ الحمد للہ کہ انصار معاویہ نے میرے رسالے رد فضائل معاویہ کو سرتاپا صحیح تسلیم کر لیا
اور اوس کے زور دلائل کے سامنے اپنے ہتھیار ڈال دیئے (ص)

اقول بالکل غلط۔ آپ کا رسالہ رد فضائل معاویہ جس طرح پہلے ترخرفات کا مجموعہ سمجھا جاتا
تھا ویسا ہی اب بھی اور وہ تو وہ۔ آپ کی یہ دوسری تحریر قول فیصل اوس سے زیادہ۔ غلوطات کا
مخزن ہے اسکے زور دلائل کا یہ حال ہو کہ سب نے اوس کی بسر کی۔ ہتھیار تمہارے پاس ہیں
نہیں۔ نہ تیر ہے نہ تلوار نہ نیزہ ہے نہ خنجر میاں تمکہ کہ سٹیا بھی نہیں۔ جو ڈالنے نہ ڈالنے کا سوال پیدا
ہو البتہ ذو پیسہ والا قلم ہے وہ الحمد للہ ابتک آپ کے مقابلہ میں کھڑا ہے اور آپ کے قول فیصل
کا فیصلہ چکا رہا ہے۔ کیا خواب میں دیکھا ہے کہ دونوں باتیں تسلیم کریں۔ فتویٰ اپنی جگہ پر قائم ہے
اور اوس سے بھی زیادہ زوردار اس رسالہ میں موجود ہے۔

قولہ شکر ہے کہ مؤلف صاحب اب اس کے قائل تو ہوگئے کہ معاویہ کی کوئی خصوصی فضیلت
کہیں بھی نہیں ہے (ص)

اقول میں نے رسالہ المعاویہ میں لکھا تھا کہ فرض کیجیے کہ حضرت معاویہ کی فضیلت میں کوئی
حدیث صحیح نہیں تو نہ سہی مگر وہ حدیث صحیح کون سی ہے جس کی وجہ سے ان کو فاسق مرتکب گناہ کبیرہ

اور داخل جہنم کیا جائے۔ اگر فضیلت کی حدیثیں نہیں ہیں تو صرف خصوصی فضیلت ہی تو ثابت نہ ہوگی مگر اس کے یہ معنی نہیں کہ خصوصی فضیلت نہیں تو قباحت ہی قباحت ہے۔ خصوصی فضیلت نہ سہی مگر عمومی فضیلت تو فضل صحابہ کے ضمن میں موجود ہے۔

اور یہ جملے . ان کے ردی رسالہ کے جواب میں تھے جس میں بکرات ومرات یہ لکھا کہ معاویہ کی فضیلت میں کوئی حدیث صحیح نہیں۔

خود فرمائیے کہ میری عبارت میں وہ کون سا جملہ ہے جس کے معنی یہ ہوں کہ میں نے یہ اقرار کر لیا کہ حضرت معاویہ کی فضیلت میں کوئی حدیث صحیح نہیں۔ میں نے ایک تنزلی گفتگو کی تھی جس پر لفظ زعم اور مگر شاہد ہیں۔ جناب بابا صاحب اگر اس فصیح و بلیغ اردو سمجھنے سے قاصر تھے تو کسی ادیب ہی سے مشورہ لے لیتے۔ بابا صاحب نے جو کچھ سمجھا وہ غلط سمجھا اور اب بھی میں وہ ہی کہتا ہوں جو پہلے کہا تھا کہ اگر فضیلت مخصوصہ کی کوئی حدیث نہیں تو نہ سہی ان کی فضیلت ضمن صحابیت میں موجود ہے اور یہ اس لئے کہا تھا کہ حضرت شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی تحفہ میں فرماتے ہیں اور بطور قاعدہ کلیہ فرماتے ہیں "مقدمہ دہم۔ فضیلت عام را بسبب نبودن فضیلت خاص از نظر ساقط نباید کرد ومراعات حق آں فضیلت عام از دست نباید داد" فضیلت خاص نہ ہونے کی وجہ سے فضیلت عام سے نظر نہ پھیرنا چاہئے اور فضیلت عام کے حق کی رعایت نہ چھوڑنا چاہئے۔ مگر وہ گفتگو تنزلی پر محمول ہے چنانچہ اس رسالہ میں میں نے ان کی فضیلت کی صحیح حدیثیں لکھ دی ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے۔

قولہ. بس لفظ خصوصاً کے ذریعہ جو تمام صحابہ رسول اللہ پر نعوذ باللہ منہا کبرت کلمۃ تخرج من افواههم۔ انہوں نے معاویہ کو خصوصیت دی ہے اسے ہٹا دیں اور اس کلمہ سے توبہ کریں کہ گندہ اور ناپاک عقیدہ ہے کہ صحابہ کبار حتیٰ کہ خلفاء راشدین پر معاویہ کو فضیلت دی جائے (ص۔)

اقول واہ جناب علامہ فاضل علوم مشرقی خوب سمجھے داد نہیں دی جا سکتی۔ لفظ خصوصاً کو آپ نے خوب توڑ مروڑ دیا۔ جناب والا اگر میں یہ کہوں کہ شیعہ خارجی بڑے بے ادب اور گستاخ ہیں کہ صحابہ کی شان میں اول فول بکتے ہیں خصوصاً اس زمانہ میں جناب بابا صاحب تو اسکے کیا یہ معنی ہونگے کہ میں نے آپ کو تمام شیعہ خارجیوں پر فضیلت دیدی۔ چونکہ اس وقت معاملہ حضرت معاویہ کا چھڑا ہوا ہے۔ اس لئے خصوصاً کا لفظ لایا گیا کہ میری اور آپ کی تحریر کے خصوصی سبب وہ ہی ہیں جن کے فضائل

کے اعتبار سے تو سُن لیجئے . میرا مرتبا عقیدہ . تمام صحابہ افضل مثل نجوم ہیں ۔ صحابہ میں حضرت خلفاء
راشدین پھر مہاجرین و انصار ۔ پھر وہ جو فتح مکہ سے پہلے مسلمان ہوئے پھر وہ جو فتح مکہ کے دن
مسلمان ہوئے ۔ پھر وہ جو اس کے بعد مسلمان ہوئے . میرا عقیدہ ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اپنے
بعد کے مسلمان ہونے والوں سے افضل ہیں اور اپنے پہلے کے مسلمان ہونے والوں سے مفضول اور
خلفائے راشدین کے درجہ کو تو کوئی صحابی نہیں پہونچ سکتا خصوصاً حضرت معاویہ رضی اللہ عنہم
اجمعین اور میرا یہ بھی عقیدہ ہے کہ جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو شقی بدبخت ۔ ملعون ۔ بدکردار
درندہ ۔ ظالم ۔ منافق ۔ مستحق قتل واصل جہنم کہتا ہے وہ خود شقی بدبخت ملعون بدکردار ۔ درندہ
ظالم منافق ۔ مستحق واصل جہنم ہے ۔ استغفراللہ کیسے گندے اور ناپاک ہیں وہ لوگ جو ایک صحابی
جلیل فضائل کاتب رسول امین وحی الٰہی کو ایسے ناپاک اور گندے الفاظ سے یاد کریں ایسے
لوگ واقعی ملعون ۔ مردود ۔ مرحوم مطرود ہیں ابن سبا کے شاگرد اور رافضیوں کو پیار کرنے
والے ہیں ۔

قولہ رافضی کبھی تو سچ بول دیا کرتے ہیں مگر ناصبی حضرت کا معیار تو رافضی سے بھی
زیادہ پست . الخ (صہ)

اقول آپ رافضی کے کبھی سچ بولنے کی کیوں نہ مدح فرما دیں گے آپ ان کو پیار کرتے ہیں
اور وہ آپ کو بھی کرتے ہونگے . مگر میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ رافضی ہو یا خارجی دونوں جھوٹے نہ یہ پیار
کے لائق نہ وہ . رافضیوں کا جھوٹ اور ان کے مکائد تحفہ اثنا عشریہ میں دیکھئے تو آنکھیں کھل جائیں
اور پھر کبھی آپ نہ کہیں کہ رافضی تو کبھی سچ بول دیتا ہے . جس نے جھوٹ کا نام تقیہ رکھا ہو وہ وہ
سچا ۔

قولہ تہذیب اجازت نہیں دیتی ورنہ مولف صاحب کو اردو کی وہ مثل الخ (صہ)

اقول تھوڑی دیر کے لئے تہذیب کو طاق پر رکھ دیا ہوتا اور مثل تو سنا دی ہوتی تاکہ
مولف صاحب کچھ شرمندہ ہو جاتے . اصل بات یہ ہے کہ وہ سمجھے رہے کہ جب اگر کوئی جو مثل کا سنا
تو مولف اوس سے کڑا پیش کر دیگا ۔
اور کیوں صاحب مثل سنانے کو تہذیب اجازت نہیں دیتی . مولف صاحب کا اس قدر

جاں اور حضرت معاویہ کو شقی بدبخت، بدکردار، درندہ، ظالم کہنے کو تہذیب اجازت دیتی ہے دین کا ذرا بھی خیال نہیں فاعتبروا یا اولی الابصار۔ اگر تہذیب کے دلدادہ ہیں تو ہر جگہ تہذیب چاہیئے یہ کیا کہیں مہذب کہیں بدتہذیب۔

قولہ الحمد للہ کہ ایک جھگڑا تو ختم ہو گیا اور بحث معاویہ کی یک ٹانگ تو ٹوٹی الخ (ص۔)

اقول الحمد للہ بحث مذکور کی یک ٹانگ کا ٹوٹنا کیسا دونوں ٹانگیں صحیح و سالم اور تمام معاویہ پر لنباڑ کرنے کو تیار بلکہ اسکو دونوں ہاتھ بھی ہتیاؤ کے لئے آمادہ

قولہ مؤلف صاحب کو یقین اور اطمینان دلاتا ہوں کہ بحث معاویہ کی یہ دوسری ٹانگ (صحابیت معاویہ) بھی انشاء اللہ پوری کی پوری ٹوٹ جائیگی۔ ابن سبا کی تو کوئی ضرورت ہی نہیں۔ میں خود ہی مؤلف صاحب کے اس زعم باطل کو پاش پاش کر دوں گا (ص۔)

اقول دیکھنا ہے آگے آگے آپ، آپ کے پیچھے پیچھے ہیں اور حال و قعی بن سبا کی ضرورت نہ رہی جب آپ جیسے اوسکے شاگرد رشید موجود ہیں گو جیسے ابن سبا ہوا ہوا ویسے ہی انشاء اللہ تعالیٰ آپ بھی ہوا ہو جائینگے۔ در ہو رہے ہیں۔ نہ تو دھواں ہو چکا ہے دل اور باقی ہے۔ آپ کی کتاب معاویہ کی صحابیت کا مطالعہ ہی نہیں کیا بلکہ دونوں ہاتھوں سے ہتیاؤ ہو گیا، اور دانت توڑ منہ پھیر جواب دیدیا گیا جس پر آپ کو ناز تھا وہ پامال کر دیا گیا۔

قولہ مؤلف صاحب نے میرے لفظ چودورقہ لکھدینے پر بیراہت مذاق اڑایا ہے الخ (ص۔)

اقول میں نے جو رسالہ رد فضائل لکھا تھا وہ ۔۔ دورق کا تھا یا صاحب نے اسے چودورقہ لکھدیا اور لطف یہ کہ آپ نے اپنے رسالہ کو جو آٹھ ورقہ تھا اُسے بھی چودورقہ لکھدیا۔ ہمنے لطور لطیفہ گرفت کی اوسکی توجیہ قول فیصل میں بیان کرتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں۔ لفظ چودورقہ اردو زبان کا محاورہ ہے اور یہ چھوٹے رسالوں یا چھوٹی کتابوں کے لئے بولا جاتا ہے (ص۔) گذارش یہ ہے کہ یہ محاورہ تو آج ہی سنتے ہیں آپ خیر جن کی تصدیق تو لکھنو اور دہلی والوں سے کرلی جائیگی مگر آپ کے فرمانے کے مطابق تو دو ورقہ، اور ایک ورقہ کو بھی چودورقہ کہہ سکتے اور آٹھ ورقہ کو بھی چودورقہ۔ کیوں صحیح ہے نا مگر منہ سے آپ فرماتے ہیں یہ ہمارا اعمال

ایک ورقہ نہیں بلکہ دُو ورقہ ہے" پھر صفحہ ۹۳ پر فرمایا "اب اس رسالہ ایک آٹھ ورقہ رسالہ نکلا ہے" جہاں دُو ورقہ اور آٹھ ورقہ کے لئے چودہ ورقہ والا اُردو زبان کا محاورہ کیوں نہیں دیکھئے چوکڑی غائب نہ ہو جائے جواب تسلی بخش چاہیے۔

قولہ مولف صاحب اپنے رسالہ کے صفحہ ۱۵ پر جلی خط سے علمی قابلیت لکھکر الخ (صفحہ ۸)

اقول باباصاحب نے اپنے رسالہ میں لکھا تھا "شرح عقائد نسفی یہ کتاب محض اہلسنت کے عقائد کی کتاب ہی نہیں ہے بلکہ حنفیوں کے عقائد کی بنیادی کتاب ہے۔" میں نے عرض کیا تھا کہ اس موقع پر یہ کہنا چاہیے کہ شرح عقائد محض حنفیوں کے عقائد کی کتاب نہیں بلکہ اہلسنت کی۔ اوسکے بعد میں نے لفظ حنفی سُنّی میں نسبت دریافت کی تھی مگر بابا صاحب اوسے تو پی گئے۔ جو گلفشانی فرمائی وہ فاضل مبارک اور حمداللہ کی عبارت سے کم نہیں۔

میں نے اس واسطے عرض کیا تھا کہ قاعدہ یہ ہے کہ ضمن عموم میں عام کی فردیں سب آجاتی ہیں لیکن ضمن خصوص میں عام کی سب فردیں داخل نہیں ہو سکتیں۔ جیب کہا جائے حیوان تو انسان گھوڑا۔ بیل۔ بکری سب شامل اور جب کہا جائے انسان تو اب سب دُور۔ یا جیسے کہا جائے اصحاب رسول تو خلفائے راشدین۔ مہاجرین و انصار مسلمین۔ قبل فتح مکہ و بعد فتح مکہ اور حضرت معاویہ سب شامل۔ اور اگر کہا جائے یہ مفضلین خلفائے اربعہ کی جمع تو اور صحابہ اوس میں شریک نہیں۔ حنفی من وجہ خاص ہے۔ اہلسنت من وجہ عام ہے لہذا جب یہ کہا جائے کہ یہ حنفی ہے تو اہلسنت ہونا ضروری نہیں جیسے معتزلہ حنفی تھے مگر سنی نہ تھے اور جب یہ کہا جائے کہ یہ سنّی ہے تو اوس میں شافعی حنفی۔ مالکی۔ حنبلی سب شریک۔ شرح عقائد کے متعلق یہ کہنا کہ یہ کتاب محض اہلسنت کے عقائد کی کتاب ہی نہیں ہے بلکہ حنفیوں کے عقائد کی بنیادی کتاب ہے بے معنی جملہ ہے اس لئے کہ جب اہلسنّت کے عقائد کی کتاب ہو گی تو اب حنفیوں کی تخصیص کی ضرورت نہ رہی ضمن عام میں سب فردیں داخل حنفی بھی شافعی بھی۔ مالکی حنبلی بھی بلکہ کہنا یہ چاہیے کہ حنفیوں کے عقائد ہی کی کتاب نہیں بلکہ کل اہلسنّت کی ہے اس لئے کہ ضمن خصوص میں سب افراد نہیں آسکتے تھے۔ اس لئے تعمیم کی ضرورت پڑی۔ باباصاحب بیچارے کیوں سمجھیں کسی خیرآبادی کے شاگرد ہوتے تو سمجھ میں آتا

علاوہ بریں بابا صاحب کو یہ بھی خبر نہیں کہ لفظ حنفی کہاں بولا جاتا ہے اور سُنی کہاں۔ سُنیئے حنفی
وہ ہیں جو مسائل فرعیہ عملیہ میں یعنی عبادات معاملات کے مسائل میں امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مقلد ہوں
اور سُنی وہ ہے جو مسائل اعتقادیہ علمیہ میں یعنی جو مسائل عقائد سے تعلق رکھتے ہیں ان میں اہلسنت کا
متبع ہو۔ حنفی کا استعمال شرح وقایہ ہدایہ کتب فقہ میں ہوگا۔ سنی کا استعمال شرح عقائد شرح مواقف
کتب کلام میں ہوگا۔ اس اعتبار سے بھی یہ جملہ غلط ہے کہ شرح عقائد حنفیوں کی کتاب ہے اس لئے کہ
شرح عقائد عقائد کی کتاب ہے۔ یہاں لفظ حنفی کا جو اعمال پر دلالت کرتا ہے استعمال بے موقع ہے۔
لیجئے اب میں نے آپ کو سمجھا دیا ہے آئندہ غلطی نہ ہونے پائے۔ علاوہ بریں حضرت علامہ تفتازانی شارح
خود فی المذہب ہی حنفی نہیں تو شرح عقائد کے متعلق یہ کہنا کہ شرح عقائد حنفیوں کے عقائد کی کتاب
ہے بے معنی جملہ ہے۔

میں نے نسبت دریافت کی تھی اس کا تو کوئی جواب نہیں اور حقیقۃً اسکا جواب بھی جناب بابا
کے بذات خود بس میں نہیں اور میں ابھی بتاؤں گا نہیں۔

قولہ مؤلف صاحب کی عقل و نیت کا اندازہ تو رسالہ کے سرورق یا ٹائٹل پر ہی ہے جہاں
ہے مسمی کے بعد بنام لکھا ہے۔ درانحالیکہ خود لفظ مسمی کے معنی ہوتے ہیں بنام (ص۔۱)

قول کیا صیغہ پڑھا ہے۔ جناب والا مسمی اسم مفعول کا صیغہ ہے۔ باب تسمیہ سے اسکے معنی
ہیں جس کا نام رکھا گیا ہے بنام اسکا ترجمہ نہیں۔ بنام کے لئے عربی کا لفظ باسم یا بسم ہے۔ لفظاً مسمی
سے اگر معنی اسم کی تجرید کرلی جائے گی تو اسکے بعد بنام کا لفظ لایا جائیگا۔ یہ ایک اصطلاحی لفظ
نحو بول گیا۔ شاید بابا صاحب اس کو نہ سمجھ سکیں۔ یہ بہت اونچی بات ہے۔
پھر سے پھر سمجھا دیا جائیگا۔ بہر حال استعمال دونوں صحیح ہے۔ گر مسمی کے معنی بنام نہیں ہیں
ترادف ہی ہے تو پھر مسمی کی جگہ لفظ باسم۔ اور لفظ بسم کی جگہ مسمی استعمال ہو سکتا ہے۔ اب اگر
کوئی بابا صاحب کی اس تحقیق پر عمل کرتے ہوئے بجائے بسم اللہ الرحمان الرحیم کے مسمی
اللہ الرحمان الرحیم پڑھے تو کیا صحیح ہوگا اور اقرا باسم ربک کی تفسیر یوں کر دے اقرا مسمی ربک
درست ہوگا۔ لوگ اکثر خطوط میں لکھتے ہیں باسمہٖ سبحانہ تو کیا یہاں مسماہ سبحانہ صحیح ہوگا۔ بابا صاحب
کو چاہیئے کہ کبھی کبھی وعظ میں بجائے بسم اللہ الرحمن الرحیم کے مسمی اللہ الرحمان الرحیم پڑھ دیا کریں

اور جب کوئی کچھ کہے تو فرما دیں کہ بھائی بسم اور بنام اور لفظ اسمی سب کے معنی ایک ہیں لہٰذا ایک کو
بجائے دوسرے کے استعمال کرنا صحیح ہے۔ سبحان اللہ جناب علامہ فاضل علوم مشرقی کی تحقیقات کے
کیا ہی بہار ہیں۔ طلبہ کو چاہیے کہ ان کو اپنی نوٹ بکوں میں جمع کریں کہ اعجوبۂ زمانہ ہیں

قولہ آپ خود اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر اور خود غور و تدبر اور دیانت سے موازنہ کرنے کے بعد
بتائیے (صٰ)

اقول واللہ دل پر ہاتھ رکھ کر غور و تدبر اور دیانت و حقانیت سے موازنہ کیا اور اس یقین پر
پہونچا کہ فضائل معاویہ پورے رسالہ کا جواب تو درکنار اوس کی ایک سطر کا بھی جواب نہ ہو سکا اور رسالہ کا
جواب قدح سے بھلائی کا جواب برائی سے حق کا جواب باطل سے کبھی نہیں ہوا ہے کہ اب ہو جائیگا اور
جو کچھ لکھا وہ ایسا ہے جیسے افیونچی کی بڑ نہ کسی مطالبہ کا جواب نہ کسی اعتراض کی تسلی نہ موضوع پر
گفتگو۔ دل میں کچھ تم سے کچھ من چہ گویم و طنبورہ من چہ سراید کا مصداق۔ یہ ہے آپ کا جواب اور دندان
شکن جواب۔ علامگی اور فضیلت علوم مشرقی سے معمور جواب غیر مشہور و غیر متداول نوٹ سے اقوال سے
پر جواب اسا بین و ابالہ بر اہل سنت کے ارشادات سے بے بہرہ جواب یہ ہے آپ کا دندان شکن، دندان شکن
بہت دور ہے۔ قلم توڑ بھی نہیں کاغذ پھاڑ بھی نہیں

اور یہ کیا خواب میں دیکھ لیا کہ فتوے سے باز آگیا۔ اجی اب بھی وہ ہی فتوی ہے بلکہ دس سے
ایک درجہ اونچی چنانچہ اوسے مفصل پیش کروں گا۔ ذرا آگے دیکھئے۔

قولہ خدا کے واسطے ہٹ دھرمی چھوڑیئے اور حق کو قبول کیجئے۔ دیوبندیوں اور وہابیوں
کے ہاتھوں میں نہ کھیلئے (صٰ)

اقول لعنت بھیجتا ہوں اوس پر جو ہٹ دھرمی کرے اور قبول حق سے باز رہے مگر
بابا صاحب جس کو آپ نے حق سمجھا ہے وہ ہی ناحق ہے اور جو میں نے لکھا وہ الحمد للہ حضرت
سرکار بغداد امام مالک ملا علی قاری علامہ محقق حضرت معانی علامہ شامی علامہ قاضی عیاض جیسے
اکابرین اہلسنت کا فرمودہ ہے اور وہ حق ہے اوس کو قبول کیجئے اور مذہب اہلسنت کے دامن
تھامئے۔

اور یہ آپ نے کیسے سمجھ لیا کہ میں وہابیوں دیوبندیوں کے ہاتھ میں کھیل رہا ہوں الحمد للہ

جانتا ہے کہ میں سخت قسم کا سُنّی ہوں اور بنارس والے بھی خوب جانتے ہیں کہ میں کیسا سُنّی ہوں، پھر سُنئے جناب میں رضوی قسم کا سُنّی ہوں۔ وہابیوں دیوبندیوں سے جن مسائل میں ہمارا اختلاف ہے، اختلاف ہے اور سخت اختلاف ہے صبح شام ان کے عقائد مخصوصہ کا رد کرتا ہوں لیکن یہاں تو وہابی دیوبندی کا کوئی مسئلہ نہیں۔ یہاں تو سُنّی اور رافضی کی بحث ہے۔ میں بحمد اللہ اپنے جادۂ مستقیم پر ہوں اور کسی وہابی دیوبندی کو پسند نہیں کرتا ہوں اور آپ خود فرما چکے ہیں کہ میں رافضیوں کو پیار کرتا ہوں یہی وجہ ہے کہ جس کو آپ پیار کرتے ہیں انھیں کی گود میں کھیل رہے ہیں۔ جناب بابا صاحب وہابی، دیوبندی کا نام لے کر مغالطہ دینے اور ان کے نام کے سہارے اوس دلدل سے نکلنے کا خواب نہ دیکھئے جس میں آپ پھنس چکے ہیں۔

قولہ میں بخدا کہتا ہوں کہ میری محبت آپ کے ساتھ ہمیشہ سے تھی الخ (صفحہ ۹)

اقول واللہ العلی العظیم میں آپ کو بزرگ سمجھتا تھا، اور کام کا آدمی جانتا تھا۔ میں آپکا اعزاز کرتا تھا اور اپنے احباب کو ہدایت کرتا تھا کہ جلسوں میں بابا صاحب کو ضرور بلایا کرو۔ مگر میں مداح نہیں بلکہ میں الحب للہ والبغض للہ کا قائل ہوں۔ جب میں آپ کو متصلب سُنّی سمجھتا تھا یہ سب کچھ تھا مگر اب جب آپ نے اس مسئلہ میں سنیت کے طریقہ کو الوداع کہا، رافضیوں کی ہمت بڑھائی تو آپ کچھ نہ رہے۔ میں ہر بدمذہب کے لئے حضور کا فرمان فایاکم وایاھم پر عامل ہوں اور اب بھی عرض کرتا ہوں کہ اگر آپ اپنے خیالات سے باز آجائیں اہلسنت کے فیصلہ کردہ مسئلہ پر عمل کریں تو پھر میں آپ کو اپنا بزرگ سمجھوں گا۔ میرا آپ کا خلاف ذاتی اختلاف نہیں بلکہ مذہبی اختلاف ہے۔ مذہب میں یگانگت ہوگی دل مل جائینگے ورنہ دل تو دل ہے کہ وہ خود اٹل ہے۔

قولہ مؤلف صاحب بار بار مجھ پر خارجیت، اور رفضیت کا الزام لگاتے ہیں الخ (صفحہ ۱۰)

اقول عیاں راچہ بیاں۔ اگر کوئی اپنے آپ کو تم کہا کہا کر سُنّی کہے، اور یکسر ہی عمل اوسکا خارجی اور رافضی کا سا ہو تو وہ کیا سُنّی رہ سکتا ہے اور اس تحقیق کی کہ آپ شیعوں کے ہاتھ میں کھیل رہے ہیں۔ ضرورت ہی کیا ہے جبکہ آپ کی تحریریں آپ کے خلاف گواہی دے رہی ہیں، اور آپ بڑھ بڑھ کر اونھیں پیار فرما رہے ہیں۔ وہ آپ کے جلسہ میں منتظم ہوتے ہیں۔ الزام

حقیقت ہے بدگمانی نہیں یقین ہے۔ اگر کوئی بات خلاف واقعہ ہو تو دعویٰ کر دیجئے۔ معاملہ کی اچھی طرح صفائی ہو جائیگی۔ اور جو اب تک پردہ راز میں ہے وہ بھی سامنے آجائیگا۔

قولہ اور ان تمام خرافات کی اکثر اصلی عبارتیں جنہیں اس رسالہ کے حوالے ہو جائیگی (ص ۹۳)

اقول انا للہ وانا الیہ راجعون۔ بے شک آپ نے نقل عبارتیں لکھی ہیں جب ہی تو کتر بیونت اور ایچ پیچ کی ہے۔ بابا صاحب یہ کونسا دستور ہے کہ ایک ہی موضوع پر کہیں اصل عبارتیں لکھی جائیں اور کہیں نقل۔ علم تصنیف وتالیف اسی کا نام ہے۔

قولہ اب موتی اور سعادیہ بھی چھپ چکی ہے احباب پڑھیں (۹، ص ۹۳)

اقول موتی اور سعادیہ میں بابا صاحب نے جو خرافات جمع کئے ہیں ان کی طرف توجہ کرنا ہو احباب مطالعہ فرمائیں اور بابا صاحب کے مکائد خفیہ سے محفوظ رہنے کی کوشش کریں۔

وھذا آخر ما اردنا ان نذکر بہ ولیس فالحمد للہ جاء بما فرق بین الحق والباطل واھدم ما بناہ العلامۃ بابا وجعلہ کالفراش المبثوث والعہن المنفوش نصاً خرابا۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
اذا ذکر اصحابی فامسکوا

یہ رسالہ بابا خلیل داس صاحب کے رسالہ مولی اور معاویہ کا
دانت توڑ جواب ہے اس کا نام ہے

تیغِ ایمانی
بر
اباطیل بابائے سیوانی

مصنفہ

جناب مفتی صاحب حقانی
مفتی آگرہ

باب دوم

تیغِ ایمانی برابابیل باباے سیالوی

جناب علامہ سید بابا خلیل احمد صاحب چشتی صابری امجدی وغیرہ وغیرہ نے ایک کتاب بنام مولی اور معاویہ لکھی، اور چھپنے سے پہلے متعدد اخبار میں اوسکا پروپیگنڈہ کیا۔ اپنے رسالہ «فضائل معاویہ» اور «قول فیصل» اور معاویہ کی صحابیت میں اوسکے مطالعہ اور اوس سے ہدایت حاصل کرنے کی بڑی ترغیب دلائی۔ کتاب کے دو حصے رکھے پہلے حصہ میں حضرت مولائے کائنات اور اہل بیت کے فضائل بیان کئے۔ دوسرے حصہ میں حضرت معاویہ پر تبرا بازی کی۔

فقیر نے اس باب میں دو فصلیں رکھی ہیں۔ پہلی فصل میں پہلے حصہ میں بابا صاحب نے مذہب اہلسنت کے خلاف جو باتیں لکھی ہیں اون پر گفتگو پیش کی گئی ہے۔ دوسری فصل میں دوسرے حصہ کے مزخرفات کا رد کیا گیا ہے۔

چونکہ دوسرے حصہ کے کچھ مضامین اور «قول فیصل» کے مضامین بالکل مشترک ہیں اور «قول فیصل» کے جواب «لطمۃ» میں ان مضامین پر مفصل گفتگو ہو چکی ہے اس لئے اون مضامین کے رد کے اعادہ کی ضرورت نہ ہوگی صرف لطمۃ ابل کا حوالہ دیدیا جائے گا۔ ہر دو فصل میں چند عنوان ہونگے۔

بابا صاحب نے کتاب کے شروع میں بعنوان مقدمہ ایک عربی خطبہ لکھا ہے۔ جو غالباً اون کے علامہ اور فاضل علوم مشرقی ہونے کا شاہکار ہے۔ فقیر اوس خطبہ کی عربیت دانی کے کچھ جواہر آپکے سامنے پیش کریگا۔ ملاحظہ فرمائیے۔

اصلاح خطبہ بابا صاحب

(۱) قولہ صاحب قاب قوسین والا دنیٰ غلط ہے قوسین او ادنیٰ صحیح ہے اور قرآن

میں یہ ہی ہے (۲) نور وجہ الذین ترجمہ کیا روشن ہو تو لفظ استنار ہونا چاہئے نور کے
معنی روشن کیا (۳) تعظیم بالارکان ترجمہ کیا اس لئے کہ وہ ایک رکن ہے ایمان کا اس کے لئے
ہونا چاہئے لانہ رکن الایمان۔ تعظیم بالارکان کے معنی ہیں ان کی تعظیم ساتھ ارکان کے
عربی کچھ ترجمہ کچھ تالی کچھ دھپ کچھ (۴) حتی یتبیون بالحسد والعناد لمن یریدون الخ
دونوں جگہ لمن پر لام جار بیکار (۵) حتی من یبین الخ ادب عربی کے خلاف ہے۔
عبارت یوں ہونا چاہئے حتی انہم لیعولون من یبین ان ہذا المعنی (۶) معدلا
من السنی سنی واحد ہے۔ لفظ جمع ہونا چاہئے من السنین تاکہ معدود جمع ہو جائے
(۷) و مع ھذا الکلمۃ السنی کلمہ مضاف ہے لہذا الف لام غلط ہے مضاف پر الف لام نہیں آتا
(۸) و کلتان حسب علی یرو۔ کلتان مضاف ہے نون غلط ہے صحیح ہے کلتا اضافت میں
نون تخفیف ساقط ہو جاتا ہے (۹) کما متساویتان غلط ہے صحیح ہے کما انہما متساویتان
(۱۰) انہم سنی غلط ہے صحیح ہے انہم سنیون (۱۱) تخطیات و لا اشتہارات ھولاء العلماء
غلط ہے صحیح ہے تخطیات ھولاء العلماء و اشتہاراتہم (۱۲) بسندنا الماضیہ غلط ہے
صحیح ہے بالسند الماضیہ (۱۳) ذکرہ تذوقا محاورہ کے خلاف ہے ہونا چاہئے ذکرہ تذوقا
(۱۴) انہ علی و معاویۃ غلط ہے صحیح ہے ان علیا و معاویۃ (۱۵) فاملئہ قلبی ترجمہ کیا ہے
بھر گیا میرا دل تو غلط ہے صحیح ہے امتلأ قلبی بھرا مسئلہ میں وہ حشو ہے (۱۶) جرح ترجمہ کیا
زخمی ہو گیا تو غلط ہے صحیح ہے اجترح (۱۷) وجرح کالسنان فی البال بالکل مہمل۔ چاہئے
اجترح کان السنان نفذ فی البال (۱۸) صبرت سنۃ میں لام غلط ہے صرف سنۃ کافی
ہے (۱۹) حرق قلبی ترجمہ کیا جلنے لگا تو غلط ہے صحیح ہے احترق (۲۰) انہ و معاویۃ غلط ہے صحیح ہے
انہ ھو و معاویۃ (۲۱) الیس ھذا اثم کبیر غلط ہے صحیح اثما کبیرا (۲۲) لا یعدون غلط
لا یعدو ہونا چاہئے (۲۳) و لا یترضونہ غلط ہے صحیح ہے و لا یترضوا (۲۴) و تقدمت
غلط ہے صحیح ہے ندمت اس لئے کہ ترجمہ کیا ہے پیش کر دی (۲۵) المسلم غلط صحیح ہے المسلمہ
اس کا موصوف مونث ہے (۲۶) کلم مصفاۃ غلط ہے صحیح کلما مصفاۃ (۲۷) ان یقول
لجل جاھل علی غلط ہے علی کی جگہ لی صحیح ہے۔ قول کے صلہ میں لام آتا ہے (۲۸) انہ لقد

الی کفر غلط ہے۔ صحیح ہے الی الکفر (۲۹) لاصحاب الذین غلط ہے۔ صحیح ہے للاصحاب الذین (۳۰) لا [illegible]
غلط ہے الا ان اؤلف صحیح ہے (۳۱) عن جنوآت غلط ہے صحیح ہے علی حنو ئین (۳۲) لا [illegible]
عامتہ من الناس غلط ہے صحیح ہے یفہمہا عامتہ من الناس (۳۳) وہ رسالتہ ھذہ [illegible]
غلط ہے۔ صحیح ہے وھذہ الرسالۃ (۳۴) ان فی تالیف ھذہ الرسالۃ نصرفی ان کا
اسم غائب صحیح یہ ہے وانہ قد نصرفی (۳۵) من کتب المطلوب غلط ہے صحیح ہے من الکتب
المطلوبہ (۳۶) والی مامول غلط ہے صحیح ہے والی آمل (۳۷) انہم لا ینسونی غلط ہے صحیح ہے
ان لا ینسونی (۳۸) الی صراط المستقیم غلط ہے صحیح ہے الی الصراط المستقیم (۳۹) ومنہج القویم
غلط ہے صحیح ہے والمنہج القویم (۴۰) قولہ فی مثل بہتان عظیم غلط ہے صحیح ہے وبہتانا عظیما۔

بابا صاحب آپ خود ہی غور فرمایئے کہ صفر سا صفحہ کا عربی خطبہ اور ۴۰ چالیس ادبی نحوی
صرفی غلطیاں اور پھر جناب کو علامگی اور فضیلت علوم مشرقی کا دعویٰ اور فیصلہ یہ کرنا کہ حضرت
معاویہ علمائے دین سے نہیں۔ سبحان اللہ آپ سے کس بیچے علم پر اور حضرت معاویہ کے
علم کا تو سنا۔

فصل اوّل

عنوان نمبر ۱

قولہ سیرت مولٰے (ص ۱)

اقول۔ حضرت سیدنا امیر المومنین خلیفۃ الاسلام امام المسلمین مولائے کائنات اسد اللہ الغالب
علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ اور اہل بیت نبوت کے فضائل و مناقب اہل سنت و جماعت کے نزدیک
مسلم اور ان پر ایمان و اعتقاد اور ان سے محبت ذریعہ نجات اور ان کی تعظیم و توقیر علامت ایمان
مگر افراط رفض و تفریط خروج سے پاک اہل سنت ان کو سفینہ نجات جانتے ہیں آیۃ تطہیر کا مصداق
مانتے ہیں۔ حضرت مولائے کائنات کو اپنے وقت میں خلیفہ برحق سمجھتے ہیں سید الاولیا تسلیم کرتے ہیں

تینوں کے بعد سب سے افضل ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ تو بہت دور ہیں وہ تو بعد الثلثہ، فضل المہاجرین والانصار ہیں۔ ونکے علم۔ ونکے تقوے اونکی شجاعت اونکی سخاوت کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ تو درکنار اور صحابہ نہیں پہونچ سکتے اونکے مقابلہ میں حضرت معاویہ کو جو فضیلت دے وس کو ہم سنی نہیں سمجھتے۔ کہاں خلیفہ خلافت راشدہ اور کہاں امیر مملکت اسلامیہ شتان ما بینہما؟

حضرت مولیٰ کی سیرت پاک فضائل و شمائل مبحوث عنہا بالاختلاف نہیں ہیں لہٰذا اس موضوع پر اس وقت گفتگو کی ضرورت ہی نہیں۔ جو خلاف محل کتاب کا حجم بڑھا کر مرعوب کیا گیا۔ اور ایک سو انتالیس ۳۹ کے عدد سے دباؤ ڈالا گیا۔

عنوان نمبر۲

قولہ سیدنا حضرت ابوطالب کا اسلام (ص۳۶)

اقول اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ما کان للنبی والذین اٰمنوا ان یستغفروا للمشرکین الآیہ نبی اور مسلمانوں کے لئے جائز نہیں کہ وہ مشرکین کے لئے استغفار کریں اگرچہ وہ قرابتدار ہوں جبکہ معلوم ہو گیا کہ وہ جہنمی ہیں۔

امام رازی تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں سدی عن سعید بن المسیب عن ابیہ قال لما حضرت ابا طالب الوفاۃ قال لہ الرسول علیہ الصلوٰۃ والسلام یا عم قل لا الہ الا اللہ احاج لک بہا عند اللہ تعالیٰ فقال ابوجہل وعبد اللہ ابن ابی امیۃ اترغب عن ملۃ عبد المطلب فقال انا علی ملۃ عبد المطلب ابی فقال علیہ الصلوٰۃ والسلام لاستغفرن لک ما لم انہ عنک فنزلت ھذہ الآیۃ

تفسیر معالم التنزیل میں آیہ مذکورہ کا یہی شان نزول بتایا اور اوس میں اتنے لفظ زائد ہیں وابیٰ ان یقول لا الہ الا اللہ

تفسیر روح البیان میں بھی یہی شان نزول لکھا اور اوس میں یہ لفظ ہیں نصاً ابی عن

کلمۃ التوحید قال علیہ السلام لاخوال استغفرنّ لک مالم انہ عنہ

بخاری شریف میں ہے لما حضرت ابا طالب الوفاۃ جاءہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوجد عندہ ابا جہل ابن ہشام وعبد اللہ ابن امیۃ بن المغیرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لابی طالب اے عم قل لا الہ الا اللہ کلمۃ اشھد لک بھا عند اللہ فقال ابو جہل وعبد اللہ ابن ابی امیۃ یا ابا طالب اترغب عن ملۃ عبد المطلب فلم یزل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعرضہا علیہ ویعودان بتلک المقالۃ حتی قال ابو طالب آخر ما کلمہم ہو علی ملۃ عبد المطلب وابی ان یقول لا الہ الا اللہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اما واللہ لاستغفرن لک مالم انہ عنہ فانزل اللہ فیہ ما کان للنبی الآیہ

علامہ عینی شرح بخاری میں فرماتے ہیں اجمع المفسرون انہا نزلت فی ابی طالب وفی معانی الزجاج یروی ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم عرض علی ابی طالب الاسلام عند وفاتہ وذکر لہ وجوب حقہ علیہ فابی ابو طالب فقال صلی اللہ علیہ وسلم لاستغفرن لک حتی انہ عن ذلک

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں وابو طالب عمہ صلی اللہ علیہ وسلم وابو علی مات کافرا۔

ملا علی قاری فرماتے ہیں ولم یؤمن بہ (شرح فقہ اکبر)

کتب تفاسیر حدیث شرح حدیث حضرت امام اعظم تو یہ فرمائیں کہ ابو طالب ایمان نہ لائے کفر پر موت ہوئی۔ حضور نے کلمۂ توحید بوقت وفات پیش فرمایا مگر اونھوں نے کلمہ کو قبول نہ کیا مسلمان نہ ہوئے اور بابا جی زبردستی اونھیں مسلمان بنائیں اور ایسے اقوال پیش کریں جن سے اون کے مسلمان ہونے کا پتہ تک نہ چلے۔ علاوہ بریں تفاسیر کی صاف عبارتوں بخاری کی صحیح حدیث حضرت امام کے ارشاد کے مقابلہ میں اون قولوں کی کیا وقعت ہے جو بابا صاحب نے جمع کر دیئے۔ حیرت ہے کہ بابا صاحب نے ہر مسئلہ میں یہی صورت اختیار کی کہ معتبر اقوال کتب عقائد صحیح حدیثوں کو جب اپنی ذہنیت کے مطابق نہ پایا پس پشت ڈال دیا اور کمزور بے سند غیر معروف قولوں کو اپنی ذہنیت کے موافق پایا تو مسند بنا لیا اس کے معنی تو یہ ہوئے کہ جو بات بابا کے ذہن میں آجائے صحیح اور جس چیز کو قرآن وحدیث علمائے اہل سنت پیش کریں وہ سب کمزور ضعیف بھلا ایسے بے وضع

زمان کی کہوں تک بات سُنی جائے کہاں تک توجہ دیں گے۔

باباصاحب کسی کافر کو مسلمان کہنا ایسا ہی ہے جیسے کسی مسلمان کو کافر منافق سمجھنا یہ بھی قانون اسلام کے خلاف ہے وہ بھی قانون اسلام کے خلاف ہے۔ تعجب ہے کہ جسکا کفر قرآن سے تعبیر سے حدیث سے امام کے قول سے ثابت ہو اوس کو تو آپ مسلمان سمجھیں، اور جن کو (حضرت معاویہ) سب مسلمان کہیں اوس کو آپ منافق دجال جہنم بتائیں یہ اتباع حق نہیں بلکہ اتباع ہوائے نفس و شیطان ہے باباجی آنکھیں کھولئے ہوش میں آیئے زبان و قلم روکئے ورنہ یہ بھی آپ کے خلاف بروز قیامت گواہی دینگے۔

علی بن برہان الدین کے قول سے مسلمان ہونا ثابت نہیں ہوتا کسی کافر کا کسی وجہ سے دوسروں سے یہ کہہ دینا کہ تم مسلمان ہو جاؤ، مسلمان ہی رہو۔ قائل کے اسلام پر دلیل نہیں جبکہ صراحت یہ موجود ہو کہ خود اوس نے کلمہ کو قبول نہ کیا اور موت کفر ہی پر ہوئی۔ اسی طرح حضرت ابو رافع کی روایت سے اسلام ثابت نہیں ہوتا اسی طرح نقل کردہ اشعار سے اسی طرح واقدی کی روایت سے، اور حضور کا غسل و تکفین کے لئے فرمانا، اس امر کی دلیل نہیں کہ وہ مسلمان تھے مشرکین بھی مشرکین مردوں کو نہلاتے اور کفن دیتے ہیں اوسوقت یہ رواج عام تھا اور حضور کا غفر اللہ لہ فرمانا اوس وعدہ کی بنا پر تھا کہ حضور نے فرمایا تھا کہ مجھے جبتک منع نہ کیا جائیگا۔ اونکے لئے استغفار کروں گا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے منع فرما دیا تو حضور نے پھر غفر اللہ لہ یغفر اللہ لہ نہیں فرمایا۔ نمبر ۶ و ۷ سے بھی، ون کا اسلام ثابت نہیں دوسروں کو ترغیب اسلام ہے اور وہ یہ جانتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سچے ہیں در خدا کے نبی ہیں۔ چچا ہونے کے اعتبار سے حضور کی ہمیشہ حمایت کی۔ دوسروں کو ترغیب دی مگر افسوس کہ خود کلمہ نہ پڑھا و العبرۃ بالخواتیم خاتمہ کا اعتبار ہے اور خاتمہ اسلام پر نہ ہوا۔ نمبر ۸ بے ثبوت ہے سند اور تفسیر و حدیث کے خلاف معترض حضرت امام اعظم کے مخالف لہذا ناقابل اعتبار۔

نمبر ۹ حضرت شیخ نے مدارج میں دو قول نقل کئے ہیں (۱) اسلام ابو طالب کا (۲) وفات بر کفر کا۔ باباجی نے قول اول تو نقل کر دیا اور قول ثانی ترک کر دیا حالانکہ حضرت شیخ نے پہلے قول اسلام کو شیعہ کا مذہب بتایا اور علامہ ابن حجر عسقلانی کا قول نقل کیا، فرماتے ہیں و صحیح

ابن حجر عسقلانی گفتہ کہ نشاد ابی طالب ابن شعور ابعد از بعثت است در رفت بو طالب بخوشی آنحضرت در دربیس رسے از اخبار آمدہ وبہ ایں تمسک کردہ اند شیعہ باسلام وے۔

اسی مسئلہ میں حضرت عباس کی وہ روایت جس کو بابا جی نے نقل کیا ہے مسند میں لائے ہیں دوسرا قول یہ ہے۔ وطا احادیث می آمدند کہ دلالت دارند بر عدم قبول دازبان وے دعوت اسلام را ونیز می آمدند کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وقت وفات بر سر وے رفت ودعوت کرد واقع نشد از وے اجابت۔ اس قول کو بابا جی نے اپنی ذہنیت کے مطابق نہ پایا تو چھوڑ دیا حالانکہ احادیث صحیحہ سے یہی ثابت ہے اور جو مذہب شیعہ کا تھا اور اپنی ذہنیت کے مطابق تھا اس کو سند بنالیا۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ بابا جی شیعہ مذہب سے بہت قریب ہیں۔

پھر حضرت شیخ نے دونوں قول نقل کرکے کوئی فیصلہ نہ کیا اور بابا جی نے اس طرح نقل کیا کہ جس سے دیکھنے والا یہ سمجھے کہ حضرت شیخ بھی اسلام ابو طالب کے قائل ہیں۔ یہ بابا جی کی محض "دھوکہ بازی" ہے اور یہ دھوکہ بازی صرف یہیں نہیں بلکہ متعدد جگہ اختیار کر چکے ہیں۔

عنوان نمبر۲

قولہ یزید پلید کے متعلق ا/۲ (ص ۹۹)

اقول یہاں دو مسئلے بطور اصول سمجھ لینے ضروری ہیں تاکہ کوئی افراط وتفریط نہ پیدا ہونے پائے۔

(۱) یزید کے زمانہ حکومت میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت واقع ہوئی۔ یزید دمشق میں تھا اس کا گورنر ابن زیاد کوفہ میں، حضرت امام حسین کوفہ کی طرف روانہ ہوئے ابن زیاد نے ناکہ بندی کی اور حضرت امام کو کربلا میں رکنا پڑا۔ آپ سے بیعت یزید کا مطالبہ ہوا۔ آپ نے انکار فرمایا اور شہادت پائی۔

"قاتل حقیقی کون تھا؟" قاتل حقیقی سے وہ مراد ہے جس کے لئے خدا نے فرمایا ہے ومن یقتل مومنا متعمدا الآیہ۔ اور جس نے بلاواسطہ کسی کو قتل کیا۔ ایک جماعت کسی کے قتل کی درپے ہو۔ کسی نے مشورہ دیا کسی نے حکم دیا۔ کسی نے تلوار تیز کی۔ کسی نے حملہ کیا۔ کسی نے

پکڑا، کسی نے پکڑا، اور ایک نے تلوار سے سر اتار دیا تو اگرچہ عام طور پر یہی کہا جائیگا کہ سب نے قتل کیا مگر سب قاتل حقیقی نہ ہوئے۔ قاتل حقیقی وہ ہی ہے جس نے تلوار سے سر قلم کیا جس کے فعل سے موت واقع ہوئی۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا قاتل حقیقی یزید ہے نہ ابن زیاد نہ عمرو بن سعد۔ اگرچہ یہ لوگ سارے واقعہ میں کسی نہ کسی طرح شریک ہوں۔ قاتل حقیقی وہ ہی ہے جس نے حضرت کا سر مبارک تن سے جدا کیا جس کے فعل سے موت واقع ہوئی۔ ایسا شخص یقیناً بہت بڑے جرم کا مرتکب اور خدا کے غضب اور اس کی پھٹکار کا مستحق داخل جہنم ہونے کا سزاوار اور عذاب عظیم کا حصہ دار یعنی آیہ ومن یقتل مومنا متعمدا فجزاءہ جہنم خالدا فیہا وغضب اللہ علیہ ولعنہ واعد لہ عذابا عظیما کا پورا پورا مصداق اور جس نے اس جرم کی مدد کی وہ بھی گنہگار کہ اعانت جرم بھی جرم اور خداوند تعالیٰ نے فرمایا ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان ایک دوسرے کی گناہ و ظلم کی بات پر مدد نہ کرے۔

بحث قتل

(۲) قتل کیا ہے۔ نبی کو قتل کرنا تو کفر ہے۔ ملا علی قاری شرح فقہ اکبر میں فرماتے ہیں۔ قال ابن الہمام وبالجملۃ فقد ضم الی تحقق الایمان اثبات امور الاخلال بہا اخلال بالایمان اتفاقا کترک السجود للصنم وقتل نبی او الاستخفاف بہ او بالمصحف او الکعبۃ۔

نبی کے سوا دوسرے مسلمان کا قتل اگر حلال اور جائز سمجھتا ہے جب بھی کفر ہے کہ مطلقاً کسی ایسی معصیت کا جس کا معصیت ہونا قطعی طور پر ثابت ہو حلال اور جائز جاننا کفر ہے۔ شرح فقہ اکبر میں ہے ان استحلال المعصیۃ صغیرۃ کانت او کبیرۃ کفر اذا ثبت کونہا معصیۃ بدلالۃ قطعیۃ۔ شرح عقائد نسفی میں ہے واستحلال المعصیۃ صغیرۃ کانت او کبیرۃ کفر۔ ارتکاب قتل کرے یا نہ کرے۔ صرف حلال و جائز ہی جاننا کفر ہے۔

اور اگر حلال نہیں جانتا، جائز نہیں کہتا بلکہ شامت اعمال نفس کے دھوکے سے کسی عداوت دنیوی کی وجہ سے ارتکاب کرتا ہے تو کفر نہیں بلکہ گناہ کبیرہ ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب کبیرہ گناہوں کا شمار فرمایا تو قتل نفس بغیر حق کو بھی گناہ کبیرہ بتایا۔ عقائد کی کتابوں میں

جب کبیرہ کا بیان آیا تو اس فہرست میں قتل کا شمار کیا۔ ملا علی قاری کی آیۃ الذین یجتنبون کبائر الاثم والفواحش نقل کر کے کہتے ہیں والمراد بہا نحو القتل والزنا واللواطۃ والسرقۃ (ص ۶۸ شرح فقہ اکبر) پھر دوسری جگہ وضاحت سے زیادہ فرمایا فان قتل غیرہ لانہا کبیرۃ عند اہل السنۃ والجماعۃ الا ان یکون مستحلا (ص ۔)

مرتکب گناہ کبیرہ کے لئے یہ بھی بتا دیا کہ وہ کافر نہیں۔ مومن ہی رہے گا۔ حضرت امام اعظم فقہ اکبر میں فرماتے ہیں ولا نکفر مسلما بذنب من الذنوب وان کانت کبیرۃ۔ عقائد نسفی میں ہے والکبیرۃ لا تخرج العبد المومن من الایمان ولا تدخلہ فی الکفر

اور یہ بھی بتا دیا گیا کہ مرتکب گناہ کبیرہ کو مومن نہ جاننا معتزلہ کا مذہب ہے یا کافر جاننا خارجیوں کا مذہب ہے۔ علامہ سعد نے عقائد کے پہلے جملے من الایمان کے بعد فرمایا خلافا للمعتزلۃ۔ و فی الکفر کے بعد فرمایا خلافا للخوارج ملا علی قاری نے حضرت امام کے قول وان کانت کبیرۃ کے بعد فرمایا ای کما یکفر الخوارج مرتکب الکبیرۃ پھر حضرت امام کے قول غایر عن الحق کی شرح میں فرمایا وعلی الخوارج حیث یقولون بکفر علی ومن تابعہ وکفر معاویۃ ومن تابعہ حیث ارتکبوا قتل المومن وہو عندہم کبیرۃ مخرجۃ عن حد الایمان (ص ۔)

شاہ صاحب قبلہ فرماتے ہیں خارجی لوگ ان صحابہ رضی اللہ عنہم کی تکفیر کرتے ہیں جنہوں نے باہم ایک دوسرے کے ساتھ لڑائی کی تھی جیسے حضرت طلحہ زبیر امیر المومنین علی مرتضی معاویہ عمرو بن عاص وغیرہ (ص ۔ ترجمہ فتاوی)

غرضکہ اہل سنت کا عقیدہ یہ ہے کہ قتل مومن بصورت عدم استحلال گناہ کبیرہ ہے اور مرتکب گناہ کبیرہ اگرچہ سزا کا مستحق ہے اور سزا ہو جائے تو یہ سزا ابدی نہ ہوگی۔ ہمیشہ کے لئے نہ ہوگی۔ سزا بھگتنے کے بعد خواہ کتنی ہی لمبی سزا ہو جہنم سے نکلے گا۔ جنت میں آئے گا۔ حضرت امام اعظم فرماتے ہیں ولا نقول ان المومن لا یضرہ الذنوب وانہ لا یدخل النار ولا انہ یخلد فیہا وان کان فاسقا بعد ان یخرج من الدنیا مومنا پھر دوسری جگہ فرمایا فانہ فی مشیۃ اللہ تعالی ان شاء عذبہ وان شاء عفا عنہ ولم یعذبہ بالنار ابدا (شرح فقہ اکبر ص ۹۲،۹۳)

اسی واسطے علماء و مفسرین نے فرمایا کہ "یہ ومن یقتل مومنا متعمدا الآیہ میں قتل مومن
کی بیان کردہ سزا سے یہ نہ سمجھ لینا کہ قتل مومن کفر ہے۔ کفر نہیں ہے بلکہ گناہ کبیرہ ہے۔ اگرچہ
بہت ناپاک کبیرہ ہے اور لفظ خالدا سے دھوکہ میں نہ پڑ جانا کہ خلود نار کفر ہی کی سزا ہے لہذا
قتل مومن کفر ہے بلکہ خلود سے لمبی سزا مراد ہے۔ مکث طویل۔۔ قول یہی وجہ ہے کہ لفظ خلود
کے ساتھ ابداً نہ فرمایا تاکہ ابد کو دیکھکر کفر نہ سمجھ لے۔ یا یہ آیہ کریمہ اوس شخص کے لئے ہے جو قتل
مومن کو حلال و جائز سمجھے تو اس صورت میں یقیناً کفر ہے خواہ قتل سرزد ہوا یا نہ ہو۔

علامہ نووی شرح مسلم میں فرماتے ہیں واما قولہ تعالیٰ ومن یقتل مومنا متعمدا الآیہ
فالصواب فی معناھا ان جزاءہ جہنم وقد یجازی بہ وقد یجازی بغیرہ وقد لا یجازی بل
یعفی عنہ فان قتل عمداً مستحلا لہ بغیر حق ولا تاویل فھو کافر مرتد یخلد بہ فی جہنم بالاجماع
وان کان غیر مستحل بل معتقداً تحریمہ فھو فاسق عاص مرتکب کبیرۃ۔ تفسیر مدارک میں ہے:
اے قاصداً قتلہ لایمانہ وھو کفر او قتلہ مستحلا لقتلہ وھو کفر ایضا بحرف بالخلود وقد بیناہ بہ
طول المقام۔

خلاصہ یہ کہ قتل مومن بصورت عدم استحلال کفر نہیں بلکہ صرف گناہ کبیرہ وہ بھی جب بالتاویل
نہ ہو۔

قاتل امام

جو امام عالی مقام کا قاتل حقیقی ہے اوس پر کفر کا فتویٰ دینے سے پہلے ضروری ہے
کہ یہ ثابت کیا جائے کہ اوس نے اس فعل کو حلال اور جائز جانا اسی طرح جو قاتل حقیقی نہیں
اوس پر بھی کفر کا فتویٰ دینے سے پہلے یہ ثابت کرنا ضروری کہ اوس نے امر بالقتل خود قتل
وغیرہ کو جائز و حلال جانا۔ اور یہ بات بڑی مشکل ہے۔ اس لئے کہ حلال جانا ایک فعل قلبی ہے
اور غیب شریعت کا قانون اس وقت نافذ ہوگا۔ جب فعل ظاہر ہو۔ علامہ علی قاری فرماتے ہیں
مع ان الاستحلال امر لا یطلع علیہ الا ذوالجلال پھر فرمایا مع ان الاستحلال الموجب
للکفر امر باطنی لا یعلمہ الا اللہ ہاں اسکی صرف ایک شکل ہے کہ فاعل و قاتل خود یہ کہے
کہ میں اس کو حلال جانتا ہوں۔ اور یہ چیز بالکل معدوم اور قرائن و اسباب بوجہ اپنی کمزوری

کے غیر مثبت لہٰذا قاتل کو کافر تو کہا نہیں جا سکتا۔ ہاں مرتکب کبیرہ ہے بڑا گنہگار ہے۔

یزید

قاتل حقیقی تو یہ نہیں۔ اسکے علاوہ جو باتیں روایت میں آئیں۔ ان گناہوں کا استحلال قطعی طور پر ثابت نہیں لہٰذا اس پر بھی کفر کا فتویٰ نہیں لگ سکتا اور جو روایتیں منقول ہوئیں وہ متضاد بعض سے اس گناہ کے قول و آخر کا ارتکاب ثابت بعض بالکل مخالف۔

حضرت شاہ صاحب قبلہ فرماتے ہیں۔ اب رہا یزید پر لعنت کرنے کا مسئلہ سو واضح رہے کہ اس مسئلہ میں جو توقف ہوا ہے تو اس وجہ سے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے باب میں اس پلید کی جانب سے متعارض و متخالف روایتیں وارد ہوئی ہیں۔ مثلاً بعض روایات سے اس معاملہ میں اسکی رضامندی اور اہل بیت و خاندان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اہانت و تشہیر ثابت ہوتی ہے تو جن لوگوں کی نظر میں یہ روایتیں مرجح و راجح ہوئی ہیں انھوں نے اس پر لعنت کرنے کا حکم فرما دیا۔ چنانچہ امام احمد بن حنبل اور فقہائے شافعیہ میں کیا ہرسی اور بہت سے دیگر علما اسی کے قائل ہیں۔ اور بعض روایات سے اسکا اس امر سے کراہت کرنا اور ابن زیاد پر اور اسکے مددگاروں پر غصہ ہونا اور اس فعل سے جو اسکے نائب کے ہاتھ سے وقوع میں آیا تھا پشیمان ہونا معلوم ہوتا ہے تو جن لوگوں کے نزدیک یہ روایتیں مرجح ثابت ہوئیں انھوں نے اس پر لعنت کرنے سے منع فرمایا چنانچہ امام حجۃ الاسلام امام غزالی اور دیگر علمائے شافعیہ اور بہت سے حنفی علما اسی پر ہیں۔ رہا علما کا وہ گروہ جنکے نزدیک دونوں جانب کی روایتیں متعارض ہیں اور ایک جانب کو دوسری جانب پر کوئی ترجیح نہیں تو انھوں نے احتیاط کے لحاظ سے سکوت اختیار کیا اور تعارض کے وقت امام ابو حنیفہ کے قول کے مطابق علماء کے لئے ضروری یہی بات تھی۔ ہاں شمر اور ابن زیاد پر جنکا اس فعل قبیح پر رضامند ہونا اور اہلبیت کی تشہیر کرنا بلا تعارض قطعی طور پر ثابت ہے۔ لعنت کرنے میں کسی کو توقف نہیں (مفید المفتی ترجمہ فتاویٰ عزیزیہ ص ۱۵۹)

علامہ علی قاری فرماتے ہیں فقد قال حجۃ الاسلام فی الاحیاء فان قیل هل یجوز لعن یزید لکونه قاتل الحسین او امر به قلنا هذا لم یثبت اصلا فلا یجوز ان یقال انه قتله

اوالغفا لم یثبت به فضلا عن اللعنة لانه لا یجوز نسبة مسلم الی کبیرة من غیر تحقیق ۔ امام غزالی نے فرمایا کہ اگر کوئی کہے کہ آیا یزید پر لعنت کرنا جائز ہے کہ اوس نے حضرت امام کو قتل کیا یا حکم قتل دیا تو ہم کہیں گے کہ یہ دونوں باتیں ثبوت کو نہیں پہنچیں پس یہ جائز نہیں کہ کہا جائے کہ یزید نے قتل کیا یا حکم دیا چہ جائیکہ اوس پر لعنت کرنا اور کسی مسلمان کی طرف گناہ کبیرہ کی نسبت بلا ثبوت کے جائز نہیں (فقہ اکبر ص۸۷ و احیاء العلوم ص۱۲۹) پھر فرمایا ومع ان الرضی بقتل الحسین لیس بکفر لما سبق من ان قتل لا یوجب الکفر عن الایمان بل هو فسق وخروج عن الطاعة الی العصیان باوجود اسکے کہ حضرت امام کے قتل پر راضی ہونا کفر نہیں جیسا کہ گزر چکا ہے کہ قتل امام موجب کفر نہیں بلکہ فسق و عصیان ہے پھر فرمایا فقد علم مما تقدم انه کان مسلما ولم یثبت عندنا ما یخرجه عن کونه مومنا مع ان الاستحلال الموجب للکفر امر باطنی لا یعلمه الا الله ما تقدم سے معلوم ہو چکا ہے کہ یزید مسلمان تھا اور ایمان سے خارج کرنے والی چیز کا ثبوت نہیں اور حلال سمجھنا ایک امر باطنی ہے جس کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے پھر فرمایا لا یخفی ان یزید اسلامه محقق ولا یثبت کفره بدلیل ظنی فلا یجوز لعنه ۔ یزید کا مسلمان ہونا یقینی ہے اور اوس کا کفر دلیل ظنی سے ثابت ہو نہیں سکتا لہذا لعنت جائز نہیں (شرح فقہ اکبر)

علامہ ابن حجر صواعق محرقہ میں ہر دو فریق (۱) جو اوسکے کفر اور اوس پر لعنت بھیجنے کے قائل ہیں اونکے قول اور اونکے دلائل (۲) اور جو اسکے قائل نہیں اونکے قول اور اونکے دلائل لکھنے کے بعد فرماتے ہیں وانت خبیر بانه لم یثبت موجب واحدة من المقالتین و الاصل انه مسلم فناخذ بذلک الاصل حتی یثبت عندنا ما یوجب الاخراج عنه تو جانتا ہے کہ ہر دو فریق کے قول کے دلائل ثابت نہیں اور اصل یہ ہے کہ یزید مسلمان ہے لہذا ہم اس اصل پر عمل کرینگے (یعنی مسلمان سمجھینگے) جبتک کہ ایمان سے خارج کرنے والی چیز ثابت نہ ہو جائے (ص۱۳۳) متاخرین میں سے ارباب تحقیق کا قول تو یہی ہے کہ یزید مسلمان تھا اوسکا کفر ثابت نہیں ۔ قاتل یا آمر ہونا ثبوت کو نہیں پہنچا۔

(۱) **قولہ** علامہ بیہقی علامہ ابو نعیم علامہ ابن عساکر اور علامہ دیلمی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نحوہ (ص۹۹)

اقول حدیث میں یزید کا نام نہیں ہے تو مرضی میں یہ لکھنا کہ یزید پلید کے لئے حضور کا

فتویٰ حضور پر تہمت لگانا یا دھوکہ دینا ہے۔ حضور نے قاتل امام کی سزا بیان کی ہے اور یزید قاتل تو ہے ہی نہیں، باقی رہیں ثبوت کو نہیں پہونچتیں۔ علاوہ بریں یحییٰ ابن معین کردیں، ضعفا، موضوعات کے بھی ناقل ہیں۔

(۲) حضرت امام کا ابیھا البکفار فرما کر خطاب کرنا اگر مستند طریقہ سے ثابت ہے تو اس لفظ کے معنی ناشکروں کے ہیں نہ کافر اصطلاحی کے۔

قولہ یزید کے متعلق امام اعظم حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ (ص ۲۱)

اقول حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا یزید کے متعلق وہی فتویٰ ہے جو حضرت نے فقہ اکبر میں فرمایا کہ ہم کسی اہل قبلہ کو، ارتکاب گناہ کبیرہ کی وجہ سے نہ کافر کہتے ہیں نہ اوسے مخلد فی النار جانتے ہیں اور وہ ہی فتویٰ ہے جو شاہ صاحب قبلہ نے فرمایا کہ بعض حضرات نے دیکھا کہ دونوں روایتیں متعارض ہیں اور یک کو دوسرے پر ترجیح کی وجہ نہیں تو انھوں نے سکوت کیا اور تعارض کے وقت امام ابوحنیفہ کے قول کے مطابق عمل کے لئے ضروری بھی یہی بات ہے اور وہ فتویٰ ہے جو علامہ ابن حجر نے فرمایا، ومن ثم قال جماعة من المحققين ان الطريقة الثابتة القويمة في شانه التوقف فيه وتفويض امره الى الله سبحانه (ص ۲۳) جماعت محققین نے فرمایا کہ سیدھا سیدھا راستہ یہی ہے کہ یزید کے بارے میں توقف کیا جائے۔ اور وہ فتویٰ ہے جو علامہ ابن ہمام حنفی شارح ہدایہ نے فرمایا اور ملا علی قاری نے نقل کیا وحقيقة الامر التوقف فيه ومرجع امره الى الله سبحانه۔ حقیقت امر توقف وسکوت ہے (شرح فقہ اکبر ص ۸۸)

حضرت امام کا وہ فتویٰ نہیں جو بابا صاحب نے شرح عقائد سے نقل کیا ہے۔ شارح عقائد نسفی علامہ سعد الدین نے جو کچھ فرمایا وہ خلاف تحقیق اہل سنت فرمایا، وہ علامہ قاری نے شرح فقہ اکبر میں ان پر ایرادات وارد کئے گئے۔

علامہ سعد نے فرمایا بعض علماء یزید پر لعنت ہی نہیں کرتے بلکہ اوسکو کافر بھی کہتے ہیں الخ

علامہ قاری نے فرمایا، ولا يخفى ما في نقله حيث ابهم في قائله۔ علامہ سعد نے وبعض کہکر قول نقل کیا، یہ نقل ضعف پر دال ہے۔ اس لئے کہ اس قول کے قائل کا نام نہ بتایا۔ پھر فرمایا ثم تعليله بمحتاج الى اثبات امره بقتل الحسين اولا ثم ترتب كفره عليه ثانيا وكلاهما ممنوع۔ علامہ سعد نے لعن بر یزید کی جو علت بیان کی تو پہلے امر بالقتل ثابت کریں پھر اس امر بالقتل پر کفر کا حکم مرتب

ہیں اور یہ دونوں باتیں غیر ممکن اور پھر قتل مومن کفر نہیں بلکہ گناہ کبیرہ ہے۔

علامہ سعد نے فرمایا ماوقع ما تواتر معناہ۔ یزید کا راضی بقتل ہونا خوش ہونا وغیرہ وغیرہ متواتر المعنیٰ ہے۔

علامہ علی نے فرمایا ثم دعواہ انہ مما تواتر معناہ فقد سبق انہ لا یثبت اصلا فضلا عن التواتر علامہ سعد کا یہ دعویٰ تواتر (تسلیم نہیں) گذر چکا ہے کہ ان باتوں کا ثبوت ہی نہیں چہ جائیکہ متواتر ہونا۔

علامہ سعد نے فرمایا پس ہم نہیں امام ابو حنیفہ یزید کے حال اور اوسکے بیان میں توقف نہیں کرتے۔ الخ

علامہ قاری نے فرمایا فعدم توقفہ وجوہ جہ انہ خارج عن مقتضیٰ عقلہ وعدم التدکال علمہ وجال دیانتہ علی ان العبرۃ بالخواتیم۔ علامہ سعد کا توقف نہ کرنا اور یہ جرات کرنا اونکی دانشمندی عدالت کمال علم جمال دیانت کے بالکل خلاف ہے۔ علاوہ بریں اعتبار تو خاتمہ کا ہے (یعنی خاتمہ کا حال معلوم نہیں)

بابا جی دیکھا آپ نے کہ علامہ سعد نے مسلک اہلسنت سے ذرا سا قدم ہٹایا تو علامہ قاری نے نہیں بخشا اور گرفت فرمائی پھر علامہ سعد اس مسئلہ میں حضرت امام کے کہاں ترجمان ہوئے، جناب کی صحیح ترجمانی علامہ قاری نے فرمائی علامہ ابن ہمام نے فرمائی۔ حضرت شاہ صاحب دہلوی نے فرمائی کیا بابا صاحب آپ نے قسم کھائی ہے کہ کوئی بات صحیح نہ کہوں گا۔ اہل سنت کے محقق مدلل عقائد نہ بتاؤں گا اور غلط نسبتیں بیان کروں گا۔

آپ نے علامہ کے قول نحن لا نتوقف کا ترجمہ کیا تو اس میں نہیں، امام ابو حنیفہ کا لفظ اپنی طرف سے کیوں بڑھا دیا اور دھوکہ دینے کی یہ ناپاک کوشش کیوں کی۔ آپ نے شرح میں حضرت امام کے متعلق جو بتایا تھی گئی کہ آپ یزید کے بارے میں خاموش ہیں، اس بات کو آپ نے غلط اور دھوکہ اور فریب بتایا اور بدنما اتہام اور ذلیل الزام کیا، حالانکہ اونکا صحیح مسلک یہ ہی ہے جیسا کہ شاہ صاحب دہلوی اور علامہ ابن ہمام نے نقل کیا۔ آپ اسقدر جھوٹ بولے تو کیا ہم کہہ سکتے ہیں کہ جھوٹ بولنے والوں پر لعنت۔ حضرت امام کی طرف غلط نسبت کرنے والوں پر

سنت اور اہل سنت کو فریب دہندہ اور تہمت لگانے والے، کہنے والے پر لعنت۔

قولہ یزید کے متعلق اہل سنت وجماعت کا مذہبی عقیدہ (ص۳)

اقول جناب باباصاحب مذہب اور مذہب کے نوک درپلک کی نگہداشت اور چیز ہے، اور جذبات کی رو میں بہ جانا اور چیز ہے۔ یزید کے متعلق جو اہلسنت کا مذہبی عقیدہ ہے، وہ بہت تفصیل کے ساتھ حضرت قبلہ شاہ صاحب نے فرما دیا ہے۔ احناف اہلسنت کے محققین کا جو مسلک ہے وہ وہی ہے جو حضرت امام اعظم کا ہے۔ توقف سکوت خاموشی

باباصاحب نے جو یہ لکھا ہے کہ "اس میں شک نہیں کہ یزید پلید قتل کا حکم دینے والا قتل امام پر راضی اور قتل امام پر خوشی منانے والا تھا اور تمام اہلسنت وجماعت کا یہی صحیح اور اصلی مذہب اور عقیدہ ہے۔ چنانچہ اہل سنت کی مستند اور معتبر کتابوں میں بھی لکھا ہوا ہے" بالکل غلط ہے۔ ہم امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا قول پیش کر چکے ہیں کہ یہ چیز ثبوت کو نہیں پہونچی۔ علامہ ابن حجر علامہ قاری کے ارشادات گذر چکے ہیں اور محققین کا مسلک وہ ہی ہے جو ہم نے ذکر کیا اور بعض اہل سنت نے وہ بھی کہا جو شاہ صاحب نے پہلے لکھا تو فقط تمام اہل سنت ایک چیز پر متفق نہیں۔ باباصاحب کا تمام اہلسنت کا عقیدہ بتانا محض دھوکہ دینا ہے اور جھوٹ۔ اور اب تو باباصاحب کے غلط سلط چند باتوں کے لکھنے اور دھوکہ دینے سے ان کا اعتبار اٹھ گیا لہٰذا صرف ان کا کسی چیز کے متعلق کوئی فیصلہ کر دینا ہرگز قابل اعتبار و لائق توجہ نہیں۔

عنوان نمبر۳

قولہ مولیٰ کے فضائل کثیرہ (ص۱۰۵)

اقول بیان بجا اور ان حضرت مولائے کائنات کے فضائل جمیلہ شمائل جمیلہ فضائل علیہ مراتب سنیہ پر لیکن اس طرح نہیں کہ تفضیلیت کی بو آنے پائے۔

اہلسنت کا مذہب یہ ہے کہ تمام صحابہ پر فضیلت مطلقہ حضرات شیخین کو حاصل ہے۔ یہاں تک تو تمام اہلسنت کا اتفاق ہے۔ اس کے بعد محققین کا مسلک یہ ہے کہ حضرت عثمان، حضرت علی سے افضل ہیں پھر حضرت علی بقیہ تمام صحابہ سے افضل اعلیٰ بہتر و برتر ہیں۔

حضرت سیدنا امام اعظم اپنی کتاب الوصیۃ میں فرماتے ہیں ثم نقر بان افضل ھذہ الامۃ بعد نبینا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی والہ وسلم ابوبکر ثم عمر ثم عثمان ثم علی رضی اللہ عنہم

اگر حضرت علی کو حضرت عثمان پر فضیلت دی جائے تو اس کے لئے گنجائش ہے مگر حضرات شیخین پر فضیلت بالکل خلاف مذہب اہلسنت

حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ افضل الامم ہیں اور اس پر اجماع ہو چکا ہے۔ ملا علی قاری فرماتے ہیں وھو لکثرۃ صدقہ وتحقیقہ وقوۃ تصدیقہ وسبق توفیقہ افضل الاولیاء من الاولین والاخرین وقد حکی الاجماع علی ذلک (منح شرح فقہ اکبر)

حضرت مولائے کائنات کو حضرت ابوبکر پر فضیلت دینا اہلسنت کا مذہب نہیں بلکہ رافضیوں اور اکثر معتزلہ کا مذہب ہے۔ علامہ قاری فرماتے ہیں ثم اعلم ان جمیع الروافض واکثر المعتزلۃ یفضلون علیا علی ابی بکر۔ پھر فرمایا ولا یخفی ان تقدیم علی علی الشیخین مخالف لمذھب اھل السنۃ والجماعۃ علی ما علیہ جمیع اھل السلف۔ حضرت علی کو حضرات شیخین پر فضیلت دینا مذہب اہلسنت وجماعت کے خلاف ہے۔

باباصاحب کا تفضیلی رفض

اس عنوان کے ماتحت مجھے یہ چند جملے اس لئے لکھنے پڑے کہ باباصاحب کی تحریر کا انداز یہ بتاتا ہے کہ وہ تفضیلیت کی طرف جا رہے ہیں جو رفض کی ایک پتلی سی شاخ ہے۔ ان کا یہ نوٹ ملاحظہ فرمایئے:

"اس حدیث مذکورہ سے یہ حقیقت بالکل منکشف ہو گئی کہ مولی من حیث خلافت چوتھے درجے میں ہیں یعنی من حیث خلافت مولی چوتھے خلیفہ رسول اللہ ہیں یعنی خاتم الخلفاء ہیں جس طرح رسول اللہ خاتم المرسلین ہیں اور جس طرح خاتم المرسلین ہونے کی وجہ سے حضور سرور کائنات تمام انبیاء ومرسلین سے افضل ہیں اسی طرح خاتم الخلفاء ہونے کی وجہ سے مولی بھی خلفاء ثلاثہ یعنی سیدنا حضرت ابوبکر صدیق سیدنا حضرت عمر فاروق اور سیدنا حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہم سے افضل ہیں اور یہی عقیدہ اور یہی مسلک ہمارے آئمہ سلف اور خلف کا ہے (ص۱۰)

اقول بالکل جھوٹ غلط افترا بہتان دھوکہ خداع شیطانی مکر نفسانی ہرگز ہرگز یہ اہلسنت کا مذہب نہیں کہ حضرت علی سب سے افضل ہیں۔ یہ مذہب رافضیوں اور معتزلہ کا ہے۔ بہ اصاحب کیوں مسلمانوں کو دھوکہ دے دے کر اپنی عاقبت خراب کرتے ہو۔ اعمال نامے سیاہ کرتے ہو گمراہ کرتے ہو۔

اور اس عبارت میں ذرا آپ کا فلسفہ تو ملاحظہ فرمایئے کہ حضور خاتم النبیین ہونے کی وجہ سے سب سے افضل تو حضرت علی خاتم الخلفاء ہونے کی وجہ سے سب سے افضل بس لفظ خاتم خاتم پر ایک خطبہ دیدیا ایک نوٹ لکھدیا۔ ان جناب سے کوئی پوچھے کہ خاتم النبیین ہونا تو حضور کی فضیلت ہے قرآن میں مدح کے مقام پر وارد احادیث میں بطور اظہار فضیلت ذکر مگر خاتم الخلفاء ہونے کی فضیلت کا ذکر کسی آیت میں کسی حدیث میں بھی ہے۔

علاوہ بریں حضرت مولا خاتم الخلفاء بھی تو نہیں ہیں اس لئے کہ آپ کا جب وصال ہوا تھا تو خلافت راشدہ کی مدت میں ۶ ماہ باقی رہ گئے جس مدت کو حضرت امام حسن نے پورا فرمایا۔ ملا علی قاری نے فرمایا وخلافۃ النبوۃ ثلثون سنۃ منھا خلافۃ الصدیق سنتان وثلثۃ اشھر وخلافۃ عمر عشر سنین ونصف وخلافۃ عثمان اثنا عشر سنۃ وخلافۃ علی اربعۃ سنین وتسعۃ اشھر وخلافۃ الحسن اسد ستۃ اشھر

اس صورت میں خاتم الخلفاء حضرت امام حسن ہوئے اگر جناب کا یہ فلسفہ تسلیم ہی کر لیا جائے تو اگر خاتم الخلفاء ہونا سب پر فضیلت رکھتا ہے تو حضرت امام سب سے افضل ہوتے نہ حضرت مولا علی۔

پھر یہ خاتمیت خلافت حضرت امام حسن کے لئے ہی نہیں ہے بلکہ یہ وصف خصوصی تو حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ کا ہے وہ خلیفہ ہیں اور خاتم خلفاء ہے مت ہیں۔ حضور نے فرمایا کہ جب تم کالے نشان دیکھو کر خراسان سے آرہے ہیں تو وہاں پہونچ جاؤ فان فیھا خلیفۃ اللہ المھدی اور ظاہر ہے کہ خلیفہ حضرت مہدی ہونگے۔ تو اگر آپ کی یہ منطق صحیح ہے تو حضرت امام مہدی کو سب سے افضل کہو کہ خاتم الخلفاء وہ ہیں۔ بابا جی یہاں خطبہ بہت اور لطیفہ گوئی فلسفہ طرازی سے کام نہ چلے گا۔ یہ تقریر وعظ کی محفل نہیں ہے بلکہ تالیف و تصنیف

ہے۔ یہ میدان زبان چلانے کا نہیں ہے جوہر قلم دکھانے کا ہے۔ یہاں دلائل کی قوت چاہئے اور براہین کی سطوت۔

اور یہ کس قدر دھوکہ دہی ہے کہ اس خیال کو مذہب سلف اور خلف کا عقیدہ بتایا جائے۔ ملا علی قاری شرح فقہ اکبر میں فرماتے ہیں ثم اعلم ان جمیع الروافض واکثر المعتزلۃ یفضلون علیا علی ابی بکر۔ حضرت مولا علی کو حضرت ابوبکر پر فضیلت دینا رافضیوں اور اکثر معتزلہ کا عقیدہ ہے پھر فرمایا والذی اعتقدہ وفی دین اللّٰہ اعتمدہ ان تفضیل ابی بکر قطعی حیث امرہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم بالامامۃ علی طریق النیابۃ۔ میں جو اعتقاد رکھتا ہوں اور دین الٰہی میں جس چیز پر میرا بھروسہ ہے وہ یہ کہ حضرت ابوبکر کی افضلیت قطعی ہے کہ حضور نے انھیں اپنا نائب بنا کر امامت کا حکم فرمایا۔

علامہ ابن حجر صواعق میں فرماتے ہیں اعلم ان الذی اطبق علیہ عظماء الملۃ وعلماء الامۃ ان افضل ھذہ الامۃ ابوبکر الصدیق ثم عمر ثم اختلفوا فالاکثرون ومنہم الشافعی واحمد وھو المشہور عن مالک ان الافضل بعدھما عثمان ثم علی وجزم الکوفیون ومنہم سفیان الثوری بتفضیل علی علی عثمان علماء امت۔ علماء ملت کا اس پر تو اتفاق ہے کہ افضل امت حضرت ابوبکر ہیں۔ پھر حضرت عمر اس کے بعد اختلاف ہے حضرت امام شافعی حضرت امام احمد حضرت امام مالک تقدیم حضرت عثمان کے قائل ہیں اور کوفہ والے اور سفیان ثوری تقدیم حضرت مولا کے قائل ہیں ایسا ہی علامہ نووی نے شرح مسلم میں لکھا ہے۔

پھر فرمایا ثم الذی مال الیہ ابو الحسن الاشعری امام اھل السنۃ ان تفضیل ابی بکر علی من بعدہ قطعی۔ حضرت امام ابو الحسن اشعری کا رجحان یہ ہی تھا کہ تفضیل ابوبکر قطعی ہے علامہ باقلانی کا خلاف حضرت امام ابو الحسن اشعری کے قول پر اثر انداز نہیں ہو سکتا۔ حضرت ابو الحسن اشعری امام اہلسنت ہیں ترجیح قول قائل کے فضل وکمال پر موقوف ہے۔ وہ قطعیت کے لئے انہیں کا قول حجت قطعیہ ہے۔

قولہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللّٰہ علیہ کی مذکورہ بالا عبارت تو مسئے الخ ص۱۳۱ تا آخر ص۱۳۲

نفی ہے کیونکہ رافضیوں کو مطعون کر دیا تو یہ تفضیل کا مسئلہ رہا نہ محبت کا بلکہ منافقت کا۔ واذا لقوا الذین
آمنوا قالوا آمنا۔ یہ دیکھو ہمارا یہ ظاہر سنی ہے واذا خلوا الیٰ شیاطینھم قالوا انا معکم۔ یہ دیکھو
ہمارا باطن تو شیعہ ہے

قولہ حضرت عمر نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ حضرت عمر افضل ہیں حضرت ابو بکر سے (ص۱۲۶)

اقول علامہ ابن حجر نے اس قول کو نقل کر کے فرمایا قال بعضہم ان ھذا انما ھو فی حق القول
سو کہا یہ قول متہافت ہے کہ وہ بے ساقط ہے پھر فرمایا کہ اگر مقصود یہ ہے کہ من بعض الوجوہ حضرت
علی افضل ہیں تو کوئی خلاف نہیں ہو سکتا ہے کہ بعضوں میں کچھ ایسی خاص باتیں ہوں جو افضل میں
نہ ہوں اور اگر مقصود یہ ہے کہ حضرت ابو بکر مطلقاً افضل ہیں اور حضرت علی میں چند خصوصیتیں ہیں جو
اول میں نہیں تو یہ کلام درست ہے ورنہ اسکے خلاف ساقط الاعتبار ہے (ص۱۲۲)

جناب بابا صاحب کیا اس کا شوق ہے کہ قول ملے اور بحث سے ترجمہ کر دوں اور تحقیق سے
کوئی غرض نہیں۔ حضرت عمر کا قول موٹے حرفوں میں نقل کر رہا تھا باریک حرفوں میں علامہ ابن حجر کا بھی
قول نقل کر دیتے۔ آخر اوس قول کے بعد ہی تو یہ بھی لکھا تھا۔ چشم مبارک اوپر کو دیکھ رہا تھا اور نیچے
نہیں۔ بابا صاحب ذرا نیچے بھی دیکھ لیا ہوتا۔

قولہ عبارت مذکورہ بالا کا مفہوم یہ ہے کہ اہل سنت والجماعت کے نزدیک الخ (ص۱۲۶)

اقول عبارت مذکورہ کی تو وضاحت ہو چکی مگر یہ سمجھ لیجیے کہ بعض مسائل وہ ہیں جو ضروریات دین
اسلام سے ہیں اون میں سے کسی ایک کا منکر بھی خارج از اسلام ہے اور بعض مسائل وہ ہیں جو
ضروریات مذہب اہل سنت سے ہیں۔ ان میں سے کسی ایک کا انکار مذہب اہلسنت سے خروج کا مترادف
ہے اور اصطلاح میں ایسے لوگ اہل ہوا و بدعت کہلاتے ہیں۔ انہی میں سے خارجی اور رافضی ہیں
تفضیل شیخین اور خلافت شیخین کا مسئلہ ضروریات مذہب اہلسنت سے ہے اس کے خلاف خروج
ہے بالفعل آپ کا یہ کہنا کہ یہ مسئلہ افضلیت کا نہیں ہے بلکہ یہ مسئلہ ترتیب خلافت کا ہے بالکل غلط ہے
اہلسنت کے نزدیک دونوں مسئلے مستقل ہیں۔ خلافت میں جو ترتیب ہے افضلیت میں بھی وہ ہی
ترتیب ہے۔ اگرچہ محققین کا مسلک وہ ہی ہے کہ افضلیت مطابق ترتیب خلافت

قولہ بلکہ مراد یہ ہے اون چاروں میں سے اہل ایمان اپنے ذوق اور اپنے رجحان طبیعت

کے مطابق اپنا اپنا محبوب اور معشوق منتخب کریں (ص۱۲۸)

اقول واہ رے میرے بابا عاشق مزاج عشق تو اسے سنئے۔ دین اسلام میں عشق کی ضرورت نہیں یہاں محبت چاہئے اور وہ بھی قانون کی پابندی کے ساتھ۔ یاد کیجئے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کا ارشاد کہ محبت دینی تو یہی ہے کہ جس کو افضل مانیں اسی کو محبوب تر جانیں اور یہ دنیوی محبت ہے کہ افضل مانیں کسی کو اور فرط محبت ہو کسی سے۔

عنوان نمبر ۵

قولہ امت کیلئے رسول اللہ کی دو گراں قدر میراثیں (ص۱۳۶)

اقول بیشک ہیں کس سُنی کو انکار ہو سکتا ہے بلکہ ہم تو یہ کہتے ہیں کہ کلام الٰہی قرآن پاک کی جس طرح حضور کی احادیث تفسیر ہیں اسی طرح اہلبیت اطہار تفسیر ہیں کہ انہوں نے اپنے فعل سے تفسیر فرما دی۔ حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے میدان کربلا میں سجدہ کیا اور جان دے دی آیہ واسجد واقترب کی تفسیر فرما دی۔

بابا صاحب کا حدیث کتاب اللہ و سنتی سے انکار

قولہ حدیث ثقلین کی عظمت اور منزلت گھٹانے کے لئے خوارج ونواصب یا ان کے مجوا اور طرفدار اس کے مقابل میں اکثر دو حدیثیں پیش کیا کرتے ہیں الخ (ص۱۴۱)

اقول حدیث ثقلین اپنی جگہ پر ہے اور حدیث کتاب اللہ و سنتی اپنی جگہ پر ہے۔ ایک سے دوسرے پر کوئی ضرب نہیں آتی۔ جس طرح مسلمان کے لئے یہ ضروری ہے کہ اہل بیت سے بے نیاز نہ ہو صحابہ سے بے نیاز نہ ہو اسی طرح یہ بھی ضروری ہے کہ سنت رسول اللہ سے بھی بے نیاز نہ ہو۔ اگر حدیث میں یہ آیا کہ کتاب الٰہی اور سنت کو لازم جانو تو کونسی کفر کی بات ہو گئی۔ جو اس حدیث کے پیش کرنے والوں کو خارجی اور ناصبی بنانے لگے بلکہ اگر آپ نے اس حدیث کے مضمون کا انکار کر دیا تو رافضی ہونا تو در کنار کفر ہو جائے گا اور پکے اہل قرآن میں شمار ہو گا اس لئے کہ وہ حدیث کے بالکل منکر ہیں۔

بابا صاحب آپ کی تحریر کا انداز کہ آپ نے حدیث کتاب اللہ و سنتی کو ضعیف ثابت کرنے کیلئے پورے اسماء الرجال کی فہرست لکھ ڈالی اور اس حدیث کے بیان کرنے والوں کو ناصبی اور خارجی

معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے نزدیک کلام اللہ اور اہل بیت بس کافی ہیں۔ اور سنت رسول اللہ کی ضرورت نہیں کیوں یہ ہی منشا ہے جو حدیث کو ضعیف بتایا جا رہا ہے۔ اگر یہ حدیث آپ کی تحقیق کے مطابق تو ضعیف ہو گئی مگر سندیں ضعیف ہوتیں۔ متن حدیث کا مطلب تو اپنی جگہ ہے کہ اسلام کی بنیاد کتاب اللہ و سنت رسول اللہ ہیں اور اگر آپ کو مضمون متن سے بھی اتفاق نہیں تو ثبوت میں مضمون متن کو سنئے۔

حضور فرماتے ہیں لا الفین احدکم متکئا علی اریکته یاتیه الامر من امری مما امرت به او نهیت عنه فیقول لا ادری ما وجدنا فی کتاب اللہ اتبعناہ (مشکوٰۃ) میں تم میں سے کسی کو نہ پاؤں کہ وہ تخت پر تکیہ لگائے بیٹھا ہو اور میرا حکم اوس تک پہونچے اور وہ کہے میں اس کو نہیں جانتا جو قرآن میں ملے گا اوس پر عمل کرینگے۔ بابا صاحب بولے اتباع سنت کی کیسی تاکید ہے اور فرماتے ہیں علیکم بسنتی و سنة الخلفاء الراشدین (مشکوٰۃ) میری سنت کو اور خلفائے راشدین کی سنت کو لازم پکڑو۔ تسلیم سنت کی کیسی تاکید ہے اور اوس میں خلفائے راشدین کی سنت پر بھی عمل کرنے کا حکم ہے۔

اور فرماتے ہیں من تمسک بسنتی عند فساد امتی فله اجر مائة شهید (مشکوٰۃ) جو فساد امت کے وقت میری سنت سے تمسک کرے تو اوس کو سو شہید کا ثواب ملے گا۔

اور حضور فرماتے ہیں من احب سنتی فقد احبنی و من احبنی کان معی فی الجنة (مشکوٰۃ) جو میری سنت سے محبت کرے اوس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی وہ میرے ساتھ جنت میں رہے گا۔

فرمائیے بابا صاحب یہ ساری حدیثیں جن سے اتباع و التزام سنت ثابت ہے اوسی مضمون کی ہیں یا نہیں۔ جو حدیث انی ترکت فیکم شیئین لن تضلوا بعدی کتاب اللہ و سنتی کا مضمون ہے۔

میری سمجھ میں ابتک یہ نہیں آیا کہ آپ حدیث کتاب اللہ و سنتی کے مضمون کے منکر ہیں یا اس کی اسناد کی صحت کے منکر ہیں۔ اگر مضمون کے منکر ہیں تو آپ چکڑالویوں کی طرح بے دین ہو گئے اور شریعت کو کھوکھلا کر دیا۔ تمام اصول فقہ کی کتابوں میں بتایا گیا ہے کہ شرع کی دلیلیں چار ہیں

(۱) کتاب الٰہی (۲) سنت رسول (۳) اجماع (۴) قیاس۔ ان میں سے آپ ایک کو بے اعتبار کرینگے سنت رسول کو۔ اور اگر اسناد کی صحت کے منکر ہیں تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ مضمون بھی غلط ہو جائے۔ دیکھئے مضمون دیگر حدیثوں سے ثابت ہے کہ اس حدیث کا مضمون ہے ترغیب اتباع سنت۔

علاوہ بریں اس حدیث کتاب اللہ و سنتی کو اگر تسلیم نہ کیا جائے اور اسکے مضمون اتباع حدیث پر عمل نہ کیا جائے تو حدیث ثقلین ہی ختم ہوئی جاتی ہے ہمارا جی کہنے والا کہدیگا کہ حدیث کتاب اللہ و سنتی صحیح نہیں یہ خارجیوں اور ناصبیوں کی گڑھی ہوئی ہے تو حدیث کتاب اللہ و عترتی بھی قابل عمل نہیں۔ اس لئے کہ یہ بھی تو حدیث ہی ہے۔ کوئی قرآن کی آیت نہیں اور حدیث آپ کے نزدیک قابل تسلیم نہیں۔ تو یہ حدیث بھی لائق عمل نہیں۔ اس حدیث پر عمل اوسی حدیث پر موقوف ہے۔ وہ نہیں تو یہ بھی نہیں۔ فرمائیے باباصاحب آپ کیا جواب دینگے۔ جواب کیا دینگے انشاء اللہ تعالیٰ فبہت الذی کے مصداق ہو جائینگے۔

سُنئے اہل سنت کے نزدیک دونوں حدیثوں کے مضمون صحیح و ثابت ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ اوّل مرتبہ میں ہماری ہدایت کا ذریعہ قرآن پاک ہے پھر حدیث مصطفےٰ پھر ان دونوں کی تشریح اہلبیت پھر اجماع اور قیاس اور چونکہ اہل بیت بمرتبہ شرح حدیث پاک حدیث کے دامن میں آ گئے۔ اس لئے اصول شرع میں صرف چار رہ گئے۔

علاوہ بریں اس حدیث کتاب اللہ و سنتی کو حضرت امام مالک نے اپنی کتاب موطا میں روایت فرمایا ہے اور ظاہر ہے کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی سند ایسی نہیں ہو سکتی کہ اوس پر کوئی گرفت کر سکے۔ میں باباجی سے عرض کرونگا کہ حضرت امام مالک نے جو سند یہاں بیان فرمائی ہے اوسکے رواۃ کو تو ذرا ضعیف ثابت کر دیں ہے یہ ہمت۔

نوٹ:۔ یہ حدیث کتاب اللہ و سنتی صاحب مشکوٰۃ نے بھی بروایت موطا امام مالک نقل کی اور کیوں جناب باباصاحب آپ نے حدیث کتاب اللہ و سنتی کے پیش کرنے کو تو خارجی اور ناصبی وغیرہ بتایا اور حدیث ثقلین کی عظمت پر حملہ ٹھہرایا اور پھر آپ نے اس حدیث کو ضعیف قرار دینے کے لئے میزان و تہذیب کے صفحات کے صفحات اُلٹ ڈالے۔ لیکن جناب نے اسی کتاب

ص ۲۲۶ پر بحوالہ ترمذی ایک حدیث لکھی ہے اخرج الترمذی عن عائشہ رضی اللہ عنہا و محمد ابن عساکر عن ابن عمر رضی اللہ عنہما ستۃ لعنتہم و لعنہم اللہ و کل نبی لیجاب الزائد فی کتاب والمکذب بقدر اللہ والمتسلط بالجبروت فیعز بذالک من اذل اللہ ویذل من اعز اللہ والمستحل لحرم اللہ والمستحل من عترتی ما حرم اللہ والتارک لسنتی۔

دیکھیے اس حدیث میں حضور نے چھ شخصوں پر لعنت فرمائی ہے جن میں سے پانچواں وہ ہے جو عترتِ رسول کی توہین کرے۔ چھٹا تارک سنت رسول۔ آپ ہی کی پیش کردہ حدیث سے ثابت ہو رہا ہے کہ حدیث کتاب اللہ و سنتی کا مفہوم بالکل صحیح ہے اور حضور دونوں عترت و سنت کو ایک ہی حکم میں شامل فرما رہے ہیں اور ایک ہی ساتھ ذکر فرما رہے ہیں۔ پس کتاب اللہ و سنتی کو پیش کرنے والے قدرجیہ و ناصبیت کے حامی کیسے ہو سکتے یا آپ انکار کرنے والے چکرا گئے ہو۔ مثل مشہور ہے کہ دروغ گو را حافظہ نباشد۔ بابا صاحب کو یہ یاد ہی نہیں رہا کہ میں پہلے حدیث کتاب اللہ و سنتی کا انکار کر چکا ہوں اور پھر خود ہی حدیث سنتی کا ثبوت دے رہا ہوں

بابا صاحب کی بددیانتی

حضور کی حدیث پاک میں چھ آدمیوں کا ذکر ہے (۱) زائد فی کتاب اللہ (۲) مکذب بقدر اللہ (۳) متسلط بالجبروت (۴) مستحل لحرم اللہ (۵) مستحل من عترتی (۶) تارک السنت۔ مگر بابا صاحب نے جب ترجمہ کیا تو تیسرا نمبر متسلط بالجبروت کا رکھا اور چوتھا نمبر تو حذف کیا۔ اور قول فیعز اللہ بذالک کے ترجمہ کو چوتھا بنایا۔ حالانکہ جملہ فیعز اللہ چوتھا نہیں۔ بلکہ تیسرے نمبر متسلط بالجبروت کا جز ہے اور اس کے حال کا بیان ہے اور چھٹا نمبر والمستحل من عترتی کو بنایا۔ اور والتارک لسنتی کو حذف کر دیا۔ ترجمہ بھی نہ کیا۔

مسلمانو بابا صاحب کی سنت رسول سے اتنی عداوت و بغض کو ملاحظہ فرمائیے کہ پوری عبارت کا ترجمہ کریں نمبر ڈالیں۔ تیسرے نمبر کو تیسرا اور چوتھا بتائیں اور چھ نمبر پورے کر دیں اور جس جملہ میں (جو حقیقتاً چھٹا نمبر ہے) اتباع و التزام سنت کی تاکید ہے اسے ہضم کر جائیں۔

قولہ ناظرین آپ نے دیکھا دشمنانِ رسول اور دشمنانِ اہل بیت رسول کی شروع سے۔ الخ (ص ۱۳۱)

اقول بعض بکواس مرضہ کی بڑا ہیں۔ یہ تو یا مجنوں کی بڑ۔ فیون جی کی پنک۔ گمراہ کرنے وال
تم ہو کہ حدیث کتاب اللہ و سنتی کو ضعیف نا قابل تسلیم بتا کر مسلمانوں کو اتباع سنت سے روک رہے
ہو۔ التزام سنت کا جذبہ پامال کر رہے ہو۔ لوگ یہ ہی جواب دینگے کہ بابا جی نے تو اس حدیث کو جو
اتباع والتزام سنت کی تاکید ہے ضعیف اور ناقابل تسلیم قرار دیدیا تو اب اتباع سنت کی کیا ضرورت
رہی۔

ذرا اس بکواس کو تو ملاحظہ فرمائیے کہ جو حدیث کتاب اللہ و سنتی کو پیش کرکے اتباع سنت کی
تاکید کرتے ہیں وہ نہیں بابا صاحب بھولی بھالی سیدھی سادھی بھیڑوں کو گمراہ کرنے والا جہنم کی
طرف ڈھکیلنے والا بدبخت اور اہل بیت کی تنقیص کرنے والا اور جہنم کا کندہ بنا رہے ہیں۔ اس
کندہ نا تراش کی اس اندھی کھوپڑی کو تو دیکھیے موتعصب بگل کی اوڑائے جا رہا ہے
سنائیے جس نے حدیث کتاب اللہ و سنتی کو پیش کیا اس نے حدیث ثقلین سے کب انکار
کرکے حدیث ثقلین سے انکار کیا وہ تو یہ کہتا ہے کہ دونوں صحیح مسلمان کے لئے اتباع قرآن کے
ساتھ ساتھ اتباع حدیث بھی ضروری، اور اتباع اہل بیت بھی ضروری بلکہ وہ تو ایک اور
اضافہ کرتا ہے کہ اتباع صحابہ بھی لازمی اور وہ تو یوں کہتا ہے کہ اہل بیت سفینہ نجات ہیں
جو ضلالت و گمراہی کے طوفان سے بچا کر رشد و ہدایت کے ساحل پر پہونچائینگے مگر سفینہ
کے لئے ناخدا چاہئے۔ پانی کاٹنے کا آلہ چاہئے۔ سمت معلوم کرنے کے لئے ستارے چاہئیں۔ اس
کشتی کا ناخدا قرآن ہے۔ پانی کاٹنے والا آلہ سنت رسول ہے۔ ستارے صحابہ کرام ہیں۔ بابا جی
پڑھئے اور پڑھئے موتوا بغیظکم کے مصداق بن جائیے۔ بات سمجھنے اور سمجھنے کا ڈھنگ پیدا
کیجئے، واہی تواہی نہ بکئے۔

فصل دوم

عنوان نمبر

قولہ دیباچہ حالات معاویہ (ص ۱۵)

اقول جناب نے اس دیباچہ کے آخر میں لکھا ہے۔ چنانچہ میں نے کتاب کے حصہ دوم کا

جو یہ دیباچہ لکھا ہے وہ حضرت خواجہ حسن نظامی کی کتاب یزید نامہ کی جب رتوں ہی کو قرار
دیا ہے۔

بہت اچھا کیا جو آپ نے یہ بتادیا ورنہ ہمیں اسکے ایک ایک جملہ کا رد لکھنا پڑتا اب مفصل
رد کی ضرورت نہیں رہی۔ جیسے خواجہ صاحب آزاد ویسے ہی انکی تحریر آزاد جس طرح
علماء اہلسنت میں نہ خواجہ صاحب کا وقار ویسے ہی نہ انکی تحریر کا اعتبار۔ خواجہ صاحب کی
آزادی قلم وزبان پر ہم نے مقدمہ میں ایک مقالہ سپرد قلم کردیا ہے۔ وہ ہی انکی کتاب
یزید نامہ اور آپ کے دیباچہ کا جواب ہے۔ اسکا خلاصہ یہ کہ غیر معتبر بے سند ہر قسم کے لوگوں
کی روایتوں کی بھرمار جو اہل نقد ونظر کے نزدیک ناقابل اعتبار۔ بابا صاحب حالات معاویہ
جاننے کے لئے آپ کو یزید نامہ ہی ملا اور علامہ ابن حجر ہیثمی کی بے مثال کتاب تطہیر الجنان دستیاب
ہوئی سنئے وہ کیا کہتے ہیں۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ

علامہ ابن حجر ہیثمی فرماتے ہیں۔ فہذہ ورقات الفتہا فی فضل سیدنا ابی عبد الرحمان
امیر المومنین معاویۃ بن صخر ابی سفیان (ابی عبد مناف) رضی اللہ عنہ وارضاہ۔
یہ چند ورق ہیں جو میں نے سیدنا ابو عبدالرحمان امیر المومنین معاویہ رضی اللہ عنہ وارضاہ کے
فضائل میں تالیف کئے ہیں۔ پھر فرمایا وفی اجابۃ عن بعض الشبہ التی استباح بسببہا
کثیر من اھل البدع والاھواء اور ان کو جواب دیا ہے جو چند شبہوں کی وجہ سے انکو
گالی دینا جائز جانتے ہیں اھل بدع واھل اھوا پھر فرمایا اے مسلمان جنکا دل محبت رسول
سے پر ہے اس پر واجب ہے کہ حضور کے تمام صحابہ سے محبت کرے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ
نے ان پر وہ احسان فرمایا ہے کہ جس میں کوئی اور شریک نہیں وہی لقاء صلی اللہ علیہ وسلم
وامدادہ لہم لما قطع غیرہم من اللحوق بہم فی ذلک لما انہم وعظم استعدادہم وسعۃ علومہم
بمحمد ورسا تتہم وان تعتقد انہم کلہم عدول کما اجمع علیہ ائمتنا السلف والخلف وہ احسان
یہ ہے حضور کا دیدار اور وہ فیض کہ دوسرا ان کے ساتھ مل ہی نہیں سکتا کمال باہر استعداد
علم وسعت علمی اور وراثت نبویہ اور یہ اعتقاد رکھے کہ صحابہ سب کے سب عادل ہیں جیسا کہ

ائمہ سلف وخلف نے بالاتفاق فرمایا ہے۔ پھر فرمایا ولا یشک احد ان معاویۃ رضی اللہ عنہ
من کبار الصحابۃ نسباً وقربا منہ صلی اللہ علیہ وسلم علما وحلما۔ اور اس میں شک نہ کرنا چاہیئے کہ
حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نسب وقرب نبوی علم وحلم کے اعتبار سے کبار صحابہ میں ہیں۔ پھر فرمایا
حضور نے فرمایا ہے کہ میری امت کے تہتر فرقے ہو جائیں گے۔ ایک ناجی ہوگا باقی ناری۔ وہ
اہل سنت وجماعت ہیں اور باقی اہل اہوا واہل بدع۔ پھر فرمایا فاحذر ایہا الموفق ان تتعرض
مع مبتدع فی جدال او خصام فانک لو اقمت علیہ الحجج القطعیۃ والادلۃ البرہانیۃ والایات
القرآنیۃ لم یصغ الیک بل یستمر علی ضلالتہ وعنادہ ولان قلبہ اشرب حب المنحرفین عن منہج اہل
السنۃ۔ اے صاحب توفیق پائے ہوئے کسی مبتدع کے ساتھ گفتگو کرنے سے مناظرے سے باز رہ
اس لئے کہ تو اس کے سامنے اگر ہر قسم کے دلائل بھی پیش کردیگا تو وہ نہ مانیگا اور اپنے ہٹ
عناد پر قائم ہی رہے گا اوسکے دل میں طریقہ اہل سنت کا خلاف سرایت کرگیا ہے (یہ ہی عبارت
باب صاحب کا ہے) پھر فرمایا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حدیبیہ کے دن مسلمان ہو چکے تھے
جیسا کہ واقدی کے سوا دوسروں نے کہا۔ لیکن ماں باپ سے اپنے اسلام کو پوشیدہ رکھا
اور فتح مکہ کے دن ظاہر کردیا (اس روایت کے اعتبار سے وہ روایت غلط ہوگئی جو بعض
نے نقل کی ہے کہ حضرت معاویہ نے اپنے باپ کو ایمان لانے سے منع کیا جب انہوں نے اسلام کا
ارادہ کیا اس لئے کہ حضرت ابوسفیان فتح مکہ کے وقت مسلمان ہوئے اور حضرت معاویہ پہلے سے
مسلمان ہو چکے تھے تو مسلمان ہونے کے بعد دوسروں کو اسلام سے روکنے کے کوئی معنی نہیں
اور اسکی دلیل یہ ہے کہ بخاری شریف میں ہے کہ حضرت معاویہ نے کہا کہ میں نے حضور کے بال
کی تقصیر کی ہے مروہ کے نزدیک۔ اور حضور نے تقصیر فرمائی ہے عمرہ قضا میں جو حدیبیہ کے بعد ہوا
ہے تو معلوم ہوا کہ حضرت معاویہ مسلمان ہو چکے تھے اور بحالت اسلام عمرہ قضا میں شریک تھے۔ پھر
فرمایا کہ اگر کوئی کہے کہ اسلام کا چھپانا تو درست نہیں۔ جواب میں فرمایا کہ اگر عذر ہو تو کیا مضائقہ
آخر حضرت عباس رضی اللہ عنہ بھی بدر کے دن مسلمان ہوگئے تھے مگر فتح مکہ تک اسلام کو اپنے
دل میں رکھا پھر فرمایا کہ اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ حضرت معاویہ مولفۃ القلوب میں سے نہیں
مولفۃ القلوب کا وجود فتح مکہ کے بعد ہوا۔ اور جو کچھ حضور نے عطا فرمایا وہ بطور تالیف نہ تھا بلکہ عطا

حسن تھی جس طرح حضور نے حضرت عباس کو مال بحرین سے عطا فرمایا اور حضور کو انہیں عطا فرمانا
انکے دلائل کے تالیف قلب کے لئے تھا معلوم ہوا کہ وہ مولفۃ القلوب میں سے نہیں ہیں (بابا صاحب نے
ارشاد فرمایا کہ حضرت معاویہ مولفۃ القلوب سے ہیں طلقا میں سے ہیں ضعیف الاسلام ہیں صحابی نہیں
طلقا مستحق خلافت نہیں مگر یہ سب غیر روایت، اور علامہ ابن حجر کی اس نفیس بحث کے بعد بابا صاحب کا
زور ختم ہو جاتا ہے۔ یاد رکھئے) پھر فرمایا کہ حضرت ابوسفیان مولفۃ القلوب سے ہیں لیکن حسن اسلام و
ترادید علاوہ ان کا اسلام بھی بہتر ہو گیا اور صلاحیت زیادہ ہو گئی وانما ذم بالآیۃ من بقی بوصفہ
ولم یترق عن کونہ ممن یعبد اللہ علی حرف اور مولفۃ القلوب ہونا واقعی مذموم ہے لیکن جب کہ اسی
حال پر رہے اور آگے ترقی نہ کرے اور اعتقاد کا ایمان کنارے ہی رہ جائے وحاشا ابا سفیان من
ذلک کا تحدث بذلک آثارہ ومصالحتہ فی احد وغیرہ ... ابوسفیان اس سے دور ہو گئے
جیسا کہ انکے وہ نیک حالات جو جنگوں میں ظاہر ہوئے انکی قوت اسلام پر دلیل ہیں پھر فرمایا کہ حضرت
امام بخاری نے حضرت معاویہ کے بیان کے لئے باب بذکر لفظ ذکر کے ساتھ باندھا۔ فضیلت کا لفظ
نہ لانے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انکی فضیلت میں کوئی چیز صحیح نہیں اس کا جواب یہ ہے کہ امام بخاری نے
اگر لفظ فضیلت کا ذکر نہ کیا تو زیادہ سے زیادہ وہ اپنے اصول اور شرائط کے اعتبار سے فرما سکتے ہیں کہ
فضیلت میں کوئی چیز صحیح نہیں۔ اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ کوئی چیز فضیلت میں نہیں ہے۔ حضرت
ترمذی نے انکی فضیلت میں حدیث روایت کی اور اس کو حسن فرمایا (بابا صاحب نے بھی یہی فرمایا
کہ امام بخاری نے لفظ ذکر کے ساتھ باب باندھا معلوم ہوتا ہے کہ ان کی کوئی فضیلت نہیں ایک جواب
تو یہ ہو گیا دوسرا جواب یہ ہے کہ امام بخاری نے صرف انہیں کے لئے لفظ ذکر نہیں لکھا ہے بلکہ حضرت
عباس کے لئے حضرت اسامہ ابن زید کے لئے حضرت عبداللہ ابن عباس کے لئے حضرت حذیفہ کے لئے
حضرت جریر کے لئے بھی لفظ ذکر ہی سے باب باندھا تو کیا لفظ فضیلت نہ ہونے سے یہ حضرات بھی فضیلت
سے خالی ہو گئے) اگر لفظ ذکر سے انکی فضیلت کی نفی نہیں ہوتی تو حضرت معاویہ کیلئے بھی لفظ ذکر سے فضیلت نہیں

اس کے بعد علامہ ابن حجر نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل ذکر کئے جس کے لئے ہم نے
ایک مستقل فصل مقرر کر دی ہے وہ ہی کافی ہے۔ اس کے بعد ان مطاعن کا جو اہل اہواء
پیش کرتے ہیں ذکر کر کے انکے جوابات دیئے ہیں۔ اس عنوان کا اکثر و بیشتر حصہ اسی رسالہ میں موجود

ہے۔ بابا صاحب کی طرف سے طعنہ زنی ہے اور میری طرف سے طاعن کی گردن زدنی ہے۔

تنبیہ کے زیر عنوان فرماتے ہیں صرح ائمتنا وغیرہم فی الاصول بانہ یجب الامساک عما شجر بین الصحابۃ رضی اللہ عنہم۔ ہمارے ائمہ وغیرہ نے تصریح فرمادی ہے کہ جو کچھ صحابہ کے درمیان ہوا اس سے ہم کو خاموش رہنا چاہیے۔ پھر فرمایا وبین المجتہدون ان کثیرا مما نقل عنہم اما کذب واما فی سندہ علۃ اور مجتہدین نے یہ بتادیا ہے کہ ان واقعات کے سلسلے میں جو روایتیں آئی ہیں یا تو وہ جھوٹی ہیں یا ان کی سند بیمار ہے۔ مقصود یہ ہے کہ جائز نہیں کہ جو واقعات رونما ہوئے ان سے نقص تلاش کیا جائے اور ان کی ولایت و امارت پر طعنہ لگایا جائے۔ عوام کو بھڑکایا جائے۔ اور وہ سب و شتم کے درپے ہو جائیں اور یہ سلف کے مقاصد بیند عین اور یہ ان جاہل ناقلین سے واقع ہوئے جنھوں نے صرف دیکھکر بیان شروع کر دیا اس کو ظاہر ہے کہ سند ہی کوئی قباحت ظاہر نہ کی حالانکہ یہ طریقہ سخت حرام ہے (بابا صاحب خصوصیت سے ملاحظہ فرمائیں اس لئے کہ انھوں نے یہی طریقہ اختیار کر رکھا ہے۔)

پھر صواعق محرقہ میں فرمایا ومن اعتقاد اہل السنۃ والجماعۃ ان ماجری بین معاویۃ وعلی رضی اللہ عنہما من الحروب فلم یکن لمنازعۃ معاویۃ لعلی فی الخلافۃ للاجماع علی حقیتہا لعلی کما مر فلم تہج الفتنۃ بسببہا وانما ہاجت بسبب ان معاویۃ ومن معہ طلبوا من علی تسلیم قتلۃ عثمان الیہم لکون معاویۃ ابن عمہ فامتنع علی ظنا منہ ان تسلیمہم الیہم علی الفور مع کثرۃ عشائرہم واختلاطہم بعسکر علی یؤدی الی اضطراب وتزلزل فی امر الخلافۃ اہل سنت کا اعتقاد ہے کہ حضرت معاویہ اور حضرت علی کے درمیان جو جنگیں ہوئیں وہ اس وجہ سے نہ تھیں کہ حضرت معاویہ نے حضرت مولائے کائنات کی خلافت کے خلاف قدم اٹھایا اس لیے کہ حضرت مولائے کائنات کی خلافت حق تھی تو یہ فتنہ اسکے سبب برپا نہ ہوا بلکہ وجہ یہ تھی کہ حضرت معاویہ قاتلین عثمان کی سپردگی کا مطالبہ کر رہے تھے۔ حضرت مولا نے یہ خیال فرمایا کہ یہ قاتلین اور ان کے ہمنوا کثیر تعداد میں ہیں اور میرے لشکر میں ہیں تو فی الفور اگر سپرد کیا جائیگا تو امر خلافت درہم برہم ہو جائیگا۔ اس سے وہ موقع کے متلاشی تھے۔ غرضکہ ادھر سے فوری مطالبہ ادھر سے معقول۔ خیر یہ فوری و تاخیر آپس میں ٹکرا گئے۔

علامہ ابن حجر عسقلانی الاصابہ میں فرماتے ہیں وصحب النبی صلی اللہ علیہ وسلم وکتب لہ حضرت معاویہ حضور کے ساتھ رہے فرض کتابت انجام دیا۔ حضرت عمر نے والی شام بنایا۔ حضرت عثمان نے برقرار رکھا اور پھر امیر ہی رہے۔ حضرت علی سے بیعت نہ کی جنگ ہوئی اور شام میں مستقل ہوگئے پھر مصر بھی تحت ولایت آگیا اور اب خلافت تام ہوگئی پھر جب حضرت امام حسن سے صلح ہوگئی تو مستقل ہوگئے۔

علامہ ابن عبدالبر استیعاب میں فرماتے ہیں قال الاوزاعی ادرکت خلافۃ معاویۃ جماعۃ من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ینتزعوا یدا من طاعۃ ولا فارقوا جماعۃ وکان زید بن ثابت یاخذ العطاء من معاویۃ۔ امام اوزاعی نے فرمایا ہے کہ میں معاویہ کی خلافت کو بہت سے صحابہ نے پایا لیکن کسی نے اپنا ہاتھ ان کی طاعت سے نہ کھینچا اور جماعت کی مخالفت نہ کی پھر فرمایا کہ اسد بن موسیٰ نے روایت کی ابو ہلال سے انہوں نے قتادہ سے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت حسن سے عرض کیا ان ھھنا ناس یشھدون علی معاویۃ انہ من اھل النار یہاں کچھ لوگ ایسے ہیں جو کہتے ہیں کہ معاویہ دوزخی ہے تو فرمایا لعنھم اللہ ومایدریھم من فی النار خدا کی لعنت ہو ان پر جو معاویہ کو دوزخی کہتے ہیں انہیں کیا معلوم کہ دوزخی کون ہے (جناب بابا صاحب توبہ کیجئے۔ آپ نے حضرت معاویہ کو یقیناً اھل جہنم بتایا ورنہ اس لعنت کو اپنے لئے تصور کیجئے جو حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے فرمائی۔ آپ تو کہتے ہیں کہ میں محب اہل بیت ہوں اور پھر حضرت امام حسن کے عقیدے کی مخالفت کرتے ہیں یا آپ بھی کہہ دیجئے کہ حضرت امام حسن نے معاذاللہ تقیہ کرلیا)

الاصابہ میں ہے کہ جب حضرت امام حسن اور حضرت معاویہ میں صلح ہوگئی اور امام حسن نے ان کو خلیفہ تسلیم کرلیا تو اجری علیہ معاویۃ فی کل سنۃ الف الف درھم وعاش الحسن بعد ذلک عشر سنین۔ حضرت معاویہ نے آپ کے لئے سالانہ وظیفہ مقرر کردیا جو ایک لاکھ تھا اور حضرت امام حسن اسکے بعد دس برس زندہ رہے۔

پھر فرمایا اور اسناد بیان کرکے فرمایا بلال کہتے ہیں جمع الحسن رؤس اھل العراق فی ھذا القصر قصر مدائن۔ حضرت امام حسن نے سرداران اہل عراق کو اسی قصر مدائن میں جمع

فرمایا اور فرمایا تم نے مجھ سے بیعت کی تھی کہ جس سے میں لڑوں، اوس سے تم لڑو اور جس سے میں صلح کروں اوس سے تم صلح کرو وانی قدبایعت معاویۃ فاسمعوا لہ واطیعوا میں نے حضرت معاویہ سے بیعت کر لی ہے۔ لہٰذا تم سب اونکے مطیع و فرمانبردار ہو جاؤ۔

جناب بابا صاحب ان سطور کو پڑھیئے اور دیکھئے کہ آپ کس قدر محب اہلبیت ہیں کہ حضرت امام حسن کی مخالفت کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ہدایت فرمائے آمین۔ اور اپنے علامہ ابن عقیل سے جسکو آپ نے سُنی شافعی بتایا ہے کہئے کہ دونوں ابن حجر ہیتمی و عسقلانی شافعی المذہب ہیں یہ لوگ تو اس قدر ادب و احترام کرتے ہیں، اور طعنہ زنی کرنے والوں کو اہل بدعت و اہل ہوا کہتے ہیں اون کا رد کرتے ہیں، اور تم شافعی ہو کر حضرت معاویہ کو اس طرح بُرا کہتے ہو جیسے شیعہ کہتے ہیں۔ کیسے شافعی ہو کر اپنے شافعی علما کے خلاف چلتے ہو۔

قولہ کیا میں ہی صلات معاویہ پر جرح کرنے والا مجرم ہوں (صفحہ ۱۸۴)

اقول جی نہیں آپ اکیلے مجرم نہیں۔ آپ کے ساتھ دو تین اور ہیں۔ خواجہ صاحب محمد ابن عقیل ہیں۔ وہ نہیں آپ کے ساتھ پوری جماعت ہے۔ جس قدر رافضی ہیں سب آپ کے ساتھ ہیں۔ جسقدر خارجی ہیں سب آپ کے ساتھ ہیں۔ آپ تنہائی سے نہ گھبرائیے آپکے سر پر ان سب کا سایہ عاطفت دراز ہے۔ خداوند تعالیٰ آپ کے سر پر اس سایہ کو قائم رکھے۔ آمین!

میرے بابا آپ کو حضرت معاویہ پر جرح کرنے کی اجازت کس نے دی۔ کس نے آپ کو قاضی بنایا۔ اور اپنے علما اہلسنت صاف صاف لفظوں میں نصیحت فرما رہے ہیں کہ اس میں سکوت کیا جائے، خاموشی سے کام لیا جائے جو واقعات رونما ہوئے اونکی بہتر تاویل کیجائے۔ حضرت سرکار بغداد نے حضرت امام اعظم نے حضرت امام شافعی نے حضرت امام ... نے یہی ارشاد فرمایا۔ علامہ ابن ہمام نے علامہ قاضی عیاض نے علامہ نووی نے علامہ ... نے علامہ شامی نے علامہ ابن حجر نے علامہ سعد الدین نے شاہ صاحب قبلہ دہلوی نے یہ ... رحمۃ اللہ علیہم۔ کیا یہ حضرت آپ کے اتباع کے لئے کافی نہیں کیا یہ اساطین اہل سنت کیا دین کا مدار اون پر نہیں۔ کیا یہ مقتدیان اہلسنت نہیں۔ جو ان سے آنکھیں پھیر کر ...

کے دامن میں پڑ و لی بغض و عداوت کی پٹی آنکھ پر باندھی. خارجیوں رافضیوں کو تقویت پہونچائی یا اپنی قوتوں میں سوچیے کہ آپ نے کتنا بڑا جرم کیا ہے. مذہب اہلسنت سے کسقدر دُور ہو گئے ہیں، اور شیطان کو آپ نے کسقدر خوش کیا ہے آپ نے اپنے خطبہ میں بار بار کہا کہ میں نے جو کتابیں پیش کیں وہ سب اہل سنت کی تصنیف ہیں. حالانکہ آپ نے رافضیوں کی کتابوں سے استدلال کیا. معتزلہ کے اقوال سند میں لائے اور سب کو سُنی کہدیا. یہ آپ نے عام مسلمانوں کو کتنا بڑا دھوکہ دیا. بابا صاحب آپ خود سوچیے کہ آپ کیا کر رہے ہیں. کس راہ چل رہے ہیں دیکھیے ابھی توبہ کا دروازہ کھلا ہے. موقعہ ہے ہاتھ سے نہ جانے دیجیے پھر پچھتانے سے کام نہ چلے گا. ہاتھ ملنا مفید نہ ہوگا ؎

مانو نہ مانو پیر مغاں مختار ہے
ہم نیک و بد جناب کو سمجھائے جاتے ہیں

قولہ بنی امیہ کے متعلق رسول اللہ کی حدیثیں (ص۱۹۶)

اقول بنی امیہ کے متعلق جو صحیح الاسناد حدیثیں وارد ہوئیں اُنکا کون انکار کر سکتا ہے. اونکی زبون حالی واقعی ایک چیز ہے جو ناقابل انکار ہے لیکن اللہ تعالیٰ جس پر کرم فرمادے وہ محفوظ بھی رہ جاتے. بنی امیہ کی زبون حالی میں سے کچھ مستثنیٰ بھی ہیں جن کو خدا نے اونچے مرتبہ پر پہونچایا. ۔ ونہی میں سے حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ ہیں. حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ہیں. حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ ہیں. مسلمان پر واجب ہے کہ جب بنی امیہ کی زبون حالی کا تذکرہ کریں تو اس انداز سے کہ ان حضرات پر حرف نہ آنے پائے. ایک مرتبہ حضرت حسان نے حضور سے عرض کیا حضور آج میں قریش کی ہجو کروں گا تو حضور نے فرمایا کہ قریش میں سے تو میں بھی ہوں. عرض کیا حضور جس طرح آٹے سے بال صاف نکل آتا ہے اسی طرح آپ کو دس ہجو سے صاف بچالوں گا. مؤدب حضرات ایسے ہوتے ہیں. مگر بابا صاحب نے احتیاط نہ برتی اور ایسی باتیں لکھدیں کہ جن سے حضرت عثمان پر بھی حملہ ہو گیا۔

قولہ معاویہ کا باپ ابوسفیان (ص۲۰۳)

اقول حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ فتح مکہ کے دن اسلام لائے۔ ابن عبدالبر استیعاب
میں لکھتے ہیں لما اسلم حسن اسلامہ و ذکروا عن سعید ابن المسیب عن ابیہ قال رأیت
ابا سفیان یوم الیرموک تحت رایۃ ابنہ یزید یقاتل و یقول یا نصر اللہ اقترب
حضرت ابوسفیان کا اسلام اچھا ہو گیا تھا حضرت مسیب فرماتے ہیں کہ میں نے جنگ یرموک میں
کو دیکھا کہ اپنے بیٹے یزید کے علم کے زیر سایہ جہاد کر رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں اے اللہ کی مدد
قریب ہو جا۔ آپ نے جو قول نقل کیا انہ کان کہف للمنافقین غیر معتبر ہے اس لئے کہ علامہ
ابن حجر عسقلانی نے الاصابہ میں یہ جملہ ہی نقل نہ کیا عدم نقل عدم اعتبار پر دال ہے۔
بابا صاحب استیعاب سے جو آپ نے عبارت نقل کی ہے اوس کے اوپر وہ قول ہے۔
نقل کیا۔ اگر آپ میں کچھ بھی دیانت داری تھی تو دونوں نقل کر دیتے مگر تعجب آپ کی کج فہمی
تنگ بینی کی طرف یہ آپ کے نقل کی خوبی ہے اہل نظر ایسی تحریر کو اچھی نظر سے نہیں دیکھتے
نظر بینہ کیجئے جو عیوب کی طرف نہ جائے

قولہ و روی عن الحسن البصری ان ابا سفیان الخ (ص [illegible])

اقول لفظ روی مجہول ہے جس سے اس روایت کا مجہول ہونا ثابت ہوتا ہے۔ ایسی
روایتیں جن میں قائل کا پتہ نہ ہو سند موجود نہ ہو۔ قابل اعتبار نہیں تو خواہ مخواہ نوٹ لکھ کر
معاذ اللہ یہ کلمات کفر ابوسفیان کی زبان سے نکلنا بالکل بیکار ہے جب شرعی قانون کے مطابق
ثبوت بہم پہونچا ہے پھر معاذ اللہ کہنے شریعت کا قاعدہ ہے کہ بغیر تحقیق کسی مسلمان کو فتنہ
کفر سے یاد نہ کرو۔ تحقیق کے معنی یہ نہیں کہ تواریخ میں دیکھ پا دیا اور لے اوڑے۔

قولہ ولہ اخبار نحو ہذا اوردتہا الخ (ص [illegible])

اقول آپ نے یہ جملہ لیکن اسلامہ صالحا تک نقل کیا اور اوسی کے بعد سے
ولکن حدیث سعید ابن المسیب یدل علی صحۃ اسلامہ لیکن حضرت سعید ابن مسیب
حدیث صحت اسلام پر دلالت کرتی ہے۔ جناب بابا صاحب عجیب آپ کی ذہنیت ہے کہ اوپر ہی
اوپر دیکھ کر رہ جاتے ہیں نیچے دیکھئے کیا ڈر معلوم ہوتا ہے جو چھوڑ دیتے ہیں۔

قولہ ابوسفیان محض اپنی جان بچانے کے لئے اسلام لائے۔

اقول کیسے ہی اسلام لائے لے تو لئے۔ بہت سے لوگ تو نار جہنّم سے اپنی جان بچانے کے لئے اسلام لاتے ہیں۔ مگر پسوں کا اسلام اسلام نہیں تو پھر مسلمان دنیا میں کتنے رہ جائینگے۔ اور بابا صاحب آپ ہی بالغ ہونے کے بعد جو مسلمان ظاہر ہوئے تو کیا دیکھ کر اسلام پر رہے۔ صرف آپ کے ماں باپ نے جو سکھا دیا تھا وہ ہی تقلیدی اسلام رہا۔ یہ نہیں دیکھا جاتا کہ اسلام کی ابتدا کس حال میں ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ اگر اسلام پچا ہو گیا تو فالحمد للہ۔ ورنہ تو آپ مطعون ہوگا اور بھگتے گا۔ حضرت سفیان مسلمان ہوئے اور حسن الاسلام ہو گئے جیسا کہ ہم حوالہ دے چکے ہیں۔

قولہ رسول اللہ نے ابو سفیان پر ہمیشہ لعنت کی

اقول مسلمان ہونے کے بعد تو لعنت فرمائی نہیں۔ اس سے پہلے اگر لعنت فرمائی تو وہ محل لعنت تھے یعنی کفر پر تھے۔ آپ کی منقولہ عبارت میں یوم الاحزاب کا لفظ ہے جنگ احزاب فتح مکہ سے پہلے ہوئی۔ اس وقت وہ بحالت غیر تھے لہذا اس وقت لعنت فرمائی اس سے یہ کہاں ثابت ہوتا ہے کہ ہمیشہ لعنت کی جو جلدی سے بلا سوچے سمجھے زٹل اڑانی شروع کر دی۔ ثابت کیجیے کہ حضور نے مسلمان ہونے کے بعد بھی لعنت فرمائی۔

قولہ معاویہ کی ماں ہندہ۔

اقول ہندہ فتح مکہ کے دن مسلمان ہوئیں۔ اس سے پہلے جو کچھ ان سے صادر ہوا وہ قانون ان الاسلام یھدم ما کان قبلہ کے موافق ساقط ہو گیا اور ان کے اسلام کی شان کا اندازہ اس قول سے ہو سکتا ہے قال الواقدی لما اسلمت ھند جعلت تضرب صنما لھا فی بیتھا بالقدوم حتی فلذتہ فلذۃ فلذۃ وتقول کنا معک فی غرور — واقدی نے کہا ہے کہ جب ہندہ مسلمان ہو گئیں تو اپنے بت کو ہتھوڑا مار مار کر ریزہ ریزہ کر دیا اور کہا کہ تو نے ہمیں بڑا دھوکہ دیا (الاصابہ) یہ تھی اسلام کی پختگی کہ مسلمان ہوتے ہی کفر کی نشانی پاش پاش کر دی۔

بابا جی اسلام سے پہلے لوگوں کے اسلام کی مخالفت، حضور سے عداوت کفر کی حمایت کے واقعات کا اس انداز میں بیان کرنا کہ لوگوں کو عبرت حاصل ہو اور وہ اسلام لائیں۔ اسلام پر

قائم رہیں اور یہ سمجھیں کہ یہ ایسے لوگ اسلام کے دشمن تھے مگر اسلام کے بعد پختہ کار ہو گئے
جب تو بہت بہتر اور کار ثواب ہے اور اگر ان کے وہ واقعات توہین آمیز لب و لہجہ میں بیان
کئے جائیں طعنہ زنی مقصود ہو اور کی شان گھٹانا مد نظر ہو تو انتہا درجہ کی بدتمیزی اور جرم گناہ
کبیرہ بنتا ہے۔ بابا جی آپ خود غور کیجئے کہ واقعات کے بیان کرنے میں آپ کی کیا نیت ہے
آپ کی تحریر دیکھنے والا تو اس نتیجہ پر پہنچے گا کہ آپ نے دوسرا ہی وتیرہ اختیار کیا ہے۔

عنوان نمبر۲ قولہ معاویہ کا مولفۃ القلوب اور طلقاء میں ہونا عنوان نمبر۳ قولہ مولفۃ القلوب
کسے کہتے ہیں عنوان نمبر۴ قولہ طلقاء کسے کہتے ہیں عنوان نمبر۵ قولہ کیا معاویہ مولیٰ کا ذکر کیا
نہ تھا عنوان نمبر۶ قولہ معاویہ کی مولیٰ کے ساتھ سخت ترین دشمنی اور اوسکا مولیٰ کو گالیاں
دینا اور دلوانا عنوان نمبر۷ قولہ معاویہ کا مولیٰ کو گالی گلوچ دینا اور دوسروں سے بھی
اس فعل مذموم کی فرمائش کرنا۔

ان تمام عنوانات پر مفصل گفتگو بعنوان اجل بر قول فیصل میں ہو چکی ہے۔ اس سے کہ یہ
عنوانات اس کتاب مولیٰ اور معاویہ اور قول فیصل میں مشترک ہیں یا یوں سمجھئے کہ پہلے
قول فیصل میں یہ مضامین لکھے ہیں اور پھر کچھ بڑھا کر مولیٰ اور معاویہ میں نقل کر دیئے ہیں
یا پہلے مولیٰ اور معاویہ میں لکھے ہیں اور پھر کاٹ چھانٹ کے قول فیصل میں لکھ دیئے ہیں
بہرحال ہمیں اعادہ کی ضرورت نہیں۔ ہاں زیر عنوانات مذکورہ جو باتیں اس کتاب میں زائد
ہیں اور قول فیصل میں نہیں ہیں اون پر مختصر سی گفتگو اس مقام پر پیش کرتا ہوں۔

قولہ زیر عنوان نمبر۲۔ معاویہ اور ان کے باپ مولفۃ القلوب میں سے تھے۔

اقول جناب بابا صاحب نے اس عنوان کے ماتحت یہ ثابت کرنا چاہا کہ مولفۃ القلوب
ضعیف الاسلام تھے۔ لہذا یہ دونوں بھی ضعیف الاسلام ہیں۔

مولفۃ القلوب میں دو قسم کے لوگ تھے (۱) تو وہ جو اسلام لائے (۲) وہ جو اسلام
نہ لائے تھے مگر اُن کی تالیف قلوب کی جاتی تھی۔ حضرت معاویہ اور حضرت ابو سفیان کو
حضور نے مال غنیمت وغیرہ سے نوازا تاکہ یہ لوگ اسلام پر قائم رہیں تو ابتداء میں اگرچہ ضعف
تھا لیکن اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہ ہمیشہ ہی ضعیف الاسلام تھے۔ تاریخ الخلفاء میں

حضرت معاویہ کے متعلق یہ جملہ موجود ہے ثم حسن اسلامہما یعنی ان دونوں کا اسلام بہتر ہوگیا یعنی وہ ضعف نہ رہا اور حضرت ابوسفیان کے متعلق استیعاب میں ہے لما اسلم حسن اسلامہ اسلام کے بعد ان کا اسلام بہتر ہوگیا۔ بابا صاحب آپ نے ان دونوں کے مولفۃ القلوب ہونے کا ذکر کیا اور تاریخ الخلفا اور استیعاب کا حوالہ دیا تو جہاں سے آپ نے عبارتیں نقل کیں وہیں پر دونوں کے متعلق یہ دونوں جملے حسن اسلامہ بھی موجود تھے۔ ان دونوں کو آپ کیوں ہضم کر گئے۔ کیا دیانت اور علمائی اسی کا نام ہے۔ یا اسکو اتباع ہوائے نفسانی اور تلبیس شیطانی کہینگے جواب دیجئے۔

بابا صاحب ابتدا اور انتہا میں اگر فرق ہو جائے تو پھر ابتدا نہیں دیکھی جاتی ہے۔ انتہا قابل اعتبار ہوتی ہے۔ کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر ایک زمانہ وہ نہ گذرا تھا جس میں انہوں نے فرمایا تھا لانت احب الی من کل شئ الا نفسی التی بین جنبی۔ حضور میں آپ کو ہر چیز سے محبوب جانتا ہوں مگر اپنی جان سے زیادہ محبوب نہیں جانتا مگر اس کے بعد فرمایا کہ میں آپ کو اب اپنی جان سے بھی زیادہ محبوب جانتا ہوں (شفا) یہ تو محض بغض ہے کہ ابتدا کا ضعف دیکھے اور انتہا کی قوت نظر انداز کرے۔

تاریخ ابوالفدا اور روضۃ الاحباب

آپ نے ان دونوں کتابوں کا حوالہ دیکر اپنی سند میں شمار کیا ہے۔ تحفۂ رسالہ ردالروافض مطبوعہ پٹنہ متضمن رسالہ تحفۂ حنفیہ مورخہ ۱۳۲۲ھ میں ہے تاریخ کامل ابن اثیر ابوالفدا مولفہ ملک موید اسماعیل یہ سب تاریخیں متاخرین کی ہیں۔ ان میں روایتیں بلا سند مذکور ہیں۔

شاہ صاحب قبلہ عجالۂ نافعہ میں فرماتے ہیں روضۃ الاحباب میں بہت کچھ تصرفات و الحاقات شیعہ نے کئے ہیں نیز نوراللہ شوستری نے مجالس المومنین میں صاحب روضۃ الاحباب کو شیعہ میں شمار کیا ہے۔

فرمائیے بابا صاحب آپ کی ساری اوجھل کودا لیس ہی نامی کتابوں پر ہے کہ ایک غیر مستند دوسری رافضی کی۔

کتاب الاغانی اور مروج الذہب

آپ نے زیرِ عنوان مولفۃ القلوب کیسے ہو سکتے ہیں" دونوں کتابوں کے حوالے دیئے ہیں، شیعہ

کتاب حضرت شاہ صاحب قبلہ فرماتے ہیں ہشام کلینی مفسر رافضی غالی ہے ایسا ہی

مسعودی صاحب مروج الذہب اور ابو الفرج اصفہانی صاحب کتاب الاغانی۔

فرمایئے بابا صاحب یہ کیا ہے یہ رافضیوں کی بھرمار کیوں ہے آپ نے تو خط میں کہا تھا

کہ میں نے ہر دیکھنے والوں کو کتابیں دکھا دیں جو سب اہل سنت کی تصنیف ہیں کیا یہ رافضی بھی

آپ کے نزدیک اہل سنت ہیں تو پھر اسی طرح آپ اہلسنت بھی رافضی ہوئے اور آپ کیا کریں

مجبور ہیں بغیر رافضیوں کی کتاب کے کام نہیں چلتا۔ ایک تو اس وجہ سے کہ سنیوں کی کتابوں میں

آپ کی وہ گندی ذہنیت جو حضرت معاویہ کے ساتھ ہے موجود نہیں اور رافضیوں کی کتابوں

میں ہے دوسرے یہ کہ آپ اپنا ایک ہاتھ شیعہ بتا چکے ہیں تو اس ہاتھ کی بھی رعایت چاہیئے

ورنہ وہ ہاتھ خدا جانے کیسی کیسی چیز سے خالی رہ جائیگا۔ اس کو تو آپ ہی خوب جانتے ہیں۔

قولہ زیرِ عنوان نمبر ۲۔ ان طلقاء میں معاویہ اور ابو سفیان بھی تھے (صـ۲۲)

اقول آپ نے اس عنوان کے ماتحت یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ یہ دونوں طلقاء میں سے تھے

اور طلقاء اصحاب کی جماعت سے خارج ہیں اور یہ کہ طلقاء منافق اور مستحق قتل ہیں۔ مفصل

گفتگو حصہ اول میں ملاحظہ فرمایئے۔

قولہ اور علامہ ابن عبد البر نے استیعاب میں عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا یہ قول نقل

اقول میں نے استیعاب کا مطالعہ کیا۔ یہ قول نہ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بیان میں

ملا نہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بیان میں اور جہاں جہاں کچھ لگاؤ دیکھا وہاں بھی تلاش

کیا۔ خدا جانے کہاں سے نقل کیا۔ اصل کتاب سے نقل کیا یا نقلی سے نقل کیا۔ بہرحال حضرت

عمر رضی اللہ عنہ کی طرف اس قول کی نسبت صحیح نہیں ہو سکتی یہ روایت ایسی ہی معلوم ہوتی

ہے جیسے الف لیلہ کے قصے۔ بابا جی پورا حوالہ دیں تو ہم غور کریں۔

علاوہ بریں اس میں لفظ خلافت ہے جس میں کیا شک ہے کہ خلافت راشدہ علی

منہاج النبوت حضرت معاویہ کی خلافت نہ تھی بلکہ وہ تو مملکت اسلامیہ تھی۔ علاوہ بریں اگر یہ

روایت صحیح ہوتی اور حضرت عمر کا قول ہوتا تو حضرت عبد اللہ ابن عمر ان کے صاحبزادے

حضرت معاویہ سے بیعت نہ کرتے حالانکہ انھوں نے بیعت کی (استیعاب)

قولہ حضور کا معاویہ کو مولفۃ القلوب میں شمار کرنا معاویہ کے ایمان بالقلب کی ایسی نفی ہے جس کا کوئی جواب نہیں۔ الخ (صـ۲۲۳)

اقول جواب تو ایسا موجود ہے کہ سنتے ہی آپ کے ہوش و حواس باختہ ہو جائینگے ۔ اور بولتی بند۔ جب دل میں ایمان بالقلب نہ تھا تو حضور نے ان کے لئے یہ دعا کیوں فرمائی ۔۔ اللھم اجعلہ ھادیا مھدیا؟ اور ان کو کاتب کیوں بنایا اور حضرت عمر حضرت عثمان نے اپنے دور خلافت میں ان کو امیری کے عہدہ پر کیوں رکھا اور انکے شرف اور عزت کے لئے یہ کچھ کم ہے۔ بابا جی آنکھیں میچ میچا کے نہ دیکھئے۔ کھول کے دیکھئے اور ضرورت ہو تو چشمہ لگا کر دیکھئے۔

قولہ قدر دی علامہ سبط ابن جوزی (صـ۲۲۳)

اقول عربی ملاحظہ فرمایئے جیسے اردو حالانکہ یوں چاہئے قدر دی۔ العلامۃ سبط ابن الجوزی نجیر۔ اگر حضرت معاویہ نے باپ کو مسلمان ہونے سے منع کیا تو اسلام سے پہلے۔ اسلام سے پہلے دشمن اسلام تھے اور دشمن ایسا کرتا ہی ہے کیا حضرت عمر اور حضرت خالد بن ولید وغیرہ نے لوگوں کو مسلمان ہونے سے نہ روکا تھا۔ یہ بتایئے کہ اسلام کے بعد اسلام سے کس کس کو روکا۔

اور اگر تحقیق کی نگاہوں سے دیکھا جائے تو یہ روایت ہی غلط ہے اس لئے کہ بعض محققین کی روایت کی بنا پر تو حضرت معاویہ فتح مکہ سے بہت پہلے مسلمان ہو گئے تھے جیسا کہ علامہ ابن حجر نے تطہیر الجنان میں ثابت کیا ہے تو باپ کو اسلام سے روکنا چہ معنی دارد جبکہ وہ باپ سے پہلے مسلمان ہو چکے ہیں۔

قولہ زیر عنوان نمرہ ۵ مسطور فی کنز العمال عن ابن عباس رضی اللہ عنہما الخ (صـ۲۲۶)

اقول اس روایت اور بیہقی کی روایت کے نقل کرنے سے آپ کا مقصود یہ ہے کہ حضرت معاویہ نے تلبیہ سے منع فرمایا محض لبغض علی ہیں کہ وہ تلبیہ کرتے تھے۔ کنز العمال کی روایت میں تو لبغض علی کا لفظ ہے نہیں۔ بیہقی کی روایت میں ہے۔ سنئے۔ مولانا عبدالحی صاحب فرنگی محلی حاشیہ شرح وقایہ میں لکھتے ہیں ولم یخرجہ الا مثل الحاکم والخطیب والدارقطنی والبیہقی الذین یجمعون الغرائب والمنکرات بل فی کتبھم احادیث کثیرۃ موضوعۃ کالحاکم و

خطیب و دارقطنی و بیہقی غرائب و منکرات جمع کرتے ہیں بلکہ ان کی کتابوں میں بہت سی حدیثیں موضوع ہیں۔ فرمایئے بیہقی کی روایت میں لفظ بغض علی کا ہونا کیا دلیل ہے کہ یہ صحیح ہے جبکہ بیہقی منکر و غریب و موضوع بھی روایت کر لیتے ہیں۔ بہر حال یہ روایت قابلِ اعتبار نہیں

رہا مسئلہ تکبیر تو فقہی مسئلہ ہے۔ جس میں اختلاف ممکن ہے۔ ہو سکتا ہے کہ ان کا مذہب عدم تلبیہ ہو۔ مخالفت کی کوئی خاص وجہ ہو۔ یہ صورت قابلِ لعن طعن نہیں

قولہ ومسطور فی المستطرف (ص۲۲۶)

اقول بے سند ہے لہذا قابلِ اعتبار نہیں۔

قولہ وقال العلامۃ راغب اصفہانی فی المحاضرات

اقول واہ کیا عربی ہے اصفہانی سے الف لام غائب صحیح ہے الاصفہانی بدر کے دن حضرت معاویہ کفار کی جانب سے تھے تو کیا ہوا۔ حضرت عباس بھی تو بدر کے دن کافروں کی جانب سے تھے اور اسیرِ بدر رہے تھے۔ یہ بتاؤ کہ مسلمان ہونے کے بعد بھی اسلام کے خلاف کبھی کافروں کی طرف سے تھے۔ باباجی اسلام لانے کے بعد بھی یہ عیب چپکا ہی رہا تو حضرت عباس کو کیا کہو گے۔

قولہ وروی ابوالحسن المدائنی فی کتاب الاحداث۔

اقول ابوالحسن مدائنی شیعہ ہے لہذا قابلِ اعتبار نہیں۔ مقدمہ ملاحظہ فرمایئے۔

قولہ زیرِ عنوان نمبر۱۔ وقال السید محمد ابن عقیل فی کتاب النصائح الکافیہ (ص۲۲۹)

اقول یہ وہی ابن عقیل ہے جس کو باباجی نے سنی بنا رکھا ہے۔ جس کے آپ محض مقلد بن بیٹھے ہیں بلکہ۔ لفظی جنگی پوری خاطر صاحب عقد مساعید برضائے کا فیہ میں ہو چکی ہے۔ بہر حال حضرت مولائے کائنات کے فضائل مسلّم آپ سے محبت ایمان اور بغض آپ سے نفاق جس طرح تمام صحابہ سے محبت ایمان اور بغض و عداوت سوءِ عاقبت کی نشانی۔

باباصاحب کی مسلمانوں کو گناہ کرنے کی تعلیم و ترغیب

قولہ بغض علی وہ گناہ ہے جس کے ساتھ کوئی نیکی نفع نہیں دیتی اور حب علی وہ نیکی ہے

جس کے ساتھ کوئی بڑی نقصان نہیں پہنچاتی ہے اہلِ ایمان اس حدیث کو بغور پڑھیں اور اپنے ایمانوں میں روشنی پیدا کریں۔ (ص۲۳۹)

اقول استغفراللہ یہ غلو یہ رفضیت بلکہ نصرانیت قانونِ اسلام کے بالکل خلاف نصاریٰ نے بھی تو یہی طریقہ اختیار کیا کہ حضرت عیسٰی کو کفارۃ لذنوب بنایا اور گناہوں سے نڈر ہوگئے وہ ہی بابا جی تعلیم دے رہے ہیں کہ محبت علی کفارۃ الذنوب سمجھو اور گئے جاؤ جو چاہو۔ زنا کرو، چوری کرو۔ لونڈے بازی کرو، جھوٹ بولو۔ شراب پیو پروا نہ کرو۔ محب علی بن جاؤ کوئی چیز نقصان نہ دیگی لاحول ولا قوۃ الا باللہ

یہ جملے بالکل ایسے ہی ہیں جیسے محب علی لا یدخل النار۔ محب علی دوزخ میں نہ جائیگا شاہ صاحب قبلہ نے اس جملہ کو رافضیوں کی روایت بتایا ہے۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں۔ پھر شیعہ لوگ باوجود ان تمام باتوں کے یہ بھی روایت کرتے ہیں محب علی لا یدخل النار (ترجمہ فتاوی ص۱۴۳)

اب غور فرمایئے کہ دونوں جملے رافضیوں کے ہوئے یا نہیں۔ بابا صاحب یہ فرماتے ہوئے کچھ تو عقل سے کام لیا ہوتا یا بغض معاویہ میں وہ بھی کھو بیٹھے۔ اور پھر آپ مزے میں آگئے تو فرماتے ہیں کہ اس حدیث کو بغور پڑھیں اور ایمانوں میں روشنی پیدا کریں۔ یہ ایمان کی روشنی ہوگی کہ لوگ طرح طرح کے گناہوں برائیوں میں بدمعاشیوں میں گرفتار رہیں اور محبت علی کو کفارہ سمجھ لیں اور مطمئن ہوجائیں۔

اور بابا جی سب سے بڑے محب علی تو آپ ہیں تو آپ سے تو کوئی برائی کوئی گناہ بچا نہ ہوگا سب پر عامل ہو چکے ہونگے۔ ہیں تے کہ محبت علی کی وجہ سے آپ کو تو ان گناہوں سے نقصان پہونچے گا نہیں۔

اور پھر آپ فرماتے ہیں اس حدیث کو۔ نہ رسول کا ذکر نہ صحابی کا نام اور حدیث ہوگئی بابا صاحب نے اس طرح بنارس کے سیدھے سادے مسلمانوں کو دھوکے میں ڈال رکھا ہے اور قرآن حدیث کا نام لیکر گمراہی کا دروازہ کھول دیا ہے۔ بابا جی ہوش میں آئیں۔

قولہ زیر عنوان نبوی۔ ونقل ابن الاثیر ج (ص۲۲۳) وفی تاریخ ابی الفدا (ص۲۳۵)

اقول میں بتا چکا ہوں کہ تاریخ ابن اثیر اور ابوالفدا میں روایتیں بلا سند ہیں۔ تو پھر

محققین کے نزدیک کیوں کر قابلِ اعتبار ہو سکتی ہیں۔

تاریخ طبری

آپ نے اس کتاب کا بھی حوالہ دیا ہے۔ سنئے۔ حضرت شاہ صاحب قبلہ تحفہ کے باب دوم میں اس کتاب کے متعلق فرماتے ہیں۔ شیعوں کا یہ بھی ایک مکر ہے کہ بعض روایتیں اپنے مذہب کے موافق تاریخ علی ابن محمد عدوی ابو الحسن شیعی سے کہ جس نے تاریخ طبری کو مختصر کیا ہے اور اس میں بعض چیزوں کو بڑھایا ہے کہ وہ ایک سہل عبارت کے ساتھ مشہور ہوگئی اور اس سے نقل کر کے کہتے ہیں کہ یہ روایات تاریخ طبری میں ہیں۔ حالانکہ اصل تاریخ جو طبری کی ہے اس میں کچھ نشان نہیں۔ اس مختصر نے بہت سے مورخین اہلِ سنت کو دھوکہ دیا ہے۔ بابا صاحب آپ بتایئے کہ آپ نے جا بجا جو طبری کے حوالے دیئے ہیں۔ وہ کون سی طبری ہے۔

روضۃ الصفا

آپ نے اس کتاب کا بھی حوالہ دیا ہے۔ صاحب رسالہ رد الرفض فرماتے ہیں۔

تیسری روضۃ الصفا ہے اس کا حال بھی بعینہٖ ان تاریخوں کی مثل ہے جنمیں روایتیں بے سند مذکور ہیں۔ فرمایئے ایسی غیر مستند کتاب کا کیا اعتبار۔

قولہ اخرج ابن ابی عاصم فی السنۃ عن حسن ابن علی رضی اللہ عنہما الخ (صلا)

اقول آپ نے تحقیق ہی نہ کی روایت میں جو معاویہ نام ہے وہ امیر معاویہ نہیں ہیں بلکہ معاویہ بن حدیج ہیں۔

حضرت شاہ صاحب قبلہ فتاوی عزیزیہ میں فرماتے ہیں۔ علاوہ ازیں اس حدیث کو ابو یعلی موصلی نے جو بڑے معتبر محدث ہیں اپنی قابلِ قدر مسند میں روایت کیا ہے اور اس روایت میں معاویہ کا ابہام جس سے امیر شام کی طرف ذہن دوڑتا ہے موجود نہیں ہے بلکہ اس روایت میں معاویہ بن حدیج واقع ہے اتو اس صاف اور صریح روایت کی بموجب معاویہ امیر شام کی طرف بدگوئی کی نسبت کرنا بالکل نادرست اور ناجائز ہوگا۔ اس کے بعد وہ روایت جو ابو یعلی محدث نے نقل کی نقل فرماتے ہیں عن علی بن ابی طلحۃ مولی

بنی امیۃ قال حج معاویۃ بن ابی سفیان وحج معہ معاویۃ بن حدیج وکان من اسب الناس لعلی قال فمر فی المدینۃ وحسن بن علی ونفر من اصحابہ جالس فقیل لہ ھذا معاویۃ بن حدیج الساب لعلی قال فاتاہ رسول الحسن فقال اجب قال من قال الحسن بن علی یدعوک فاتاہ فسلم علیہ فقال الحسن انت معاویۃ بن حدیج قال نعم قال فردد ذلک علیہ قال فانت الساب لعلی قال فکانہ استحیی فقال لہ الحسن لئن وردت علیہ الحوض الخ۔

مثل مشہور ہے جتنے کالے سب میرے سالے وہ ہی حال ہمارے بابا صاحب کا ہے۔ لفظ معاویہ دیکھا اور سمجھ لیا ابن ابی سفیان سمجھ گئے یہ محض اس وجہ سے کہ بغض معاویہ کی بڑی دبیز پٹی شیعہ والے ہاتھوں نے باندھ رکھی ہے۔

قولہ حضرت ابو عثمان جاحظ نے اپنی کتاب الرد علی الامامیہ میں۔ الخ (ص ۲۵۳)

اقول الرد علی الامامیہ کا مصنف معتزلی مذہب ہے۔ علامہ علی قاری کا بیان شرح شفائے قاضی عیاض سے بطریق اجمال میں نقل کر چکا ہوں۔ بابا صاحب یہ اہلسنت کے مقلد ہیں اور معتزلہ کے اقوال سے استدلال آپ کو شرم آنا چاہیے اہل مذہب کی بات کا کیا اعتبار۔

قولہ وقال العلامۃ ابن ابی الحدید الصافی کتابہ نہایۃ العقول الخ (ص ۲۵۳)

اقول نہایۃ العقول کے مصنف ابن ابی الحدید کے متعلق حضرت شاہ صاحب قبلہ تحفہ کے کید بست وسوم میں فرماتے ہیں۔ اسی قسم کے لوگوں سے ابن ابی الحدید معتزلی ہے کہ اس نے تشیع کو اعتزال کے ساتھ ملایا ہے۔

جناب بابا صاحب آئینہ لیکر منہ خود دیکھئے۔ آپ کے معتمد علیہ کیسے کیسے نامور لوگ ہیں کوئی خالص رافضی کوئی خالص معتزلی کوئی دونوں سے مرکب جیسے ابن ابی الحدید۔ بہر حال دواخانہ بابائیہ میں دونوں قسم کی دوائیاں ہونا چاہئیں مفرد بھی اور مرکب بھی۔

قولہ نعوذ باللہ نعوذ باللہ ناظرین اور قارئین معاویہ کے اس ملعون فعل کو الخ (ص ۱۵۴)

اقول استغفر اللہ استغفر اللہ ناظرین اور قارئین بابا صاحب کی اس ملعون حرکت کو ملاحظہ کریں کہ بلا ثبوت شرعی صرف رافضیوں معتزلیوں اور دونوں سے مرکبوں کی غیر معتبر روایتوں بلکہ بکواسوں کی بنا پر حضرت معاویہ پر تہمت لگائیں۔ لعنت بھیجیں اور شرم نہ آئے۔

قولہ اور علامہ ابن عبد ربہ کی کتاب العقد میں لکھا ہے (ص۲۲۵)

اقول کتاب العقد کے مصنف کے متعلق کشف الظنون میں ہے وقال ابن کثیر یدل من کلامہ علی تشیعہ ابن کثیر نے کہا ہے کہ ابن عبد ربہ کا کلام اس کے رافضی ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ بابا صاحب ذرا چشمہ لگا کر دیکھئے۔

قولہ اور ابن تیمیہ نے بھی اس حدیث کے متعلق یہی کہا ہے۔ الخ (ص۲۲۶)

اقول ابن تیمیہ کے متعلق کیا فرمایا ہے علامہ ابن حجر مکی نے سنیئے۔ وہ فرماتے ہیں من ھو ابن تیمیہ حتی ینظر الیہ او یعول فی شیٔ من امور الدین علیہ۔ ابن تیمیہ کون ہے جو اس کی طرف نظر اٹھائی جائے یا دین کی بات میں اس پر اعتماد کیا جائے پھر فرمایا۔ ضلہ اللہ واغواہ والبسہ رداء الخزی وارداہ۔ خدا نے اسے گمراہ کر دیا اور ذلت وہلاکت کا لباس پہنا دیا۔

بابا صاحب آپ کے معتمد علیہ آپ کے پیش رو ایسے ہی حضرات ہیں۔ افسوس ہے آپ پر کہ آپ نے سخت غلط راستہ اختیار کیا اور اہل سنت کا دامن چھوڑا۔

عنوان نمبر ۹

قولہ مولی اور محبان مولی پر معاویہ کے مظالم (ص۲۶۱)

اقول آپ نے غلط سمجھا۔ مظالم نہیں ہیں۔ بات یہ ہے کہ رفض شروع ہو چکا ہے خلفائے ثلٰثہ کی شان میں تبرا بازی گرم ہو چلی ہے گندے عقیدوں کی اشاعت ہو رہی ہے قرآن کو بیاض عثمانی بتایا جا رہا ہے۔ حضرت عائشہ پر تہمت لگائی جا رہی ہے۔ حضرت علی کو شریک رسالت بتایا جا رہا ہے تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان پر سختیاں کیں

شروع کیں فتنہ رفض کو دبانے کی کوشش کی۔ اور یہ بہت ضروری تھا اور کوئی حکومت و خلافت تھی نہیں۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے سوا کون اس کام کو انجام دے سکتا تھا۔ رافضیوں نے اپنی گندگی و خباثت تو دیکھی نہیں اور حضرت معاویہ کے مظالم گنانا شروع کر دیئے مثل مشہور ہے کہ اپنی آنکھ کا شہتیر بھی نظر نہیں آتا اور دوسرے کی آنکھ کا تنکا شہتیر دکھائی دیتا ہے۔

اس سلسلہ میں جو کچھ لکھا گیا اول تو بے سند دوسرے رافضیوں کے اتہامات ہیں صورت میں اون کا کیا اعتبار۔ دشمن کی گواہی ویسے ہی مقبول نہیں۔ مطاعن صحابہ میں رافضیوں نے جو مکائد اختیار کئے ہیں اور جس قدر جھوٹ بولے ہیں اون سب کی حقیقت تحفہ اثنا عشریہ سے ظاہر ہے جس کا ایک حصہ زیر عنوان "نقل میں احتیاط" مقدمہ میں بیان کر چکے ہیں ملاحظہ فرمایئے۔ اور آپ نے حوالہ ابوالحسن مدائنی کا دیا ہے جو رافضی تھا ملاحظہ کیجئے۔ زیر عنوان "بابا صاحب کی سند علیہ کیا ہیں"۔

قولہ ہاں البتہ محدثین کی یہ جانچ صرف اوس طبقہ تک ہی منحصر ہے جو طبقہ صحابہ سے پٹ رہے وہ لوگ جو دن کی اصطلاح میں صحابی تھے۔ ون پر طعن کی جسارت نہیں کرتے (ص۲۷)

اقول آپ کو بڑی دلچسپی ہے اس سے کہ طبقہ صحابہ پر لعن طعن کی جائے اور بار بار اس کو دہرا چکے ہیں مگر یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ محدثین کوئی اپنے گھر سے قانون بنائے ہوئے ہیں اونکے سامنے تو حضور کے وہ فرمان ہیں جن کی بنا پر وہ زبان نہیں کھول سکتے۔ حضور فرماتے ہیں کہ میرے اصحاب کا ذکر کرنا تو زبان کو روک کر۔ میرے اصحاب کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہنا۔ میرے اصحاب امت کے لئے امان ہیں۔ میرے اصحاب ہدایت کے ستارے ہیں اور پھر وہ دیکھ بھی رہے ہیں کہ اون میں طعن کی باتیں بھی نہیں ہیں اور جس کو تم وجوہ طعن سمجھ بیٹھے ہو وہ وجوہ طعن نہیں۔ یہ جرأت تو آپ اور آپ کے گرو جی اس لئے ہیں کہ صحابہ کی شان میں طعن و تشنیع کی زبان دراز کریں اور کی صحابہ کو گالی گلوچ آپ ہی کو مبارک رہے۔ یہ شکر آپ ہی کے منہ میں گھلے یہ ثواب آپ ہی اپنے اعمال نامہ میں لوٹتے رہیے۔

عنوان نمبر ۹

قولہ امراء نبی کا منبروں کے اوپر کھڑا ہو کر مولی پر لعنت بھیجنا منت

قولہ مغیرہ بن شعبہ حاکم کوفہ

اقول حضرت مغیرہ ابن شعبہ رضی اللہ عنہ صحابی ہیں اور اصحاب شجرہ بیعۃ رضوان سے ہیں (الاصابہ)

بیعۃ الرضوان وہ بیعت ہے جسکا ذکر اس آیۃ کریمہ ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ اور لقد رضی اللہ عن المومنین اذ یبایعونک تحت الشجرۃ میں ہے اہل بیعت رضوان کا درجہ خلفاء اربعہ کے بعد جو تھا درجہ ہے۔ علامہ نووی فرماتے ہیں ثم تمام العشرۃ ثم اھل بدر ثم احد ثم بیعۃ الرضوان۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں لا یدخل النار ان شاء اللہ من اصحاب الشجرۃ احد الذین بایعوا تحتہا (مسلم شریف) جن لوگوں نے درخت کے نیچے بیعت کی ان میں کوئی دوزخ میں نہ جائیگا ان شاء اللہ تعالیٰ

علامہ نووی فرماتے ہیں کہ حضور نے ان شاء اللہ بطور تردد نہیں فرمایا ہے بلکہ بطور تبرک فرماتے ہیں قال العلماء معناہ لا یدخلہا احد منہم قطعاً۔ علماء نے فرمایا ہے معنی یہ ہیں کہ کوئی قطعاً دوزخ میں نہ جائیگا۔ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ یقیناً رضوان ہونے کے اعتبار سے جنتی ہیں۔

حضرت عمر نے انہیں بصرہ کا والی بنایا۔ بعض لوگوں کی شکایت کی وجہ سے معزول کردیئے گئے پھر کوفہ کا والی بنایا اور حضرت عثمان نے اس پر برقرار رکھا۔ حضرت عثمان کی شہادت کے بعد فتنہ سے بالکل علیحدہ رہے۔ جب لوگوں نے حضرت معاویہ کی خلافت تسلیم کرلی تو انہوں نے بھی بیعت کرلی پھر حضرت معاویہ نے انہیں والی کوفہ بنایا (الاصابہ)

جناب بابا صاحب نے کامل ابن اثیر کے حوالے سے جو کچھ لکھا وہ باطل ہے اور ابن اثیر کی کامل کے متعلق ہم بتا چکے ہیں کہ اس میں بے سند روایتیں جمع کردی

قولہ مروان بن الحکم حاکم مدینہ (صہ ۲۷۴)

اقول علامہ ابن عبدالبر نے استیعاب میں لکھا ہے ولم یرہ لانہ خرج الی الطائف طفلا لا یعقل مروان نے حضور کو نہیں دیکھا اس لئے کہ وہ بچپنا ہی میں طائف چلا گیا تھا۔ معلوم ہوا کہ وہ صحابی نہ تھا لہذا ہمیں اوس سے بحث بھی نہیں۔

قولہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا گزر ایک ایسی قوم پر ہوا جو علی الخ (صہ ۲۷۹)

اقول یہ روایت آپ نے بحوالہ مروج الذہب مصنف مسعودی سے نقل کی ہے اور ہم بتا چکے ہیں کہ یہ رافضی ہے۔ لہذا نا قابل اعتبار ہے۔

قولہ بسر ابن ارطاۃ حاکم بصرہ (صہ ۲۸۰)

اقول استیعاب میں ہے وکان یحیی ابن معین یقول لا تصح لہ صحبۃ۔ حضرت محدث یحیی ابن معین نے فرمایا کہ اس کا صحابی ہونا ثابت نہیں تو ہمیں اس سے بحث بھی نہیں۔

علاوہ بریں آپ نے اس سلسلہ میں جو روایت پیش کی وہ مروج مذہب سے اور مروج الذہب میں تاریخ طبری سے۔ مروج الذہب کے متعلق بتا چکے ہیں کہ یہ رافضی کی کتاب ہے اور تاریخ طبری کے متعلق بھی بتا چکے ہیں کہ اکثر شیعہ مختصر تاریخ طبری سے جس کو ایک رافضی نے مختصر کیا اور اوس میں بہت کچھ بڑھا دیا نقل کرتے ہیں اور حوالہ طبری کا دیکر دھوکہ دیتے ہیں۔ ایسی مشتبہ بات دلیل اور حجت نہیں ہو سکتی۔

قولہ شرجیل ابن السمط الکندی حاکم حمص (صہ ۲۸۲)

اقول یہاں بھی آپ نے تاریخ طبری کا حوالہ دیا۔ لہذا نا قابل اعتبار

قولہ عمرو بن سعید ابن العاص حاکم مکہ (صہ ۲۸۲)

اقول الاصابہ میں ہے تابعی والدہ لا من الصحابۃ یہ تابعی ہیں اور ان کے والد صحابی ہیں۔ جب وہ صحابی نہیں تو ہمیں ان سے بحث بھی نہیں۔

علاوہ بریں یہاں بھی وہ ہی حوالہ طبری ہے لہذا معرض تردد میں ہے قابل احتجاج نہیں۔

قولہ سمرہ ابن جندب (صہ ۲۸۴)

اقول یہ صحابی ہیں۔ استیعاب میں ہے وکان شدیدا علی الحروریۃ۔ حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ خارجیوں پر بہت سختی کرتے تھے پھر فرمایا فالحروریۃ ومن قاربہم فی مذہبہم یطعنون علیہ وینالون منہ خارجی اور جو انکے مذہب سے قریب ہیں (یعنی رافضی اس لئے کہ تبرا میں دونوں ایک سے پھر یہ ہی دو فرقے اوسوقت تھے) اون پر طعنہ زنی کرتے تھے اور برا کہتے تھے پھر فرمایا وکان ابن سیرین والحسن وفضلاء اھل البصرۃ یثنون علیہ ویجیبون عنہ محدث ابن سیرین اور حضرت حسن بصری اور بصرہ کے فضلا حضرت سمرہ بن جندب کے مداح تھے (اسی لئے کہ وہ رافضیوں اور خارجیوں پر سختی کرتے تھے) اور لوگوں کو ان کی طرف سے جواب دیتے تھے۔ ایسا ہی الاصابہ میں بھی ہے۔

بابا جی اب آپ ہی سمجھ لیجئے کہ جب حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے خارجی بھی ناراض اور رافضی بھی ناراض تو وہ کیا کچھ انکی شان میں بکواس کرینگے۔

آپ نے جو کچھ نقل کیا وہ سب رافضیوں کی بکواس ہے اور عداوت پر مبنی ہے لہذا قابل اعتبار نہیں۔

آپ نے اس مقام پر تفسیر زمخشری کا بھی حوالہ دیا ہے۔ بابا صاحب آپ کو معلوم ہو تو میں بتادوں کہ یہ بڑا سخت معتزلی تھا تفسیر کشاف اسی کی ہے اور صرف اہل سنت کے عقائد کے رد کرنے کے لئے لکھی ہے۔ جس کے جواب میں علامہ بیضاوی کو تفسیر بیضاوی لکھنی پڑی۔ ایسے بدمذہب کی بات کا دینیات میں کیا اعتبار۔ اور نہ صرف معتزلی بلکہ تفضیلیہ تھا۔ (تحفہ کید بست دسوم)

قولہ زیاد ابن سمیہ

اقول زیاد بن سمیہ کو حضرت معاویہ نے تو بعد میں امیر بنایا۔ سب سے پہلے تو حضرت مولا نے اوسے فارس اور شیراز کا صوبہ دار بنایا تھا شاہ صاحب تحفہ میں فرماتے ہیں۔ اب حضرت امیر کے نائبوں سے دوسرے عامل کا قصہ سننا چاہیے کہ حضرت امیر کے خاندان کے ساتھ جو تبلا دکیہ مخلوق اور ٹھکانہ دین وایمان ہر گروہ کے ہیں کیا کیا اور کیا سوچا کہ وہ عامل مردود زیاد ولد الزنا ہے کہ صوبہ دار ملک فارس اور شیراز کا تھا۔ پھر فرمایا جب امیر مومنین نے

اسکو شام کا حاکم بنایا۔ ملک مصر جسے وہ بغاوت کو ٹھنڈا کر دینے میں ہم کو کوششیں بجا لانی پڑیں سے محمود میں آ گئیں (مروج ص۱۹۲)
حضرت معاویہ نے اوسکو امیر بنانے میں حضرت علی کا اتباع کیا جن جس سے امیر بنایا وہ انکے گورنر تھے پس
اگر حضرت معاویہ پر اوسکے امیر بنانے پر اعتراض ہے تو سب سے پہلے یہ اعتراض حضرت علی پر وارد ہوتا ہے۔
بلا اتنی عقل کیوں نہیں ہے کہ ایسا اعتراض تاریخی دیکھئے کہ جسکو بانی سے لگا بیٹھے وہ اعتراض حضرت علی پر اعتراض کر بیٹھے۔

قولہ معاویہ نے زیاد بن عبید الثقفی کو ابوسفیان کا بیٹا بنایا (ص۲۹۵)

اقول بات یہ ہے کہ حضرت عمرو بن العاص نے زیاد کے متعلق کہا کہ اگر یہ لڑکا قریش سے ہوتا تو عرب کو اپنے ڈنڈے سے ہانکتا۔ حضرت ابوسفیان نے کہا میں خوب جانتا ہوں جس نے اسکو اس کی ماں کے پیٹ میں رکھا۔ حضرت علی نے ابوسفیان سے پوچھا فرمایا کہ وہ کون ہے ابوسفیان نے کہا میں ہوں (ترجمہ تحفہ ص) اسی لئے اس کے بعد حضرت معاویہ نے اسکو زیاد بن ابی سفیان کہا اور وہ بھی اپنے آپ کو ابن ابوسفیان کہنے لگا۔

اگر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ زیاد کو حضرت امیر نے کیوں امام و حاکم بنایا۔ اگر انکا ایسے کو والی بنانا قابل اعتراض نہیں تو پھر حضرت معاویہ پر کیوں اعتراض ہے۔

قولہ پس معاویہ کے تمام عمال اسی کے مددگار، اور اوس کے پیروکار ہیں اور وہ ان تمام کا ظالم ہے جس نے ان کو اس شقاوت میں پھنسایا۔

اقول یہ تو آپ کو معلوم ہو چکا ہے کہ اوس وقت دو مذہبی گروہ موجود تھے رافضی اور خارجی حضرت معاویہ اور اونکے عمال نے ان دونوں بے دینوں کو بخشا نہیں اور انہوں نے عداوت و دشمنی میں ان کے خلاف خوب جی بھر کے غلط اور جھوٹ کا پروپیگنڈا کیا۔ انکے رویہ میں جس چیز کا تعلق مذہبی رسمی کرنے سے ہے وہ تو بہت ضروری تھا وہ محض طعن کے لائق نہیں اس کے علاوہ اور اوس کا ثبوت صحیح ہے مستند ہے تو وہ عمال کی زیادتی پر مبنی ہے لیکن ثبوت صحیح کرتی نہیں۔ آپ نے دیکھ لیا کہ اس قسم کے واقعات کی روایات بے سند ہے اور وہ بھی رافضیوں کی کتابیں یا معتزلی یا غیر مشہور جیسے مصنفین کی کوئی صحیح تاریخ نہیں اور سب سے زیادہ حصہ ابن عقیل ذکے شیعہ کا ہے

اگر بعض عمال نے کچھ زیادتیاں کیں تو یقیناً وہ موجب ہوگی اون بد تہذیبیوں کا جو رافضی اور خارجی پبلک کی طرف سے پیدا ہوئیں۔ دنیا کا دستور ہمیشہ ایسا ہی ہے کہ دو لڑنے والوں میں سے ہر شخص دوسرے کی زیادتی بیان کرتا ہے اور اپنے قصور کو قصور نہیں سمجھتا۔ اسی قاعدے پر یہ شکایتیں ہیں۔

ایک سوال

یہاں یک سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت معاویہ کے عمال خر بہت تھے اور فرض کیجیے کہ برے ہی تھے جیسا کہ بابا صاحب نے لکھا تو حضرت معاویہ نے اونھیں کیوں عامل بنایا یا کیوں معزول نہ کیا۔

اسی قسم کا طعنہ رافضیوں نے حضرت عثمان پر کیا جس کا جواب حضرت شاہ صاحب نے تحفہ میں دیا ہے اوس کو نقل کئے دیتا ہوں وہ ہی جواب یہاں کافی ہوگا۔ وہ فرماتے ہیں۔

جواب اس طعن کا یہ ہے کہ امام کو چاہیے کہ جس کو جس کام کے لائق سمجھے وہ کام اسکے سپرد کرے، اور غیب کا علم سوائے شیعہ کے اہل سنت کیا اور کسی گروہ میں بھی مسلمانوں سے شرط امامت ہرگز نہیں۔ عثمان نے جس کو کارآمد جانا، اور جس پر گمان نیک تھا، وہ امانت دار و منفعت اور اپنا مطیع و تابع سمجھا ریاست اوس کو دی۔

پھر فرمایا اگر ایسے لوگوں سے بعض کاموں میں خلاف گمان عثمان کے ظاہر ہوا عثمان نے ان کی تغیر اور پھر بھی اس پر سکوت نہ کیا ہاں مگر اتنا ہے کہ جو کوئی کسی کی برائی کرتا تھا اوسکی تہمت ثبوت و تحقیق ہو جائے اس نظر سے کہ عاملوں اور کام والوں کے دشمن بہت ہوتے ہیں اور زبان خلق خصوص رعایا کی اون کے حق میں رکتی نہیں ہے صرف چلتی ہے۔ اون کی معزولی میں جلدی کرنے سے ملک و سلطنت میں خرابی پڑتی ہے (ترجمہ صـ۱۲۸)

بس یہاں بھی یہی صورت ہے بابا جی جو کچھ آپ نے عاملان حضرت معاویہ کے متعلق روایتیں کیں ممکن ہے کہ وہ پبلک کی زیادتی ہو۔

ظاہر ہے کہ رافضی و خارجی حضرت سمرہ ابن جندب کی برائی پر اتر آئے کیوں اس لئے کہ وہ ان بد مذہبوں پر سخت تھے اور اونکے مذہب کو نیچا دیتے تھے۔

اور بابا جی آپ عاملین معاویہ کی شکایت کرتے ہیں مگر ذرا عاملین حضرت مولا کا حال تو سنئے۔ شاہ صاحب تحفہ میں فرماتے ہیں اور عمال حضرت امیر کے ہرگز مطیع اور اون کے تابع نہ تھے۔ کام بگاڑتے تھے ہر طرف شکست کھاتے تھے اور ذلیل ہو کر باد خیانت اور ظلم دونوں جہاں کی وہ سب ہی لیکر بھاگ گئے تھے اور اونکی قرابت والوں اور چچا زادوں کا بھی یہی حال تھا پھر اون سے نکالا کیا تھا۔ (ترجمہ صـ۱۳۹)

فرمایئے باباصاحب حضرت مولا اور حضرت معاویہ کے عاملوں میں کیا فرق رہا۔ آپ نے اُن کی حرکتیں بھی قلمبند کیں اور وہاں پر بھی وہ ہی اعتراضات کرنے کے لئے تیار ہوئے جیسے یہاں مردِ مومن بنکر کمربستہ ہوگئے۔

آپ نے فرمایا معاویہ کے تمام عمال اسی کے مددگار اور اسی کے پیروکار رہے اور وہ ان تمام کا امام ہے۔ اسی طرح حضرت مولا کے عمال کا وہ حال جو میں نے تحفہ سے نقل کیا دیکھکر کوئی بدتمیز یہ کہدے پس حضرت مولا کے تمام عمال اونہیں کے مددگار اور انہیں کے پیرو تھے اور وہ ان تمام کے امام تھے تو باباجی آپ کیا جواب دیںگے۔ جواب کیسے دے سکتے ہیں اونہیں کی بات تو بمصداق جس کا سر...... اون پر لوٹ پڑی۔

عنوان نمبر۱

قولہ معاویہ حضرت امام حسن علیہ السلام کا قاتل تھا (ص ۲۴۶)

اقول بالکل غلط اتہام افترا بہتان۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ولا تقف ما لیس لک بہ علم اوس چیز کا اتباع نہ کرو جس کا تمہیں علم نہیں۔ تفسیر معالم التنزیل میں ہے لا تتکلم ایہا الانسان بالحدس والظن۔ اے انسان گمان اور تخمینہ کی بنا پر بات نہ کر۔ حضرت امام مجاہد فرماتے ہیں لا ترم احدا بما لیس لک بہ علم جس چیز کا تمہیں یقین نہ ہو اوسکا عیب نہ لگاؤ۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کفی بالمرء کذبا ان یحدث بکل ما سمع۔ آدمی کے جھوٹے ہونے کے لئے یہ ہی کافی ہے کہ جو سُنے اوسی کو (بغیر تحقیق کے) دوسرے سے بیان کر دے (مشکوٰۃ)

باباصاحب یہ ہے خداوند تعالیٰ کا فرمان اور اوسکے پیارے رسول کا ارشاد کہ بلا تحقیق و ثبوت زبان سے بات نہ نکالنا چاہئے اور جو ایسا کرے وہ جھوٹا ہے۔

امام حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ احیاء العلوم میں فرماتے ہیں لانہ لا یجوز نسبۃ مسلم الی کبیرۃ من غیر تحقیق پھر فرمایا ولا یجوز ان یرمی بفسق وکفر من غیر تحقیق (شرح فقہ اکبر) کسی مسلمان کو گناہ کبیرہ کی طرف بغیر تحقیق کے نسبت کرنا جائز نہیں۔

علامہ ابن حجر نے فرمایا والواجب علی کل من سمع شیئاً من ذالک ان یتثبت فیہ ولا ینسبہ الی احد منہم بمجرد رؤیتہ فی کتاب او سماعہ من شخص ہر شخص پر واجب ہے کہ اس قسم کی بات سُنے تو تحقیق کرے اور کسی کی طرف صرف کتاب میں دیکھنے یا کسی سے سُننے پر نسبت نہ کرنا چاہیئے۔

پھر فرماتے ہیں لا یجوز ان یلعن شخص بخصوصہ الا ان علم موتہ علی الکفر کابی جہل وابی لہب واما من لم یعلم فلا یجوز لعنہ۔ جب تک کہ کسی کی موت کفر پر یقینی معلوم نہ ہو جائے جیسے ابو جہل وابو لہب اوس وقت تک اوس پر لعنت جائز نہیں (صواعق محرقہ)

تحقیق کسے کہتے ہیں

تحقیق کے معنی یہ نہیں ہیں کہ ایرے غیرے سے سنا غیر معتبر وغیر مستند کتب سے پیش کر لیں اور لے اڑے۔

علامہ علی قاری شرح شفا میں قول شفا والاضطراب عن اخبار المورخین کے تحت میں فرماتے ہیں اے عن اصحاب التواریخ فان غالبہم غیر صحیح بل کذب صریح۔ اہل تاریخ کی خبروں سے اعراض کرنا چاہیئے اس لئے کہ اون کا غالب حصّہ صحیح نہیں بلکہ سفید جھوٹ ہے

علامہ ابن حجر صواعق میں فرماتے ہیں ومما یوجب ایضا الامساک عما شجر بینہم من الاختلاف والاضطراب صفحا عن اخبار المورخین سیما جہلۃ الروافض و ضلال الشیعۃ والمبتدعین القادحین فی احد منہم۔ اس عبارت میں بھی یہی بتایا گیا کہ اخبار مورخین خصوصاً جاہل رافضی گمراہ شیعہ اور اہل بدعت سے احتراز واجب ہے۔

علامہ ابن خلدون نے فرمایا۔ بجز اسکے کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ اگرچہ بڑے لائق مورخوں نے کثرت سے تاریخ کی کتابیں لکھی ہیں مگر وہ لغو اور باطل روایات اور وہمیات اور بعض حکایات سے بھری ہوئی ہیں۔ (رسالہ رد الروافض) تحفہ میں بڑی وضاحت سے ثابت کیا گیا مطاعن صحابہ میں جھوٹے ہیں لہٰذا انکی بات قابلِ اعتبار نہیں۔

تواتر کی تعریف

تواتر کے لئے یہ ضروری ہے کہ جہاں سے خبر چلی وہاں سے جہاں تک پہنچی ان

پیدا ہوتی ہیں اس قدر روایت کرنے والے ہوں کہ جنکا جھوٹ بولنا عقل کے نزدیک ناممکن تصور
کیا جائے۔ اصول فقہ حنفی کی کتاب نورالانوار میں ہے وھو ما کان یکون کاملا کالمتواتر وھو
الخبر الذی رواہ قوم لا یحصی عددھم ولا یتوھم تواطؤھم علی الکذب لکثرتھم
ویدوم ھذا الحد فیکون آخرہ کاولہ واولہ کآخرہ واوسطہ کطرفیہ یعنی یستوی
فیہ جمیع الازمنۃ من اول ما نشأ ذلک الخبر الی آخر ما بلغ الی ھذا الناقل۔

یہ بھی سمجھ لیجیے کہ اسباب علم ویقین سے اپنی روئیت وسمع بھی ہے یعنی جس نے اپنی آنکھ سے
وہ بات دیکھی یا اپنے کان سے وہ بات سنی مگر یہ یقین صرف دیکھنے اور سننے والے کے ساتھ ہے
لیکن جب اس نے اپنی دیکھی یا سنی بات دوسرے سے کہی تو اب اس دوسرے کے لئے
وہ مفید علم ویقین نہ ہوگی جب تک کہ تواتر نہ پایا جائیگا۔ یہی وجہ ہے کہ جو بات صحابہ کرام نے
حضور سے سنی وہ اس صحابی کے لئے مفید علم ویقین ہے اور متواتر ہی کی طرح ہے لیکن
جب وہ روایت کرینگے تو مفید علم ویقین جب ہی ہوگی جب تواتر پایا جائیگا۔ حدیث کی قسمیں
متواتر مشہور آحاد ان صحابہ کے لئے نہیں جنہوں نے اپنے کان سے حدیث سنی۔ یہ قسمیں روایت
اخبار سے پیدا ہوئیں اور دوسرے زمانہ کے اعتبار سے ہوئیں۔

جن میں روایت کی یہ شرط نہ پائی جائے گی وہ مشہور وغیرہ ہوگی اسی نورالانوار میں ہے
فلو لم یکن فی الاول کذلک کان آحادا الاصل فی قسمی مشھور ان انتشر فی الاوسط
والآخر

تنبیہ۔ حدیث مشہور آحاد اصل ہونے کی وجہ سے آحاد ہی کے حکم میں ہے
خبر متواتر کے سوا مشہور وغیرہ سے صرف ظن وگمان حاصل ہوگا یقین نہیں۔ حضرت شاہ صاحب
قبلہ فرماتے ہیں "دلائل فضیلت میں سے جبکہ ہم ہر ایک دلیل پر فرداً فرداً نظر کرتے ہیں تو ظنی ثابت
ہوتے ہیں کیونکہ خبر آحاد سے ظن ہی کا فائدہ حاصل ہوا کرتا ہے" (ترجمہ فتاوی ص ۱۵۸)

جناب بابا صاحب آپ نے دعویٰ کیا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ قاتل امام حسن رضی اللہ
عنہ ہیں اور اس سلسلہ میں اپنے دعوے کے ثبوت میں دو قسم کے دلائل پیش کئے معقولی اور
منقولی (احادیث وتواریخ) اور آپ نے شروع میں لکھا

"معاویہ کی بدکاریوں میں یہ سب سے بڑی بدکاری ہے کہ اس نے بالفطا اور بقصد فرزند رسول اللہ حضرت امام حسن علیہ السلام کو زہر دلوا کر شہید کرا دیا۔" چونکہ یہ موضوع نہایت ہی اہم ہے اس لئے میں اس واقعہ ہائلہ کی تصدیق کے لئے کتابوں کی سندیں لکھنے سے پہلے معقولی حیثیت سے ایک مختصر سی روشنی اس پر ڈالے دیتا ہوں جو صفحہ ۲۳۵ پر لکھا۔ مختصر یہ کہ معقول دلائل کے علاوہ جو مذکور ہو چکے ہیں احادیث اور تواریخ کی مندرجہ ذیل کتابوں سے بھی معاویہ کا قاتل امام حسن علیہ السلام ہونا روز روشن کی طرح سے ثابت ہے۔

جناب بابا صاحب آپ اپنے معقول دلائل کی زنبیل باندھکر اپنی عقل کی تجوری میں بند کر دیجئے اون سے تو یہاں کام چل نہیں سکتا آپ مدعی قتل ہیں اس کے ثبوت کے لئے صرف گواہوں کی ضرورت ہے۔ ثبوت قتل کے لئے عقلی ڈھکوسلے گوارا نہیں۔ جسقدر آپ نے عقلی بحث کی ہے وہ سب بیکار۔

رہیں احادیث و تواریخ تو کیا آپ کے پاس کوئی حدیث یا تاریخ کا کوئی قول اوس میعار کے ساتھ ہے جو خبر کے مفید علم یقینی ہونے کے لئے اصحاب اصول نے مقرر کیا ہے یعنی خبر متواتر حضرت معاویہ کے قاتل امام ہونے کی خبر آج تک یا جامع حدیث و کاتب تواریخ تک اس طرح پہنچی ہے کہ جس کے اول و آخر و وسط کے راوی اسقدر ہوں جنکا تواطو علی الکذب عقل کے نزدیک ناممکن ہو اگر ایسی کوئی چیز ہے تو پیش کیجئے ورنہ یہ آپ کا روز روشن شب تار ہی رہے گا

اور ظاہر ہے کہ آپ کی منقول کردہ خبریں خواہ احادیث سے ہوں یا تواریخ سے متواتر تو در کنار آحاد بھی نہیں اس لئے کہ ان تینوں قسموں میں سند ہوتی ہے اور آپ کی منقول میں سند کا پتہ ہی نہیں۔ مشہور و آحاد سے ظن تو ثابت ہو ہی جاتا ہے مگر یہاں علم یقینی تو در کنار ظن و گمان کا بھی وجود نہیں صرف۔ نواہ رجم بالغیب

سہ ادی

پھر روایت خواہ متواتر ہو یا مشہور یا آحاد قابل اعتبار جب ہی ہوگی جب اوس کے راوی مذہبا اہلسنت و جماعت ہوں گے۔ بدمذہب اہل بدعت کی روایت نامقبول۔ محدثین

محدث ابن سیرین فرماتے ہیں جسکو امام مسلم مقدمہ صحیح مسلم میں بطور اصول لکھتے ہیں فینظر الی اھل السنۃ فیوخذ حدیثھم وینظر الی اھل البدع فلا یوخذ حدیثھم۔ سند میں اگر اہلسنت ہیں تو وہ حدیث لے لی جائیگی اور اہل بدعت ہیں تو مردود کردی جائیگی۔

بابا صاحب کے ثبوت

بابا صاحب نے جو حوالے دیئے ہیں ذرا ملاحظہ فرمائیے (۱) ربیع الابرار علامہ زمخشری یہ مذہبا معتزلی ہے جو شفاعت دیدار الہٰی میزان پل صراط کا قائل نہیں۔ اولیا کی کرامتوں کا منکر جو خدا کے لئے مطیع کو ثواب دینے اور عاصی کو عذاب دینے کو واجب قرار دے کر خدا کے مختار مطلق ہونے کی صفت کو ختم کرتا ہے۔ پھر تفضیلی رافضی (۲) مروج الذہب مسعودی جو رافضی ہے (۳) حبیب السیر علامہ غیاث الدین ابن ہمام جو رافضی ہے۔

علاوہ بریں تاریخ ابن اثیر تاریخ ابو الفدا کے متعلق ہم بتا چکے ہیں کہ ان میں روایتیں بے سند مذکور ہیں۔ تاریخ طبری مشتبہ ہو چکی ہے جیسا کہ ہم بتا چکے ہیں۔

ان کے علاوہ تذکرہ خواص الائمہ کتاب الاحدث حسن الربیہ المختصر مفتاح النجا وکتاب تخلیص غیر مشہور وغیر متداول پھر روایتیں بے سند یا آحاد کے درجہ میں بھی نہیں آتیں جن سے ظن بھی ثابت نہیں ہو سکتا۔

یزید نامہ۔ سبحان اللہ کیسی معتبر و مستند کتاب ہے بالکل بخاری و مسلم کا درجہ حاصل کئے ہوئے ہے کمخواب کے جزدان میں رکھنے کے قابل ہے۔

ارجح المطالب غیر مشہور وغیر متداول نہ معلوم کہ مصنف سنی ہے یا رافضی۔

رسالہ آستانہ دہلی۔ واہ واہ باباجی رسالہ استانہ کا نام لیکر تو آپ نے اپنے سارے ثبوت پر خود پانی پھیر دیا۔ کیا صرف تعداد بڑھانے کے لئے نام لکھدیا۔ اگر اسی کا شوق تھا تو لال کتاب، اینٹ البحر، طلسم ہوشربا، الف لیلہ کا نام بھی لکھدیا ہوتا۔

خلاصہ یہ کہ حضرت معاویہ کے قاتل امام ہونے کا ثبوت یقینی اور روز روشن کی طرح تو درکنار ظن و گمان بھی نہیں۔

اور بالفرض اگر کچھ ظن بھی آجائے تو حضور نے فرمایا ہے ادرؤا الحدود بالشبہات

حدود کو شبہ کی وجہ سے دفع کر دو۔ ظاہر ہے کہ ظن وگمان میں یقین نہیں ہوتا شبہ ضرور رہے گا تو حدود جو قعہ ظن سے مندفع ہو جائیں گی۔ حضرت ملا علی قاری تکفیر شاتم کے سلسلہ میں فرماتے ہیں ولیس فی تکفیر ساب الصحابة والشیخین اجماع بل احادیث آحاد الاسناد ظنیة الدلالة۔ تکفیر شاتم صحابہ یا شیخین کے بارے اجماع ہے نہ کتاب بلکہ آحاد حدیثیں ہیں۔ (تنبیہ اولاة رسالہ علامہ شامی)

اور حضرت شاہ صاحب قبلہ بھی مسئلہ تکفیر کے سلسلہ میں فرماتے ہیں۔ اسی سبب سے شریعت میں آیا ہے کہ ادرءوا الحدود بالشبہات۔ مسلمانو! حدود و قصاص کو شبہات سے دفع کر دیا کرو یعنی جب حدود و قصاص میں شبہ پڑ جائے تو ان سے درگذر کرو۔ ہے کہ حضرت عثمان و علی نے مقام شبہ ہونے کی وجہ سے ان کے کفر سے احتراز فرمایا۔ دین میں احتیاط کا یہ مرتبہ ہے جو حضرت علی و عثمان سے ظہور میں آیا (ترجمہ فتاوی عزیزی)

جب مقام ظن و شبہ میں تکفیر جائز نہیں تو قاتل ہونے کا حکم لگانا کیسے جائز جبکہ یہاں بھی متعدد قسم کے ظن و شبہات موجود ہوں۔

جناب بابا صاحب حضرت علی و عثمان رضی اللہ عنہما کی تو دین میں یہ احتیاط ہو کہ برا کہنے والوں کو محض ظن و شبہ کے ہونے سے کفر کا حکم نہ دیں اور آپ کی یہ بے احتیاطی متعدد شبہات کے ہوتے ہوئے حضرت معاویہ کو قاتل امام بتائیں۔ فرمائیے آپ کس حضرت عثمان و علی رضی اللہ عنہما کی پیروی کر رہے ہیں اور فرمائیے کہ کیا آپ کا مرتبہ علم و فضل میں حضرت عثمان و علی سے بڑھ گیا ہے جو ان کے فیصلے سے مخالفت کر رہے ہیں۔ فخلف من بعدھم خلف الآیہ

باباصاحب کی زیادتیاں

جناب بابا صاحب یہ ایک وہ ستھرا اصول ہے جو شریعت مطہرہ میں بہت پہلے طے ہو چکا ہے اور آپ نے تمام مزعومات کی عمارت ڈھانے کے لیے ایٹم بم کے قائم مقام ہے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر صرف قاتل امام ہونے کی تہمت لگاتے ہی نہیں۔ آپ نے اس روشن اصول کی مخالفت نہیں کی ہے۔ بلکہ حضرت معاویہ پر آپ نے متعدد الزامات لگائے

ہیں بہتان باندھے ہیں۔ سب میں اس اصول سے مخالفت برتی ہے

حضرت امیر معاویہ پر آپ نے سب علی کی تہمت لگائی مجان مولی پر سنخام کی تہمت لگائی

وصال حضرت امام حسن پر خوشی منانے کی تہمت لگائی اور متعدد قتل کی تہمت لگائی اور کیا کیا تہمتیں لگائیں۔ مگر آپ کے پاس کسی چیز کا ثبوت قطعی شرعی ایک بھی نہیں۔ اخبار متواترہ تو درکنار آحاد بھی نہیں ہیں بے سند باتیں غیر معتبر روایتیں اور فضول کی بکواسیں اور کچھ اپنی منقول (برعکس نہند نام زنگی کافور) بخشیں یہ ہے آپ کا سرمایہ علم یہ ہے آپ کا متاع دانش اس پر یوسی والے کے اشارات سونے پہ سہاگہ۔

قولہ کیونکہ اس نے محض اپنی سلطنت کی خاطر خون عثمان کا ایک فرضی بہانہ نکالا تھا الخ (ص۳۱)

اقول یہ آپ نے حضرت معاویہ پر لعن طعن کا ایک بہانہ تراشا ہے ورنہ حضرت معاویہ کا مطالبہ بہانہ نہ تھا۔ کیا حضرت عثمان کے قاتلین نہ تھے اور کیا وہ حضرت مولائے کائنات کے لشکر میں نہ تھے کیا حضرت سرکار بغداد کا قول مبارک والذین قتلوہ کانوا فی عسکر علی غلط ہے۔ مطالبہ تو صحیح تھا۔ اس لئے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حضرت معاویہ کے چچا زاد بھائی تھے سابرہ شریف کا یہ قول گذر چکا ہے لما بینہما من بنوۃ العمومۃ اگر چچا زاد بھائی اپنے مقتول بھائی کے خون کا مطالبہ کرے تو اس کو کوئی عقلمند آدمی بہانہ اور حیلہ سے تعبیر کرے گا۔ شاہ صاحب تحفہ میں فرماتے ہیں اور ان صحابہ کبار یعنی طلحہ اور زبیر اور ام المومنین نے خاص قصد لڑائی حضرت امیر کا نہیں کیا بلکہ عثمان کے قاتلوں سے پورا کرنا قصاص کا مقصود تھا جو کہ حضرت امیر بھی اس لشکر میں تھے اور ان سے بھی لڑائی واقع ہوئی بابا جی اس عبارت سے سبق لیجئے اور افتراء و بہتان سے باز آیئے۔

قولہ جناب مولی کے ساتھ جنگ و قتال کرنے والے کو رسول خدا نے کافر اور جہنمی فرمایا ہے جیسا کہ اس حدیث سے ظاہر ہے من ناصب علیا الخلافۃ بعدی فھو کافر الخ (ص۳۲)

اقول بابا جی سنئے شاہ صاحب قبلہ کیا فرماتے ہیں حدیث ہفتم روایت ہے ابوذر غفاری

ہے کہ من ناصب علیا الخلافۃ فہو کافر۔ اس حدیث کا بھی اہل سنت کی کتابوں میں کچھ نام [illegible]
نہیں، ابن مطہر حلی نے نسبت اس روایت کی اخطب خوارزم سے کی ہے اور ابن مطہر نقل کر[illegible]
میں بڑا چور ہے۔

فرمائیے بابا صاحب چور کی روایت پر اتنا زور اور پھر اس پر حضرت معاویہ کو قتل [illegible]
کئے کا شور۔ آپ نے جسقدر دلائل اس مسئلے میں پیش کئے ایک بھی صحیح و ثابت نہیں۔

قولہ الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب الخ (ص ۲۲۱)

اقول بڑی مصیبت تو یہ ہے کہ انسان جس چیز کو اپنی سند میں پیش کرے اور خود [illegible]
بابا صاحب استیعاب کی عبارت سے استدلال کرتے ہیں، ور یہ نہیں دیکھتے کہ استیعاب یا
اور کسی تاریخ کی عبارت قاضی شریح کا ججمنٹ نہیں ہے۔ بلکہ مختلف اقوال کی نقلیں ہیں، [illegible]
طرز نقل منقول کی حیثیت بتا دیتا ہے۔

سُنئے جلا یہ ہے کہ وقالت طائفۃ ایک گروہ نے کہا یہ لفظ قانوناً ضعف و کمزوری پر
دلالت کرتا ہے روایت کا یہ مجہول طریقہ معتبر ہونے کا اظہار نہیں کر سکتا۔ صاحب رسالہ
ردالروافض فرماتے ہیں۔ یہ بات ظاہر ہے کہ روایت کا دارومدار سند پر ہے اور جب
سند ہی نہ بیان کی جائے گی اور شروع روایت میں کوئی مجہول لفظ مثل در بعض روایات
چنیں آمدہ یا آوردہ اند یا مثل اسکے کوئی اور لفظ جس سے راویوں کا نام ونشان معلوم نہ[illegible]
نہ معلوم ہوگا تو یقیناً ایسی روایت قاعدۃً لائق قبول نہ ہوگی (ص ۱۶۵) چنانچہ یہاں یہی [illegible]
لفظ ہے ایک گروہ نے کہا جو اس مضمون کے ضعف و نامعتبر ہونے پر دلالت کرتا ہے۔

بابا صاحب حاکم کے سامنے گواہ یہ کہے کہ ہاں صاحب لوگ کہتے ہیں کہ فلاں کو فلاں [illegible]
نے قتل کیا تو یہ گواہی قابل قبول ہوگی اور کیا حاکم ایسی مجہول بات پر ثبوت قتل کی دفعہ
لگا دیگا۔ سوچئے اور ہٹ دھرمی سے کام نہ لیجئے۔

پھر آپ نے اپنے دعوے کے ثبوت میں جو اور گواہ پیش کئے ہیں۔ ان میں سے ایک
زمخشری ہے جو معتزلی ہے۔ مسعودی جو شیعہ ہے۔ غیاث الدین جو رافضی ہے۔ اسی طرح
ابوالحسن مدائنی جو رافضی ہے۔ آپ نے بڑے زوروں میں لکھا کہ ابوالحسن مدائنی علامہ

اہل سنت کے عالم اور ثقہ ہیں۔ ہم دیکھتے ہی کھٹک گیا کہ بابا جی نے سُنی بنایا فرد۔ کوئی بات
ہے۔ ہم ثبوت نزہۃ میں دیکھنے سے معلوم ہو گیا۔ یہ بھی شیعہ ہے۔ بابا جی کی یہ ستم ظریفی ہے
کہ جو عالم رافضی اور سنی ہو آپ نے سنی بتا کر مسلمانوں کو دھوکا دیا جیسے محمد بن عقیل کو اکابر
اہل سنت لکھا۔ استغفراللہ۔ سنئے بابا صاحب یہ اہل بدعت و اہواء بد عقیدہ گمراہ ہو سکتے ہیں
تذکرہ حسن السریرہ، مختصر، روضۃ الصفا، تاریخ ابوالفدا، شواہد النبوۃ ان میں بعض تو
غیر مشہور و غیر معروف بعض میں روایتیں بے سند۔

تاریخ طبری کے متعلق عرض کیا جا چکا ہے کہ شیعہ ہو چکی ہے کہ روایتیں نقل
کر دی جاتی ہیں۔ مختصر طبری سے مراد نفس کی تالیف ہے اور نام طبری کا ہے یا صاحب ہے
اور کیوں جناب بابا صاحب آپ نے عنوان میں لکھا کتب احادیث اور کتب تواریخ کی شہادت
ذرا یہ تو بتائیے کہ اس عنوان میں آپ کی پیش کردہ کتابوں میں کون سی کتاب حدیث کی
ہے۔ استیعاب ہے۔ مروج الذہب ہے۔ ربیع الابرار ہے۔ رسالہ اشتانہ ہے۔ نزہۃ المجالس
کون سی ہے۔ یہ مسلمانوں کو دھوکہ۔ کیا خدا کے عذاب کا خوف دل سے نکل گیا ہے۔ استغفراللہ
ربنا تبارک و تعالیٰ۔ غرضیکہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی شہادت کی بنا حضرت امیر معاویہ
کی طرف منسوب کرنا اور ان کو قاتل امام حسن قرار دینا بھی ناجائز اور تحقیق بھی نادرست۔ غور کیجئے
جب امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ یہ فرمائیں کہ یزید کا قاتل حسین ہونا یا آمر بالقتل ہونا دلیل قطعی سے
ثابت نہیں تو حضرت معاویہ کا قاتل حسن ہونا کیسے تسلیم کیا جا سکتا ہے اور امام غزالی کوئی معمولی
شخص نہیں ہیں کہ ان کی بات معمولی اور بے وزن شمار کر لی جائے کوئی عالم اہلسنت ایسا
نہیں جو ان کی شان علم سے واقف نہیں۔ جامع شریعت و طریقت ہیں۔ حضرت علامہ
ابن ہمام صاحب فتح القدیر نے ان کو حجۃ الاسلام کے خطاب سے یاد فرمایا اور سب ہی
علماء ان کو حجۃ الاسلام کہتے ہیں۔

اور جناب نے خود اپنے لعنتی رسالہ لا معاویہ پر جواز لعنت کے صفحہ ۹۶ پر امام غزالی
کے متعلق لکھا کہ حضرت امام غزالی ایک نہایت ہی زبردست پایہ کے عالم اور ایک نہایت ہی
بلند مرتبہ کے بزرگ اور ولی ہیں۔ آپ ایک جلیل القدر انسان اور ایک محقق کامل ہیں۔

اب بابا جی فرماتے ہیں کہ آپ امام غزالی کی تصنیف تو پڑھ رہے ہیں مگر [illegible]
کو بھی مان رہے ہیں یا وہ ہی بات ہے کہ آدمی کتنا ہی بڑا ہو مگر آپ کی ذہنیت [illegible]
کہی تو سب صحیح ورنہ سب غلط

عنوان نمبر ۱۱

قولہ حضرت حجر ابن عدی اور اونکے اصحاب کا قتل

اقول اگر ثابت ہو جائے تو یہ قتل بھی اوسی جنگ عظیم کے سلسلہ کی ایک کڑی [illegible]
اور وجہ ظاہر ہے جس کو آپ نے خود بیان فرما دیا کہ حضرت حجر اور جنگ صفین تو [illegible]
تھے یعنی حضرت مولا علی کی طرف تھے تو یقیناً ان کے ہاتھ سے اصحاب معاویہ قتل ہوئے
ہونگے۔ حضرت معاویہ نے جب موقعہ پایا تو ان سے بدلہ لیا تو جس طرح حضرت معاویہ
کے لشکر نے اور حضرت مولا کی فوج نے ہر ایک نے دوسرے کے لوگوں کو قتل کیا [illegible]
طرح یہ بھی ایک قتل ہے۔

علمائے اہل سنت نے جو فیصلہ فرمایا کہ یہ جنگیں مبنی علی الاجتہاد تھیں ہر ایک [illegible]
کو غلط راستہ پر تصور کرتا تھا اور جنگ کرتا تھا وہ صرف مخصوص جنگ و قتل کے [illegible]
نہیں ہے بلکہ تمام واقعات قتل کے لئے ہے اوس میں سے واقعہ قتل حضرت حجر [illegible]
ہے اور علامہ نووی نے فرمایا فکلہم معذورون یہ سب معذور ہیں۔ کسی کی تکفیر و تفسیق
نہیں کی جائے گی۔ علامہ ابو شکور سالمی تمہید میں فرماتے ہیں ثم نقول بان البغی [illegible]
ولا یفسق بدلیل قولہ تعالیٰ وان طائفتان من المؤمنین اقتتلوا فاللہ تعالیٰ [illegible]
طائفتین مومنا وھما جندا معاویۃ وعلی رضی اللہ عنہما۔ بغی کو نہ کافر کہا جائے [illegible]
اس لئے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اگر دو گروہ مسلمانوں کے قتال کریں تو اللہ تعالیٰ نے [illegible]
گروہوں کو مومن فرمایا اور وہ دونوں گروہ حضرت معاویہ اور حضرت علی کے لشکر [illegible]

قولہ واخرج الترمذی عن عائشہ رضی اللہ عنہا الخ ص ۲۴۶

اقول۔ آپ نے جو حدیث نقل کی ہے اوس [illegible] کا عدد ہے [illegible]

چھٹا نمبر والناسوت نسنتی ہے مگر آپ نے جب ترجمہ کیا اور نمبر لگا کر شمار کرنا شروع کیا تو چھٹا نمبر آپ نے
چھوڑ رکھا " بیری عترت پر امور محمد خدا کو جائز جاننے والا حالانکہ یہ پانچواں نمبر ہے اور جو حقیقۃ چھٹا
تھا۔ الناسوت نسنتی اسے آپ غائب کر گئے اور چھٹا آپ نے پول پورے کئے کہ نمبر سے ایک جز
والمتسلط بالجبروت کو نمبر ۵ بنایا اور اس کے دوسرے جز لیعز بذالک من اذل اللہ کو چھٹا بنایا،
بابا صاحب ذرا غور کیجئے صحیح ہے نا یہ مواخذہ یا بیان کیجئے خود رفتہ کی طرح کون محاورہ ہے۔
آپ کا انداز اور الناسوت سنتی کو چھوڑ دینا اس امر کی دلیل معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو سنت
رسول سے عداوت ہے۔ آپ سنت رسول کو واجب الاتباع نہیں مانتے۔ اسی واسطے آپ نے کتاب اللہ
وعترتی کی بحث میں حدیث کتاب اللہ و سنتی کو ضعیف ٹھہرایا اور اس حدیث کے پیش کرنے والوں کو
ناصبی اور اہل بیت کا دشمن بتایا۔ بابا صاحب اپنی غلطیوں پر سر کو ٹکڑے دیجئے اور ندامت حاصل کیجئے

عنوان نمبر ۱۲

قولہ حضرت مالک اشتر کا قتل (صفحہ ۳۴۷)

اقول پہلے اشتر کا حال سنئے، حضرت شاہ صاحب تحفہ میں فرماتے ہیں :۔

" اور قیس بن سعد بن عبادہ کو کہ انصار کا سردار حضرت پیغمبر کا خادم اور عمدہ صحابی اور صحابی زادہ
حضرت امیر نے مصر سے موقوف کیا اور مالک اشتر کو کہ نہ صحابی تھا نہ صحابی زادہ اسکی جگہ مقرر
فرمایا جس سے ایسے فتنے و فساد اٹھے تھے کہ عثمان کو شہید کیا اور طلحہ و زبیر کو ڈرا کر باعث
بغی کا ہی تھا (ترجمہ صفحہ ۱۵۸)

پھر صفحہ میں فرمایا :۔
" لیکن نقصہ اشتر نخعی کا صحیح ہے۔ سو وہ نہ صحابی تھا نہ صحابی زادہ بلکہ کوفہ کا ادنیٰ لوگوں سے
تھا کہ حاکم کا پاس نہیں کرتا تھا عام لوگوں کو عثمان کے عاملوں کی اہانت پر ورغلاتا تھا۔ اگر
عثمان اس کی حرکت سے درگذر کرتے بڑے فساد کی بات تھی اور یہی اشتر نخعی تھا جس نے
فساد ور مچایا اور نوبت قتل عثمان کی پہنچی پھر بھی شتہ بہ لگانے سے نہ چوکا اور زبیر و طلحہ
کو قتل سے ڈرایا کہ مدینے سے بھاگ کر مکہ کو چلے گئے۔ آخر میں فرمایا۔ ایسے شخص کو حاکم

چاہیئے تھا کہ امت کا فساد جاتا رہتا نہ کہ اوسکا نکال دینا اور امانت کہ یہ سب عثمان رضی اللہ کی حیا کا باعث تھا جو اُسی قدر پر کفایت کی۔

بابا جی یہ ہیں آپ کے حضرت مالک اشتر جنکی محبت میں آپ آنسو بہا رہے ہیں۔ بابا جی دیکھئے حضرت شاہ صاحب کیا فرما رہے ہیں کہ ایسے شخص کو مار ڈالنا ہی چاہیئے تھا تو اگر حضرت معاویہ نے ایسے فتنہ کو ختم کر دیا تو کیا برا کیا جنکی وجہ سے آپ حضرت معاویہ پر طعنہ مار رہے ہیں کہ حضرت مالک اشتر کو قتل کر دیا۔

بابا جی بڑے شرم کی بات ہے کہ جو نہ صحابی نہ صحابی زادہ جو فسادی اور حضرت عثمان کے قتل کا محرک اور وہی تمہاری ایسا انسان اوس کو آپ حضرت کے لقب سے یاد کریں اور صحابی ابن صحابی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان میں بیہودہ الفاظ استعمال کریں۔

مسلمانو ذرا بابا جی کی ذہنیت ملاحظہ کریں کہ کس طرح ایک مردود شخص کی حمایت کرتے ہیں حضرت حضرت کہہ کر صحابیوں سے زیادہ قدر و منزلت بڑھاتے ہیں اور اوس کے قتل کے غم میں پگھلے جاتے ہیں۔

قولہ معاویہ نے ۳۸ھ ہجری میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حضرت محمد بن ابی بکر کو قتل کیا ہے (ص ۳۴)

اقول کیوں جناب آپ نے اس واقعہ قتل کی کوئی روایت نہیں پیش کی۔ اس کی کیا وجہ ہے معلوم ہوتا ہے کہ اس واقعہ قتل کی کوئی سند یا سند معتبر نہیں یوں ہی الٹیوا اڑا دیا ہے۔ بہرحال قتل کیا ہو یا نہ کیا ہو۔ ذرا واقعہ سن لیجئے۔ علامہ سیوطی تاریخ الخلفاء میں لکھتے ہیں جسکا لفظی ترجمہ پیش کئے دیتا ہوں۔ واقعہ قتل عثمان بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی کو یہ خبر ملی کہ لوگ حضرت عثمان کو قتل کرنا چاہتے ہیں تو آپ نے فرمایا ہم تو مروان کو طلب کرتے ہیں۔ حضرت عثمان کا قتل نہیں چاہتے تو حضرت امام حسن اور حسین سے فرمایا اپنی تلواریں لیکر جاؤ اور دروازے پر کھڑے ہو جاؤ۔ کسی کو گھسنے نہ دو اور حضرت زبیر نے اپنے بیٹے کو اور حضرت طلحہ نے اپنے بیٹے کو اور چند صحابہ نے اپنے بیٹوں کو اسی کام کے لئے بھیجا کہ حضرت عثمان پر زیادتی نہ ہونے پائے اور وہ مروان کو باہر نکالدیں جب محمد ابن ابوبکر نے یہ دیکھا اور لوگوں نے حضرت عثمان پر تیر پھینکے یہاں تک کہ

حضرت امام حسن زخمی ہوگئے، اور مروان کو بھی تیر لگا اور محمد بن طلحہ اور قنبر مولائے حضرت علی بھی زخمی ہوگئے تو محمد بن ابوبکر کو خوف ہوا کہ کہیں بنو ہاشم حضرت حسن و حسین کی وجہ سے غصہ میں آجائیں اور فتنہ بڑھ جائے تو محمد ابن ابی بکر نے دو آدمیوں کو پکڑ کر کہا کہ اگر بنو ہاشم پہونچ گئے تو ہمارا مطلب فوت ہو جائے گا۔ لہٰذا میں اور تم سب دیوار پھاند کر اندر پہونچ جائیں اور حضرت عثمان کو قتل کر دیں چنانچہ محمد ابن ابوبکر اور وہ دونوں اونکے ساتھی ایک انصاری کے مکان کی دیوار سے پہونچ گئے اور کسی کو پتہ نہ چلا اس لئے کہ لوگ چھت پر تھے۔ حضرت عثمان کے ساتھ صرف اونکی بی بی تھیں محمد ابن ابوبکر نے دونوں آدمیوں سے کہا میں پہلے جاتا ہوں۔ جب میں پکڑ لوں تو تم دونوں پہونچ جانا اور قتل کر دینا۔ چنانچہ محمد بن ابوبکر وہاں پہونچے اور حضرت عثمان کی داڑھی پکڑ لی۔ حضرت عثمان نے فرمایا اگر تمہارے باپ تمہیں اس حال میں دیکھتے تو اون کو ضرور رنج ہوتا۔ دونوں نے داڑھی چھوڑ دی اور دونوں آدمی آئے اور قتل کر دیا اور بھاگ گئے (صـ۳۲۷ـ)

باباجی فرمائیے یہ واقعہ محمد ابن ابی بکر رضی اللہ عنہما کا اگر صحیح ہے تو حضرت معاویہ نے حضرت محمد ابن ابوبکر سے بدلہ لیا اور قتل کر دیا تو کیا جرم کیا جزاءِ سیئۃٍ سیئۃٌ مثلھا۔ آپ نے حضرت محمد ابن ابوبکر کا مرثیہ تو پڑھا۔ مگر حضرت محمد بن ابوبکر کے اس واقعہ سے بھی آپ کے دل میں کچھ اثر پڑا یا صاحب الف حنٰ کی بات کیجئے یا پھر بالکل خاموش رہئے۔

عنوان نمبر ۱۳

قولہ حضرت عمار ابن یاسر رضی اللہ عنہ کی شہادت (صـ۳۲۹ـ)

اقول یہ واقعہ تو بعین جنگ میں ہوا جنگ میں جہاں اور قتل ہوئے وہاں یہ بھی ایک قتل ہے اور جنگ کے متعلق علمائے اہل سنت کا فیصلہ لکھا جا چکا ہے اسی واسطے علامہ نووی نے حدیث قتل عمار کی شرح میں فرمایا اور فیصلہ فرما دیا ھذا الحدیث حجۃ ظاھرۃ فی ان علیا رضی اللہ عنہ کان محقا مصیبا والطائفۃ الاخریٰ بغاۃ لکنھم مجتھدون فلا اثم علیھم لذالک کما قدمناہ فی مواضع۔ یہ حدیث اس امر کی دلیل ہے کہ حضرت علی حق و صواب پر تھے اور گروہ ثانی بغاوت پر تھا۔ لیکن وہ مجتہد تھے لہٰذا اون پر کوئی گناہ نہیں جیسا کہ

ہم بارہا بتا چکے ہیں۔

بابا جی سُن لیا فیصلہ حضرت علامہ ندوی کا۔ ارباب تاریخ کا کام صرف نقل واقعہ ہے
ان کو مسائل اور فیصلے سے غرض نہیں ورنہ وہ مؤرخ ہونے کی حیثیت سے کوئی فیصلہ
کر سکتے ہیں۔ علمائے اہلسنت نے اس قسم کے واقعات کے متعلق جو فیصلے فرما دیے ہیں وہ ہی
قابل اعتقاد و عمل ہیں اور احتیاط اسی میں ہے کہ ایسے واقعات کی تفصیل میں نہ پڑا جائے بلکہ آخری
فیصلہ کا علم حاصل کیا جائے اور اسی کو مشعل راہ بنایا جائے۔

اب اگر واقعات کی تفصیل اختیار کی جائیگی تو مشکل ہے کہ جتنا چاہو گے اتنا ہی کر کر

عنوان نمبر ۱۴

قولہ معاویہ کا اپنے بیٹے یزید کو مومنین پر زبردستی مسلط کرنا ص

اقول مسئلہ خلافت کی کوئی تفصیل نہ قرآن کی آیت میں ہے نہ حدیث میں۔ حضرت ابوبکر
صدیق رضی اللہ عنہ کا یہ فعل موجود ہے کہ انہوں نے اپنی زندگی میں اپنے بعد کے خلیفہ کا تعین فرما دیا
اس سے ثابت ہوا کہ یہ جائز ہے کہ خلیفہ وقت اپنے بعد کے لئے خلیفہ کا انتخاب کر سکتا ہے۔ یہ
ورنا جائز نہیں، پس اگر حضرت معاویہ نے اپنے بعد کے لئے یزید کو نامزد کر دیا تو شرعاً کوئی
حرام نہ کیا۔ لیکن شرط یہ ہے کہ وہ عہدہ خلافت کی اس وقت اہلیت رکھتا ہو، چنانچہ اس کو
حضرت معاویہ نے اس کو اس کے لائق سمجھا۔ چنانچہ ان کے اس خطبہ سے ظاہر ہے اللھم
کنت عہدت لیزید لما رأیت من فضلہ فبلغہ ما أملت و أعنہ الخ اے اللہ
یزید کو نامزد کیا اس وجہ سے کہ میں نے اس کو اس کے لائق سمجھا تو میری امید پوری فرما
اور اس کی مدد فرما (تاریخ الخلفاء) یہ حضرت معاویہ کا اپنی زبان سے بیان ہے جس سے
ہے کہ وہ اس میں صلاحیت خلافت سمجھ رہے ہیں۔

احوال کے انقلاب میں دیر نہیں لگتی ابھی آدمی بھلا تھا کل خراب ہو گیا۔۔۔ جی آپ
آپ ہی کو دیکھ لیجئے کہ آپ اچھے خاصے سُنی العقیدہ انسان تھے مگر چند ہی دنوں میں آپ کا
منقلب ہو گیا اور مزاج میں رفض پیدا ہو گیا رافضیوں کے حامی بن گئے اور انھیں سب

کرنے لگے۔ حضرت معاویہ کا وصال ہوگیا یزید تخت حکومت پر بیٹھا اور حال خراب ہوگیا تو وہ اسکے ذمہ دار نہیں د کیا جانتے تھے کہ یہ میرے بعد خراب ہوجائیگا۔ جن سنیوں نے آپ کو سنی سمجھ کر آپ سے بیعت کی اونھیں کیا معلوم تھا کہ آپ جادۂ سنیت سے علیحدہ ہوجائینگے اور رافضی المزاج ہوجائیں سگے لہٰذا حضرت معاویہ پر اس سلسلہ میں طعن کرنا خلاف عقل و نقل ہے۔

قولہ مولٰنا شاہ سید محمد صاحب المعروف بہ محدث کچھوچھوی کا ایک فتویٰ شائع کیا ہے۔ جس میں محدث صاحب موصوف یہ کہتے ہیں کہ تحقیق یہ ہے کہ یزید کے فسق و فجور پر اونھیں اطلاع نہ تھی یہ بات نقل عقل کے خلاف ہے۔

اقول حضرت محدث صاحب قبلہ دامت برکاتہم العالیہ نے جو کچھ فرمایا وہ عام عقل کے خلاف تو نہیں ہاں آپ کی ذہنیت اور عقل کے خلاف ہوتو ہو، ورنہ آپ کی عقل اور آپ کی ذہنیت کی تو ہمیں پروا نہیں۔

حضرت محدث صاحب قبلہ نے حضرت معاویہ کے دس بیان سے یہ اخذ کیا جو میں ابھی نقل کر چکا ہوں اون کا ذاتی بیان دوسروں کے ادن بیانوں سے جو اس کے خلاف ہیں مقدم ہے۔ آپ نے ایک تاریخی شہادت جو طبری سے پیش کی ہے وہ کیسے قابل قبول ہو سکتی ہے جبکہ طبری کا حال مشتبہ ہوچکا ہے، اور طبری کے مختصر کرنے والے شیعہ نے اپنی طرف سے اضافے کر دیئے ہیں اور شیعوں کے مکر کا حال معلوم ہے جیسا کہ میں تحفہ کے حوالہ سے نقل کر چکا ہوں۔

عنوان نمبر ۱۵

قولہ معاویہ کا شہداء احد کی قبریں کھدوانا (ص ۳۹)

اقول بابا جی جس انداز سے آپ نے واقعہ کو رنگا ہے وہ تو آپ کے متعصب بلکہ شیعہ والے ہاتھ کی کارستانی ہے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے نہر جاری کرنے کا ارادہ کیا تو اوس سے مقصود وہ نہ تھا جو آپ نے بیان کیا کہ اونھوں نے قصداً قبور شہدا کو کھدوانا چاہا اور نہر کے جاری کرنے کا بہانہ بنایا۔ جہاں قبور شہداء احد تھیں اور قبروں کا پتہ چلتا تھا اون سے اپنے علم میں بچا کر نہر نکالنا چاہی یہ اتفاق تھا

کرنا معلوم جگہ پر جب راستہ نہر کا آیا تو قبر معلوم ہوگئی۔ واقعات میں صرف دو چار ہی قبروں کا پتہ چلا حالانکہ وہاں بہت سی قبریں تھیں اگر ان کی نیت معاذ اللہ فاسد ہوتی تو سارا میدان ہی کھدوا ڈالتے حالانکہ ایسا نہ ہوا تو خواہ مخواہ ہی غیر اختیاری فعل پر مستند شدہ دخل بیجا عقلمندی کے خلاف ہے۔

بابا جی جس وقت یہ واقعہ ہوا تھا اس وقت دیگر صحابہ کرام اور تابعین عظام تو موجود تھے آپ نے پانچ صفحے اس موضوع پر لکھے اور جو کچھ نقل کیا وہ صرف اس قدر کہ فلاں قبر والے کا یہ حال ہوا۔ فلاں کا یہ حال مگر آپ نے حضرت معاویہ کے اس فعل پر تنقید یا اعتراض میں نہ کسی صحابی کا قول پیش کیا نہ کسی تابعی کا حالانکہ یہ غیر ممکن کہ اتنا بڑا واقعہ ہو جائے اور اس وقت کے موجود صحابہ اور تابعین میں سے کوئی اعتراض نہ کرے۔ اگر کسی کا قول ہوتا تو آپ کیا خاموش رہتے۔

آپ کا کسی کے اعتراض کا قول پیش کرنا اور اس سے آپ کا عاجز رہنا اس امر کی دلیل ہے کہ حضرت معاویہ کا نہر کھدوانا اس انداز سے تھا کہ جس میں کوئی بات قابل اعتراض نہ تھی جو کوئی اعتراض کرتا۔

جب اس وقت کسی نے اعتراض نہ کیا تو پھر صرف آپ کا اعتراض کرنا اور اس کو شقاوت میں شمار کرنا یہ آپ کی شقاوت قلبی کی دلیل نہیں۔

دیکھئے آپ نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کا یہ قول نقل کیا کہ اب کوئی شخص اس زندگی کا انکار نہ کریگا تو اگر یہ فعل قابل اعتراض ہوتا تو اس کے ساتھ ساتھ معاویہ پر بھی اعتراض کرتے کہ یہ فعل شنیع واقع ہوا مگر انہوں نے ایسا نہ کیا تو معلوم ہوا کہ ان کی نگاہ میں کوئی چیز قابل اعتراض نہ تھی۔ بابا صاحب ایک قول ہی اعتراض کا پیش کر دیجئے

بابا صاحب رہنا تعصب اور بے جا اعتراضات سے باز رہئے۔ ورنہ یہ آپ کو ایک دن ڈوبا کے چھوڑیگا اور پھر سر پہ ہاتھ رکھ کے رونا پڑیگا۔

عنوان نمبر ۱۶

قولہ معاویہ اور انصار رسول اللہ کی توہین ۳۲۵

اقول یہ واقعہ علامہ سیوطی نے بھی تاریخ الخلفاء میں لکھا ہے لیکن آپ نے نقل کرنے

کو اپنی طرف سے رضافے کئے ہیں (۱) تو لفظ فاصبروا کے بعد حتی تلقونی کا لفظ بڑھایا (۲) شروع میں بجائے لفظ امیر المومنین کے امیر الظالمین لکھا (۳) شروع میں اضافہ کردیا تاریخ الخلفاء میں دو شعر ہیں یہ توہین آپ کی زیادتی لیکن اب اسکی شکایت نہیں۔ اس سے کہ یہ آپ کی عادت ثانیہ بن گئی ہے اور بیش عقرب کی شکل ہو گئی ہے۔

بحث یہ ہے کہ اس میں وہ کون سا جملہ ہے کہ حضرت معاویہ نے انصار کی توہین کی۔ گفتگو صرف یہ ہوئی کہ حضرت معاویہ نے کہا کہ آپ لوگ میرے پاس نہ آئے تو انھوں نے فرمایا کہ ہمارے پاس جانور نہیں۔ انھوں نے کہا کہ اونٹ کہاں گئے انھوں نے کہا کہ وہ بدر کے دن تمہارے اور تمہارے باپ کی تلاش میں ختم ہو گئے۔ حضرت معاویہ کی طرف سے کون سا جملہ توہین کا ہے جو موٹے حرفوں میں سرخی لکھ ماری بلکہ غور کیا جائے تو حضرات انصار نے ہی غضب کا لہجہ اختیار کیا اور بے موقع سخت بات فرمادی۔ بابا جی ذرا غور کر لیا کیجئے تب لکھا کیجئے۔

بلکہ حضرت عبد الرحمٰن ابن حسان نے حضرت معاویہ کی شان میں توہین کی اور لعنت و حرامی کے لفاظ استعمال کئے۔ حالانکہ یہ اون کے لئے مناسب نہیں تھا۔

عنوان نمبر ۱۷

قولہ معاویہ کی سود خواری (ص ۲۶۹)

اقول موطا امام مالک کے حوالہ سے آپ نے حضرت معاویہ کی سود خوری ثابت کرنا چاہی لیکن اگر آپ موطا کی شرح زرقانی دیکھ لیتے تو کیا آپ کی آنکھیں دکھ جاتیں۔ وہ فرماتے ہیں:-

اما لانہ حمل النہی علی المسبوک الذی بہ التعامل۔ انھوں نے سقایہ ذہب یا ورق کو اکثر وزن سے فروخت کیا تو اس وجہ سے کہ حدیث میں جو حضور نے منع فرمایا ہے کہ سونے چاندی کو زیادتی سے نہ بیچو نہ خریدو تو انھوں نے اس سے سکہ مراد لیا کہ سکہ میں زیادتی حرام ہے تو انکا یہ فعل اجتہاد پر مبنی ہوا اور باب ربوا میں اجتہاد کی بڑی گنجائش ہے۔ چنانچہ امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کے درمیان ایسا اختلاف ہے کہ بعض چیزوں کا زیادتی سے بیچنا امام ابوحنیفہ کے یہاں سود ہے اور امام شافعی کے نزدیک نہیں۔ امام ابوحنیفہ کے یہاں ایک انڈے کو دو کے

بدلے میں خریدنا بیچنا جائز اور امام شافعی کے نزدیک سود، امام شافعی کے نزدیک ایک تین گو دو

بدلے میں جائز، اور امام اعظم کے نزدیک سود تو کیا کسی کو سود خور یا سود خورانندہ کہہ سکتے ہیں

پھر دوسری وجہ بتاتے ہیں (دکان کا پیری ہے یا الفضل کا ابن عباس یا حضرت معاویہ

یہ معاملہ اس لیے کیا کہ وہ ربا الفضل کو ناجائز نہیں جانتے تھے جس طرح کہ عبداللہ ابن عباس

مذہب ہے بہرحال ایسے موقع پر جہاں اجتہاد کو دخل ہو دوہا سا کسی ایک پہلو پہ گرفت کرنا عقل و انصاف

کے خلاف ہے اور بابا جی نے فیصلہ کر لیا ہے کہ جن حضرت معاویہ کے بارے میں عقل و انصاف

سے کام ہی نہ لونگا۔

بابا صاحب یہ تو دیکھئے کہ علامہ زرقانی نے حضرت معاویہ کے اس فعل کو حضرت عبداللہ بن

عباس کا مذہب بتایا تو معلوم ہوا کہ حضرت عبداللہ ابن عباس بھی اس معاملہ کو جائز سمجھتے تھے

بقول آپ کے حضرت عبداللہ ابن عباس بھی (معاذ اللہ) سود خوار ہوئے۔ فرمائیے حضرت عبداللہ

ابن عباس کے لئے اتنی موٹی سرخی لکھ دیجئے گا۔ بابا جی خود تحقیق کرکے ہر پہلو پر لحاظ ڈال کے بات

کہی ہوتی یا جیسی سنی ویسی ہی اڑا دی تو اس حدیث کو سن لیجئے کفی بالمرء کذبا ان یحدث

بکل ما سمع

عنوان نمبر ۱۸

قولہ معاویہ نے اسلام میں کتاب اللہ اور کتاب الرسول کے خلاف بہت سی بدعات اور محدثات جاری کیے (ص ۳۷)

اقول جناب بابا صاحب اس سے پہلے ذرا بدعت کی قسمیں بیان کر دی ہوں تاکہ یہ پتہ چلے

کہ جس چیز کو آپ نے بدعت کہا اور قابل مذمت ٹھہرایا آیا وہ بری بدعت ہے یا نہیں۔ سنئے

بدعت کی پانچ قسمیں ہیں (۱) بدعت واجبہ (۲) بدعت محرمہ (۳) بدعت مکروہہ (۴) بدعت

مستحبہ (۵) بدعت مباحہ

علامہ نووی شرح مسلم میں فرماتے ہیں قال العلماء البدعة خمسة اقسام واجبة ومندوبة

ومحرمة ومکروهة ومباحة الخ

علامہ شامی فتاوی شامی میں فرماتے ہیں قولہ صاحب بدعۃ اے محرمۃ والا فقد تکون واجبۃ کنصب الادلۃ للرد علی اھل الفرق الضالۃ وتعلم النحو المفہم للکتاب والسنۃ ومندوبۃ کاحداث نحو رباط ومدرسۃ وکل احسان لم یکن فی الصدر الاول ومکروھۃ کزخرفۃ المساجد ومباحۃ کالتوسع بلذیذ الماکل والمشارب والثیاب کما فی شرح الجامع الصغیر للمناوی عن تھذیب النووی۔ یہ ہی علامہ عزالدین ابن عبدالسلام نے تحریر (مرقات) ان میں سے ہر ایک کی تعریف قریب قریب اوسکے نام سے ظاہر ہے جس میں سے بدعت مباحہ بالکل مباح کی طرح ہے کہ جس کے فعل وترک پر کوئی ثواب نہ عقاب نہ بالعکس وہ مکلف کے لئے اختیاری چیز ہے۔ درمختار میں ہے والمباح ما اجیز للمکلفین فعلہ وترکہ بلا استحقاق ثواب وعقاب۔ نور الانوار میں ہے والاباحۃ جواز الفعل مع جواز الترک۔

جناب بابا صاحب آپ پر واجب تھا کہ اس عنوان کے ماتحت جن چیزوں کو آپ نے بدعت مذمومہ قرار دیا ہے اوس کے بدعت مذمومہ ہونے پر علماء وفقہاء کے اقوال پیش کرتے اور تعیین کرتے۔ بابا صاحب معاف کیجیے گا۔ آپ شریعت مطہرہ کے کوئی عالم ہیں نہیں جو آپ کے قول کو فتوی سمجھ لیا جائے اور لوگ سر جھکا کر تسلیم کر لیں۔

قولہ وفی کتاب المعترضین الخ (ص ٣٧)

اقول اس سلسلہ میں آپ نے گویا حضرت معاویہ پر یہ اعتراض کیا کہ انھوں نے حضور کو حضرت رسول اللہ کہدیا اور صلی اللہ علیہ وسلم وغیرہ لفظ صلوۃ وسلام نہ کہا۔ چنانچہ آپ نے یہ ترجمہ کیا ہے "معترضے کہا تو نے حضور کی ذرا بھی تعظیم نہ کی دراںحالیکہ اللہ نے آپ کو معظم قرار دیا۔ تو نے صرف یہ کہدیا یا رسول اللہ"

آپ کے اس اعتراض کے جواب تو کئی ہیں مگر اون کی بالفعل کوئی ضرورت نہیں صرف یہ کہنا ہے کہ بابا صاحب ذرا اپنی کتابوں کے وراق پلٹ کر دیکھیں۔

مولی اور معاویہ کے ص ٢١٨ پر لکھتے ہیں فتح مکہ کے دن رسول اللہ نے مال غنیمت کو اکٹھا کیا۔ جس حدیث کا ترجمہ کر رہے ہیں اوس میں صلی اللہ علیہ وسلم کا لفظ موجود ہے اوس کا ترجمہ میں اعادہ بھی نہ کیا اور اگر اوس میں نہ بھی ہوتا جب بھی آپ کو لکھنا چاہیے تھا۔

ص۲۳۰ پر لکھا ورنہ رسول اللہ کے اون ارشادات گرامی کی طرف کوئی نسبت الخ

ص۲۳۴ پر لکھا کہ فرمایا رسول اللہ نے کہ مومن کے صحیفہ کا عنوان، الخ

ص۲۳۶ پر لکھا کہ فرمایا رسول اللہ نے ... جو اعتراض حضرت معاویہ پر کیا تھا کہ متعدد جگہ رسول اللہ لکھا اور لفظ تعظیم لکھکر تعظیم نہ کی۔ فرمائیے بابا صاحب کیا جواب ہے جو آپ کا اپنے لئے جواب ہے وہی اوسی میں خود بھی مبتلا ہوگئے۔ بابا صاحب ذرا ہوش و حواس کو یکجا کر کے اعتراض کیجئے جواب حضرت معاویہ کی طرف سے ہے۔ آپ نے رسول اللہ کے ساتھ لفظ تعظیم مشغول نہ کرنے کو بدعت میں شمار کیا اور اول نمبر دیا تو آپ خود نمبر اول کے بدعتی ہوئے یا نہیں کہ آپ نے صرف رسول اللہ کہا اور لفظ تعظیم استعمال نہ کیا۔ دیگرے را نصیحت خود را فضیحت۔

قولہ وکان معاویۃ یتطیب وھو محرم لا یبالی بنہی اللہ ورسولہ الخ

اقول استعمال طیب حالت احرام میں ناجائز ہے۔ لیکن اگر کوئی چیز ایسی ہو کہ بعض کے نزدیک طیب ہو اور بعض کے نزدیک نہ ہو تو صحابی ایسی طیب استعمال کرے تو قابل اعتراض نہیں چنانچہ ثوب معصفر امام مالک اور شافعی کے نزدیک حرام نہیں اور امام ابوحنیفہ اور امام ثوری اسکو طیب میں شمار فرما کر حرام فرماتے ہیں۔ علامہ نووی شرح مسلم میں فرماتے ہیں ولا یحرم المعصفر عند مالک والشافعی وحرمہ الثوری وابو حنیفۃ وجعلاہ طیبا

بابا جی اعتراض کرنے سے پہلے یہ تحقیق بھی کرنی ہوتی کہ وہ طیب کس قسم کی ہے مختلف فیہ ہے یا متفق علیہ ہے اگر مختلف فیہ ہے تو صحابی کا فعل قابل اعتراض نہیں۔ آپ کو چاہئے تھا کہ طیب کا تعین کرتے اور پھر اعتراض کرتے مگر خدا نے آپ کو یہ توفیق تو دی ہی نہیں ہے۔ آپ کو تو شوق اعتراض کا ہے اور وہ بھی صرف نقالی۔ ابن عقیل نے جو کچھ کہدیا اوسی کو شیر مادر سمجھ لیا۔

اور اگر قبل احرام طیب کا استعمال کیا تو بدن میں استعمال کیا اور اسکا عین باقی رہا تو جائز اور اگر کپڑے میں استعمال کیا لیکن عین طیب نہیں ہے بلکہ صرف خوشبو ہے جب بھی جائز ہے درمختار میں مستحبات احرام میں بتایا وطیب بدنہ علامہ شامی نے فرمایا ولو بما تبقی عینہ کالمسک والغالیۃ ھو المشہور۔ پھر مصنف کے قول واستعیب کے ماتحت فرمایا وقالوا ولیس انما یجعل لاشی علیہ لانہ لیس بمستعمل لجزء من الطیب وانما حصل مجرد الرائحۃ۔ علامہ نووی شرح مسلم

میں فرماتے ہیں وفیہ دلالۃ علی استحباب الطیب عند ارادۃ الاحرام وانہ لا بأس باستدامتہ بعد الاحرام وانما یحرم ابتداؤہ فی الاحرام وھذا مذھبنا وبہ قال خلائق من الصحابۃ والتابعین وجماھیر المحدثین والفقہاء منہم سعد ابن ابی وقاص وابن عباس وابن الزبیر ومعاویۃ وعائشۃ وام حبیبۃ وابوحنیفۃ والثوری وابویوسف واحمد وداؤد وغیرھم

باباجی صحابہ فقہا کی فہرست میں حضرت معاویہ کا اسم گرامی اور علامہ نووی کا ان کے مذہب سے استدلال اور امام ابو حنیفہ کا اس کو اپنا مذہب قرار دینا دیکھئے اور سر پیٹئے اور موتوا بغیظکم کے مصداق بن جائے اور اگر شہر میں پانی نہ ملے تو گنگا میں ڈوب مریئے۔

علامہ نووی کے اس قول سے یہ بھی واضح فرما دیا کہ حضرت معاویہ کا مذہب استعمال طیب قبل الاحرام ہے نہ بعد الاحرام ہے۔ آپ نے جو اعتراض کیا کہ وہ حالت احرام میں خوشبو لگاتے تھے۔ محض بکواس اور افترا ہے۔ اعتراض کرنے سے پہلے ...ی کتب شرح حدیث و فقہ کا مطالعہ کر لیا ہوتا تاکہ بعد کو ذلت نہ اٹھانی پڑتی۔

قولہ وانا اول من جعل ابنہ ولی عہدہ الخ

اقول مفصل گفتگو زیر عنوان ۱۲ ہو چکی ہے وہاں دیکھئے

قولہ وھو اول من اتخذ المقاصیر فی الجوامع

اقول باباجی اعتراض سے پہلے ذرا یہ تحقیق تو کر لی ہوتی کہ اتخاذ مقاصیر میں اولیت کس کو حاصل ہے۔ ذرا تاریخ الخلفاء میں حضرت امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ کے اولیات کی فہرست ہی دیکھ لی ہوتی۔ اسی میں ہے واول من اتخذ المقصورۃ فی المسجد خوفا ان یصیبہ ما اصاب عمر ھذا ما ذکرہ العسکری۔ سب سے پہلے مسجد میں مقصورہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بنایا۔ اب یہی اعتراض عثمان پر بھی کیجئے اور کہئے کہ انہوں نے بدعت جاری کی۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اتخاذ مقاصیر میں اولیت اختیار نہ کی بلکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی سنت کا اتباع کیا۔

اس کو تو آپ بدعت ہی نہیں کہہ سکتے نہ یہ بدعت کی تعریف میں آسکتا ہے۔ اس لئے کہ

یہ سنت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ راشد کی ہے اور حضور نے فرمایا ہے علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین۔ پس آپ کا حضرت معاویہ پر اعتراض از قبیل خرافات ہے۔

قولہ وھو اول من قتل مسلما صبرا

اقول زیر عنوان نمبر ۱ مفصل گفتگو گذر چکی ہے

قولہ واول من اقام علی راسہ حرسا

اقول۔ اگر حضرت معاویہ نے پہرہ قائم کیا تو کیا برا کیا۔ جبکہ انھوں نے دیکھا کہ حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کو علی حین الغفلۃ۔ شیطانوں نے شہید کر دیا۔ جان ومال کی حفاظت کے لئے نگہبانوں کا تقرر شرعاً کوئی ممنوع نہیں۔ خصوصاً امراء و خلفاء کے لئے جبکہ دشمن اپنی دشمنی پر تلے ہوئے ہوں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو رافضیوں اور خارجیوں سے محفوظ رہنے کے لئے یہ ضروری تھا۔ یہ دونوں حضرت معاویہ کے دشمن تھے۔

قولہ واول الملک واول اشرارھم

اقول باباجی اسکا منہ توڑ جواب ملا علی کے اس قول میں موجود ہے اول ملوک المسلمین معاویۃ وھو افضلھم اور علامہ نووی نے فرمایا من العدول الفضلاء والصحابۃ النجباء

قولہ واول من اتخذ الخصیان لخاص خدمتہ

اقول باباجی آپ نے اس کا ترجمہ کیا "اور وہ پہلا شخص ہے جس نے کچھ لوگوں کے خصیے نکلوا ڈالے الخ حالانکہ یہ بالکل غلط اس کا ترجمہ تو صرف یہ ہے کہ خصی شدہ لوگوں کو اپنا خادم بنایا یہ کہاں ہے کہ انھوں نے خصیے نکلوا ڈالے یہ کس لفظ کا ترجمہ ہے۔ آپ ماشاء اللہ فاضل علوم شرقی ہیں مگر پھر بھی دشمنی نے فلطی کرائی لفظ کچھ اور ترجمہ کچھ جو آپ نے ترجمہ کیا اوس کے لئے لفظ خصی الذین آئیگا۔

رہا یہ کہ انھوں نے خصی لوگوں کو خادم بنایا تو کچھ لوگ ایسے رہے ہوں گے ور دشمن کردہ ذمی کافر ہوں اون کو خادم بنایا۔ جن میں زیادہ سے زیادہ کراہت ہوگی مگر بغرض دفع تہمت یہ کراہت بھی مرتفع ہو سکتی ہے۔

باباجی نوجوان صاحبان شہوت کو اس طرح خادم بنانا کہ مخدوم صاحب پنشن پر

ایک نوجوان ادھر قاصد الٰہی لئے ہے ایک اُدھر اگالدان تا پان کی ضرورت ہوئی تو دس نے اپنے نازک انگلیوں سے منہ میں پان دیدیا۔ تھوکنے کی ضرورت ہوئی تو اُس نے اپنے نازک ہاتھ سے اُگالدان بڑھا دیا اور اسی طرح کہ مخدوم صاحب جب آرام فرماویں تو یہی نوجوان شب کی خلوتوں میں اونکے ہاتھ پاؤں دبائیں، اور سفر میں ساتھ رہیں اور تنہا حجرہ میں خادم و مخدوم شب باشی کریں زہے ایسے خادموں اور ایسی خدمتوں سے تو وہ کہیں بہتر ہے کہ بے شہوت خادم ہوں اور تہمت سے دوری ہے۔ حضور نے فرمایا ہے اتقوا مواضع التہم مقامات تہمت سے بچو۔

قولہ اول من خطب الناس قاعدا معاویۃ الخ

اقول اس خطبہ سے کون سا خطبہ مراد ہے۔ خطبہ جمعہ یا عام خطبہ جس کو ہماری اصطلاح میں تقریر اور لیکچر کہتے ہیں۔ اعتراض کے ساتھ اسکی تصریح ضروری تھی۔ اگر عام خطبہ مراد ہے تو کوئی قابل اعتراض نہیں۔ دونوں طرح ہر وقت جائز اور اگر خطبہ جمعہ مراد ہے تو بصورت عذر بیٹھ کر جائز علامہ نووی شرح مسلم میں فرماتے ہیں دمشقی ابن عبد البر اجماع العلماء علی ان الخطبۃ لا تکون الا قائماً لمن اطاقہ۔ فتاوی عالمگیریہ میں ہے۔ ولو خطب قاعدا او مضطجعا جاز ھکذا فی فتاوی قاضی خان۔ مولنا عبدالحی صاحب حاشیہ شرح وقایہ میں لکھتے ہیں فان خطب جالساً من غیر عذر یکرہ۔

حضرت امیر معاویہ کا بیٹھکر خطبہ پڑھنا بصورت عذر ہے لہٰذا کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا اور عذر وہ ہے جس کو آپ خود نقل کر چکے ہیں

قولہ اول من احدث الخطبۃ قبل الصلوۃ فی العید معاویۃ

اقول مسلم شریف کی حدیث سے تو یہ فعل مروان کا معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں فخرجت مخاصرا مروان حتی اتینا المصلے فاذا کثیر ابن الصلت قد بنی منبرا من طین ولبن فاذا مروان ینازعنی یدہ کانہ یجرنی نحو المنبر وانا اجرہ نحو الصلوۃ الخ پس اس کی نسبت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف کرنا خلاف تحقیق ہے

قولہ اول من احدث الاذان قبل العید۔

اقول آپ نے غلط سمجھا ہے۔ اذان اذان معروف نہیں تھی بلکہ صرف اعلان نماز عید تھا اور
زبان عربی میں اعلان کو بھی اذان کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے واذان من اللہ ورسولہ
الآیہ اور اعلان جائز ہے۔ علامہ نووی فرماتے ہیں یستحب ان یقال الصلوٰۃ جامعۃ

قولہ وھو اول من ترک الجھر بالتسمیۃ فی الصلوٰۃ اھ

اقول۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے نماز میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اگر جہر سے نہ پڑھی
تو کیا برا کیا۔ ان کے سامنے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی وہ حدیث ہے جسکو امام مسلم نے روایت کیا
قال صلیت خلف النبی صلی اللہ علیہ وسلم وابی بکر وعمر وعثمان فکانوا یستفتحون بالحمد
للہ رب العالمین ولا یذکرون بسم اللہ الرحمٰن الرحیم فی اول قراءۃ ولا فی آخرھا
اور یہی حدیث حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب عدم جہر بسملہ کی دلیل ہے یعنی مذہب
حنفی میں جہر بالتسمیہ نہیں اور اس حدیث سے یہ بھی ظاہر ہے کہ حضرت ابوبکر وحضرت عمر وحضرت
عثمان رضی اللہ عنہم بھی جہر نہیں فرماتے تھے۔ تو حضرت معاویہ کا مسلک ان حضرات کے مسلک کے
مطابق ہو۔ اگر حضرت معاویہ پر اعتراض کیا تھا تو ان سب پر اور حضرت امام ابوحنیفہ پر بھی کیا ہوتا
مگر باباجی کو ان سب تفصیلات کا کیا علم وہ تو محض ناقل ہیں۔ ابن عبس نے جو کچھ دیا وہ بھی آنکھیں
بند کرکے نقل کر دیا۔

اور باباجی آپ تو حنفی ہونے کے مدعی ہیں۔ بتائیے آپ کا کیا مسلک ہے اخفا یا جہر اگر
حضرت معاویہ کی دشمنی میں جہر کرتے ہیں تو حنفیت سے خارج اور آہستہ پڑھتے ہیں تو حضرت
معاویہ پر کیوں اعتراض ہے۔ باباجی کتاب لکھی تھی تو ذرا ہوش وحواس یکجا کرکے لکھی ہوتی
یہ خیال نہ رہا کہ آپ کے مزخرفات کا جواب دینے والا مفتی عبد الحفیظ ہے جس نے مدتوں درس و
تدریس کا کام بھی اور وہ بھی سعادت کے عرصے انجام دیا ہے اور چوبیس برس سے فتویٰ نویسی کی خدمت بجا لائے ہیں
سنئے مولانا عبد الحی صاحب حاشیہ شرح وقایہ میں فرماتے ہیں لم یرد احادیث الجھر احد
من اصحاب الکتب الستۃ واصحاب المسانید المعتبرۃ ولم یخرجھا الا
الحاکم والخطیب والدار قطنی والبیہقی الذین یجمعون الغرائب والمنکرات
بل وفی کتبھم احادیث کثیرۃ موضوعۃ۔ حدیث جہر کو نہ تو اصحاب صحاح ستہ نے روایت

نہ اصحاب مسانید معتبرہ نے بلکہ حاکم و خطیب و دارقطنی و بیہقی نے روایت کیا ہے اور یہ لوگ غرائب و منکرات جمع کرنے کے عادی تھے بلکہ ان کی کتابوں میں بہت سی موضوع حدیثیں موجود ہیں۔

قولہ اور معاویہ کے افعال قبیحہ میں سے یہ ہے کہ اس نے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کی توہین کی الخ

اقول رافضیوں نے جو حضرت عثمان پر طعنے کئے ہیں اور ان میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کا واقعہ بھی طعن میں شمار کیا ہے۔ حضرت شاہ صاحب قبلہ نے تحفہ میں طعن پنجم کے بیان میں اس کا جو جواب دیا ہے ملاحظہ فرمائیے:-

"جاننا چاہیے کہ یہ قصے جس طور پر کہ اس طعن میں منقول ہوئے یہ تو سب افترا اور ان کے شیعوں کے نکالے ہوئے ہیں معتبر تواریخوں میں کچھ وجود ان کا نہیں ہے اب معتبر تاریخوں میں جو کچھ ہے اس کو سنو خود بخود جواب حاصل ہو جائے گا۔ چنانچہ قصہ ابوذر کے نکالے جانے کا موافق روایت اہل سیر اور معتبر لوگوں اور ان کے تابعین کے اس طور پر ہے کہ ابوذر اپنے اصل مزاج میں سختی اور زبان درازی و لسانی بہت رکھتے تھے یعنی سرشت و جبلت ان کی ایسی ہی تھی۔" پھر فرمایا "جب لشکر شام میں ان کی تعلق ٹھہرنے کا ہوا اور عہد عثمان میں دولت و ثروت اور بڑے مال اہل اسلام کے ہاتھ آتے تھے۔ ہر ایک مجاہد و انصار کے گھر بہتی پہنچتے تھے۔ ابوذر نے زبان طعن کی سب مالداروں کے حق میں بڑھائی۔ اول معاویہ سے گفتگو کی اور اس آیت کو دستاویز بنایا الذین یکنزون الذھب والفضۃ الآیہ اور کل مال خرچ کر دینے کو فرض ٹھہرایا۔ ہر چند معاویہ اور صحابہ نے سمجھایا کہ خرچ کرنے سے مراد بقدر زکوٰۃ ہے نہ کل مال اور اس بات پر گواہ آیت میراث و فرائض ہے۔ اس واسطے کہ اگر کل مال خرچ کر دینا واجب ہوتا تو تقسیم ترکہ کی کوئی وجہ نہیں ہے مگر ان کے جو اعتقاد میں جما تھا اسی پر اصرار کرتے تھے اور سختی و درشتی ہر کسی سے شروع کی؟

پھر فرمایا۔ معاویہ نے یہ ماجرا عثمان کو لکھا۔ عثمان نے فرمایا کہ ان سے مدینہ کو رخصت کر دو۔ عزت و حرمت کے ساتھ مدینہ کو روانہ ہوئے نہ جیسے کہ اور کہا گیا کہ سواری تیز اور تیز ہانکنے والے کے ساتھ روانہ کیا (ترجمہ ص ١٩٥) اور نہ اس طرح جیسا کہ بابا جی نے نقل کیا

باباجی حضرت شاہ صاحب قبلہ کی اس تحریر کو پڑھئے جس سے صاف ظاہر ہے کہ آپ نے حضرت ابوذر کے دفعہ میں جو کچھ لکھا وہ سب غلط اور رافضیوں کے دماغ کی پیداوار ہے اور آپ کو اس تفتیش کی ضرورت ہی نہیں کہ رافضی کیا کہتا اور سنی کیا کہتا ہے۔ اگر آپ تحفہ دیکھ لیتے تو کیا آنکھیں دکھ جاتیں یا اس وقت دیکھئے جب حضرت معاویہ کے خلاف بات ہوئی۔ باباجی غلط بیانیوں سا افترا پردازیوں سے دست بردار ہو جائیے۔ حق و ہدایت کی قبول کیجئے۔

قولہ من جواز لبسہ الحریر واستعمالہ آنیتہ الذہب والفضۃ الخ

اقول خالص ریشم کا کپڑا بلا ضرورت خارش وغیرہ تو مردوں کے لئے ناجائز ہے لیکن خارش کی وجہ سے جائز ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رخص لعبد الرحمان ابن عوف والزبیر ابن العوام فی قمیص الحریر فی سفر من حکۃ کانت بہما او وجع کان بہما (رواہ مسلم)

اور اگر دو انگل کی کنارے کنارے گوٹ ہو یا چار انگل فاصلے سے پھول ہوں تو بھی جائز ہے۔ حضرت سوید بن غفلہ روایت کرتے ہیں ان عمر بن الخطاب خطب بالجابیۃ فقال نہی نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن لبس الحریر الا موضع اصبعین او ثلاث او اربع (رواہ مسلم)

اور اگر تانا ریشم ہو اور بانا سوت جب بھی جائز۔ فتاوی عالمگیریہ میں ہے واما ما کان سداہ حریرا ولحمتہ غیر حریر فلا باس بلبسہ بلا خلاف بین العلماء وھو الصحیح وعلیہ عامۃ المشائخ رحمہم اللہ تعالی

اور یہ بھی یاد رکھئے کہ وہ چار انگل جنکی اجازت ہے وہ چار انگل حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے چار انگل ہیں جو ہمارے ایک بالشت کے برابر ہیں۔ فتاوی عالمگیریہ میں عمامۃ طرتہا قدر اربع اصابع من ابریسم من اصابع عمر رضی اللہ عنہ وذلک قیس شبر یرخص فیہ

اگر آپ کے اعتراض کا منشا یہ ہے کہ خالص ریشم بلا ضرورت اور بالکل ریشم کا استعمال کیا تو تفصیل کے ساتھ ثابت کیجئے۔ ورنہ اعتراض ناقابل اعتبار

سونے چاندی کے برتنوں کا زینت و تجمل کے طور پر گھر میں رکھنا جائز ہے فتاوی عالمگیریہ

میں ہے لا باس بان یکون فی بیت الرجل اوانی الذہب والفضۃ للتجمل لا یشرب منہا عند محمد رحمہ اللہ تعالیٰ لان المحرم الاستعمال والانتفاع فی الاوانی الشرب کذا فی الکبری

اور اگر سونے چاندی کے برتنوں میں پانی یا تیل یا عطر موجود ہو اور ہاتھ سے نکال کر استعمال کیا تو بھی جائز۔ فتاویٰ عالمگیریہ میں ہے قال وھذا اذا کان یصب الدھن من الانیۃ علی راسہ او بدنہ اما اذا ادخل یدہ فی اناء واخرج منہا الدھن ثم استعمل فلا باس بہ وکذلک اذا اخذ الطعام من القصعۃ ووضعہ علی خبز او ما اشبہ ذلک ثم اکل لا باس بہ کذا فی المحیط

بابا جی پہلے یہ ثابت کیجئے کہ وہ براہ راست سونے چاندی کے برتنوں سے پانی پیتے تھے یعنی منہ لگا کر پھر اعتراض کیجئے ورنہ صرف لفظ استعمال سے دھوکہ نہ کھایئے اور اعتراض سے باز رہیے۔

قولہ وضربہ من لا حد علیہ من المسلمین۔

اقول بابا جی حد اور ہے اور ضرب تعزیری اور ہے۔ حد تو وہ ہے جس کی مقدار و کیفیت قرآن و حدیث میں مذکور ہے۔ جیسے رجم اور جلد مائۃ یا اربعین و قطع ید۔ علاوہ ان جرائم کی حد کے تعزیر ہے اگر کسی نے حد لگانے کے قابل جرم کیا تو حد نہ لگائی جائے گی بلکہ صرف تعزیر ہوگی اگر تعزیر کی ضرورت ہے۔

حضرت معاویہ نے ایسے ہی لوگوں کو مار لگائی ہوگی جنہوں نے حد سے کم جرم کیا ہوگا اور یہ ظاہر ہے کہ اس زمانہ میں رافضی اور خارجی موجود تھے۔ ایسے ہی لوگوں کی پٹائی کی ہوگی جس سے آپ کو صدمہ پہنچا اور اعتراض کیا

قولہ وحکمہ بآرائہ فی الرعیۃ ودین اللہ

اقول بابا جی سنیے جب مسئلہ کا ذکر قرآن میں نہ ہو، حدیث میں نہ ہو تو اجتہاد بالرائے ہی کیا جائیگا اور اس کی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دی ہے بلکہ حضرت معاذ کے جواب پر خدا کا شکر ادا فرمایا

حضور نے جب حضرت معاذ کو والی بنا کر بھیجنا چاہا تو فرمایا کہ لوگوں کے مقدمات کا

فیصلہ کس طرح کروگے عرض کیا بکتاب اللہ حضور نے فرمایا اگر وہ مسئلہ کتاب اللہ میں نہ ملے عرض کیا بسنۃ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) فرمایا اگر اوس میں بھی نہ ملے عرض کیا اجتہاد برائی یعنی اپنی رائے سے اجتہاد کرونگا اوس وقت حضور نے فرمایا خدا کا شکر ہے کہ اوس نے اپنے رسول کے قاصد کو توفیق خیر عطا فرمائی ——— (مشکوٰۃ)

حضرت معاویہ بھی فقیہ و مجتہد تھے اگر انہوں نے ضرورت وقت اجتہاد کیا تو کیا گناہ کیا۔ حضرات ائمہ مجتہدین کا طرز عمل یہی رہا اور انکے اجتہادات کی خیر و برکت ابتک موجود ہے اور مسلمان اوس سے فائدہ حاصل کر رہے ہیں تو اعتراض کرنے کے لئے صرف حضرت معاویہ ہی ہیں ان حضرات پر بھی اعتراض کیجئے۔

اور اگر اس اعتراض سے آپ کا یہ منشا ہے کہ حکم خدا و رسول کے ہوتے ہوئے اوس کے خلاف اپنے رائے سے حکم دیا تو یہ آپ کی محض بکواس ہے کوئی ثبوت آپ کے پاس نہیں

قولہ تطریقہ بنی امیۃ او ثوب علی مقام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الخ

اقول بنی امیہ کی حکومت کی اطلاع تو بطور پیشگوئی حضور نے دی ہے تو وہ تو ہونی ہی تھی ورنہ پیشگوئی غلط ہو جاتی اس میں حضرت معاویہ کا کیا عمل دخل حکومت تو اللہ کی ہے جس کو چاہے دے جس سے چاہے لے مالک الملک تؤتی الملک من تشاء وتنزع الملک ممن تشاء

اور یہ یاد رکھئے کہ خلافت کے لئے ہاشمیت شرط نہیں جیسا کہ رافضیوں کا خیال ہے بلکہ قرشی ہونا شرط ہے جیسا کہ اہلسنت نے فرمایا اور بنی امیہ قرشی ہیں لہذا اون کی خلافت صحیح ہے اب خلافت میں اگر نیکی سے کام لیا تو ثواب پائیگا ورنہ عذاب کا مستحق ہوگا۔

قولہ والحجۃ نسخ معاویۃ ومحدثاتہ الخ

اقول بیانات سابقہ سے ظاہر ہے کہ حضرت معاویہ نے نہ کوئی بدعت سیئہ قبیحہ اختیار کی نہ محدث مذموم کا ایجاد کیا اور رافضی اگر حضرت معاویہ کو خواہ مخواہ بدعتی کہیں تو کیا ہوتا ہے جبکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بدعتی کہنے والے ہندوستان میں موجود ہیں اور اہل سنت کو بدعتی بتانے والے گلی کوچوں میں بھرے ہیں۔

قابل یادداشت

بابا جی کے مسطورہ اعتراضات و الزامات کے جوابات جواب تک دیئے ہیں وہ مسائل کی تحقیق کے ساتھ دیئے گئے ہیں اور وہ بھی اس انداز سے کہ اگر یہ واقعات صحیح ہیں تو یہ جواب ورنہ ان سب کا صرف ایک جواب ہے وہ یہ کہ ان الزامات کا کسی صحیح اور معتبر کتاب میں پتہ نہیں اور جہاں ہے وہاں ان کی کوئی سند نہیں۔ ایسی صورت میں یہ سب ناقابل اعتبار اور گمان غالب یہ کہ رافضیوں کی بکواس جنہوں نے محض دشمنی میں یہ باتیں دل سے جوڑیں اور لوگوں کے سامنے بیان کیں اور پھر روایت پر روایت ہونے لگیں۔

بابا جی کو تو اس سے بحث ہی نہیں کہ روایت کے راوی اور سند کو دیکھیں، تحقیق کریں پھر موقعہ سے بات نکالیں، انہوں نے تو اعتراض و الزام کی ٹھان لی ہے لہذا ہوا میں بھی اڑتی ہوئی یا پانی پر لکھی ہوئی پائی اور بابا جی نے اسے ہتھیایا اور اعتراض جڑ دیا۔

عنوان نمبر ۱۹

قولہ معاویہ نے احکام خدا اور رسول کی کھلی ہوئی خلاف ورزیاں کی ہیں (ص۲۷۶)

اقول بالکل غلط بہتان افترا اور یہ الزام لگا کر اپنے نامۂ اعمال کا سیاہ کرنا اس سلسلہ میں جن مسائل کو آپ نے ذکر کیا ان کی آپ نے تحقیق ہی نہیں کی آپ کو حدیث و فقہ کی خبر ہی نہیں۔ سنئے

آپ نے اس سلسلے میں سب سے پہلے صدقہ فطر کی مقدار کے متعلق اعتراض کیا ہے کہ حضرت معاویہ نے گیہوں کا نصف صاع مقرر کیا گویا انہوں نے حضور کے حکم کی مخالفت کی

علامہ عینی شرح بخاری میں فرماتے ہیں نصف صاع من بر اور نصف صاع گیہوں کا مذہب ابی بکر الصدیق و عمر بن الخطاب و عثمان ابن عفان و علی ابن ابی طالب و ابن مسعود و جابر بن عبد اللہ و ابی ھریرۃ و ابن الزبیر و ابن عباس و معاویۃ و اسماء بنت ابی بکر الصدیق

الخ۔ ان سب صحابہ کا مذہب ہے رضی اللہ عنہم۔

باباجی فرمایئے کہ نصف صاع گیہوں حضرات صحابہ خصوصاً حضرت علی رضی اللہ عنہم کا مذہب ہو تو ان سب نے احکام خدا اور رسول کی مخالفت کی۔ بولئے جلد بولئے ورنہ چلو بھر پانی میں ڈوب مریئے۔

پھر حضرت امام اعظم نے اسی مذہب کو اختیار فرمایا اور حنفیہ کے یہاں یہی معمول ہے ہدایہ میں ہے الفطرۃ نصف صاع من بر او دقیق او سویق۔

اور باباجی آپ نے ابتک گیہوں سے فطرہ کس حساب سے دیا ایک صاع کے حساب سے یا نصف صاع کے حساب سے اگر نصف صاع کے حساب سے دیا تو آپ نے بھی حکم خدا رسول کی مخالفت کی اور ایک صاع کے حساب سے دیا تو حضرت ابوبکر و حضرت عمر و حضرت عثمان و حضرت علی رضی اللہ عنہم کی مخالفت کی۔ باباجی اس وقت تو آپ بہت سخت پھندے میں پھنس گئے نہ راہ رفتن نہ روئے ماندن اگر آپ اس پھندے سے نکلنا چاہیں تو ترکیب میں بتادوں بشرطیکہ مجھے آپ استاد مان لیں ورنہ وہ یہ ہے کہ آپ صاف لفظوں میں کہدیں کہ میں نے آج تک فطرہ ہی نہ دیا۔

رہا حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا عمل نہ کرنا اور نصف صاع تسلیم نہ کرنا کوئی مضرت رساں نہیں۔ وہ بھی صحابی ہیں مگر درجہ تفقہ و اجتہاد میں حضرت خلفائے راشدین کی برابر نہیں۔ حق تقدم حضرات خلفائے راشدین کے مسلک کو حاصل ہے۔

قولہ ومنہا تقبیلہ یمامین وقد انکر علیہ ابن عباس

اقول علامہ عینی شرح بخاری میں فرماتے ہیں الاول من یستلم الارکان کلہا وھو مذھب معاویۃ وعبد اللہ ابن الزبیر وجابر ابن زید وعروۃ ابن الزبیر و سوید بن غفلۃ وقال ابن المنذر وھو مذھب جابر بن عبد اللہ والحسن والحسین و انس ابن مالک کل ارکان (یعنی چاروں رکن) کا استلام ان حضرات صحابہ خصوصاً حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہم سب کا مذہب ہے۔ کہئے باباصاحب حضرات امامین کے متعلق بھی یہی کہئے گا کہ ان دونوں نے بھی حکم خدا اور رسول کی مخالفت کی بولئے جلد بولئے

صرف حضرت معاویہ پر ہی کیوں اعتراض کی سوجھی۔

۲ حضرت ابن عباس کا انکار تو مضرت رساں نہیں۔ وہ بھی صحابی ہیں اور راوی کا یہی مسلک ہے۔

قولہ ومنہا منعہ الناس من جبرانا یا تو ابمتعۃ الحج وھو مذھب علی واکابر الصحابۃ

اوّل جس متعۃ الحج کو حضرت معاویہ نے منع کیا اس کو حضرت عمر و حضرت عثمان رضی اللہ عنہما نے منع فرمایا مسلم شریف میں حدیث موجود ہے۔ عبد اللہ ابن شقیق فرماتے ہیں۔ کان عثمان ینہی عن المتعۃ علامہ نووی نے فرمایا المختار ان المتعۃ التی نہی عنہا عثمان ھی التمتع المعروف فی الحج وکان عمر و عثمان ینہیان عنہا نہی تنزیہ لا تحریم۔

فرمائیے بابا صاحب نہی عن المتعہ کے بارے میں صرف حضرت معاویہ پر کیوں اعتراض جبکہ حضرت عمر و حضرت عثمان رضی اللہ عنہم بھی منع کرنے والوں میں ہیں اور ابتداء نہی تو انہیں دونوں حضرات سے تعلق رکھتی ہے۔ حضرت معاویہ نے تو ان کا مذہب اختیار کیا۔ مقلد پر اعتراض اور مجتہد سے فراموشی، اعتراض کیا تھا تو پہلے ان دونوں حضرات پر کیا ہوتا۔ آپ کو کیا خبر کہ حدیثوں میں کیا آیا ہے۔ شراح حدیث نے کیا لکھا ہے آپ تو مقال ہیں اور ہم بعض راچہ عقل مگر یہ طریقہ اہل نظر و نقد کے نزدیک مجنوں کی رفتار سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

۲ عدم منع وہ حضرت مولا علی کا مسلک ہے اور وہ بھی صحابی بلکہ خلفائے راشدین میں سے۔

جناب بابا صاحب

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم۔ مقتدائے امت ہیں۔ ان کے آپس کے اختلافات جو مسائل میں ہیں وہ امت کے لئے باعث رحمت ہیں۔ صحابہ میں سے جس نے جو حکم سنا عمل کیا اور وہی دوسرے کو بتایا اور جس کا پتہ قرآن و حدیث میں نہ پایا۔ اجتہاد کیا اور اس پر عمل کیا اور عامل بنایا یہ ممکن ہے کہ اول اوّل کسی صحابی نے کوئی حکم سنا اور اس کے خلاف دوسرے حکم کی اطلاع نہ پہونچی یا انھوں نے اجتہاد کیا اور دوسرے نے بھی اپنے ہی کلا موقع پر اجتہاد کیا اور دونوں کے اجتہاد میں اختلاف ہوا تو ایک کے نفس و قول سے دوسرے

اعتراض کرنے کا کوئی حق نہیں وہ مستقل ایک مذہب ہو گیا اور جو اس پر عمل کرے گا وہ ماجور ہوگا۔

اسی بنا پر ائمہ اربعہ حضرت امام ابو حنیفہ حضرت امام شافعی وغیرہم کے اختلافات ہیں کسی نے کسی صحابی کے مذہب کو اختیار کیا کسی نے کسی صحابی کے مسلک کو کسی نے کوئی اجتہاد کیا کسی نے کوئی جیسی جسکی تحقیق اور علم۔

آپ کی طرح اگر اعتراض کا طریقہ اختیار کیا جائے تو کوئی بھی اعتراض سے نہ بچے مثلاً کوئی کہنے والا کہہ سکتا ہے کہ حضرت عمر و عثمان تمتع سے منع کرتے تھے اور حضرت علی نے جائز بتا کر ان دونوں حضرات کی مخالفت کی تو آپ کیا جواب دیں گے اور میں آپ سے دریافت کرتا ہوں کہ کسی ایک مسئلہ میں حضرت عمر نے اجتہاد کیا اور اسی مسئلہ میں حضرت علی نے تو آپ کس کے اجتہاد کو تسلیم کرینگے، اور دوسرے کو کیا کہیں گے۔ بابا جی سمجھئے اور اسے یاد رکھئے وانی لہ الذکری

نمبر ۱۴ کے متعلق گفتگو پیش کی جا چکی ہے۔ بابا جی کی ایک یہ عادت ہے کہ وہ ایک ہی چیز کو دوبارہ لکھ مارتے ہیں یا یاد نہیں۔ رہا کہ لکھ چکا ہوں اور شاید حافظ نباشد والی مثل ہو۔

نمبر ۱۵، ۱۶، ۱۸ بے سند غیر معتبر رافضیوں کی تحفہ بکواس ان چیزوں کا معتبر کتابوں میں وجود نہیں۔

نمبر ۱۷ کے متعلق مفصل گفتگو ہو چکی ہے اور بتا دیا گیا ہے کہ جملہ لا اشبع اللہ بطنہ کلمہ بددعا نہیں بلکہ دعائے رحمت ہے، اور یہ کہ حضرت معاویہ نے کوئی مخالفت نہیں کی ملاحظہ فرمایئے لطف اجل

عنوان نمبر ۳۰

قولہ معاویہ نے مسلمانوں کے مال کو اپنا ذاتی مال سمجھ کر من مانے طور پر خرچ کیا (ص ۳۶۶)

اقول اسی قسم کا اعتراض شیعہ نے حضرت عثمان پر کیا جس کو شاہ صاحب نے

تحفہ پر نقل کیا طعن سوم اپنے گھر کے لوگوں اور قرباء کو بہت مال دیا اور خرچ بیہودہ حد سے زیادہ کیا۔ خزانہ بیت المال کو اجاڑ دیا!

شاہ صاحب قبلہ نے اس کا جو جواب دیا ہے وہ بہت کافی ہے وہ فرماتے ہیں:-

"ایسے کثیر خرچوں کو بیت المال سے قرار دینا اور محل طعن ٹھہرانا محض افترا اور صریح بہتان ہے۔ مالداری اور آسودگی عثمان کے قبل خلافت، بوبرکت تجارت خصوصاً خلافت عمر کے آخر میں کہ ہر طرف سے فتوحات بیشمار آتی تھیں، وہ بھی تھیں۔ تمام صحابہ بڑی دولت و ثروت والے ہو گئے تھے۔ چنانچہ بعض فقراء و مہاجرین جو آنحضرت کے وقت میں رات کی روٹی کے محتاج تھے۔ اسی اسی درم زکوٰۃ نکالتے تھے (ترجمہ صفحہ ۱۳۲)

یہیں سے حضرت معاویہ کی مالداری بھی تصور کرنی چاہیے وہ جو کچھ وظائف کے علاوہ خرچ کرتے تھے اپنے ذاتی مال سے، ورنہ بیت المال سے بہت سے لوگوں کو وظیفہ دیتے تھے۔ چنانچہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو ایک لاکھ سالانہ وظیفہ دیتے تھے اور اسی طرح بہت سے حضرات کے وظیفے مقرر تھے۔ یہ خود کا کھانا ہوا یا دوسروں پر خرچ کرنا ہوا

قولہ سخرا معاویہ کے حامی اور طرفدار اللہ کو اور مومنین کو دھوکا دیتے ہیں الخ

اقول قسم ہے رب ذوالجلال کی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر غلط الزامات اور بہتان باندھنے والے صم بکم عمی ہیں اور ختم اللہ علی قلوبہم وعلی سمعہم وعلی ابصارہم غشاوۃ کے مصداق ہیں مفتری ہیں کذاب ہیں اور دشمنان خدا و رسول ہیں۔ رافضیوں کے ساتھی ہیں فساء لہ قریناً۔

قولہ معاویہ کو اپنی تمام زندگی دنیا ہی دنیا نظر آئی (صفحہ ۲۳)

اقول اون کو تو نہیں مگر آپ کو بندروں کی تاریخ جو آپ سے متعلق ہے شاہد ہیں ہے تفصیل کی ضرورت نہیں۔

نہ آپ کے ترجمہ کا اعتبار نہ نقل عبارات کا۔ تجربہ ہو چکا ہے کہ آپ عبارت میں کاٹ چھانٹ کرتے ہیں اور ترجمہ الٹا کرتے ہیں۔ پھر تاریخ ابن عاصم کوئی معتبر و متداول کتاب نہیں جس پر اعتماد کیا جائے۔

قولہ معاویہ کی موت (ص۲۰۵)

اقول جو کچھ کہا گیا بالکل غلط غیر معتبر روافض کی بکواس کسی معتبر کتاب میں یہ واقعہ درج نہیں نہ اصابہ میں نہ استیعاب میں نہ صواعق میں نہ تطہیر الجنان میں نہ تاریخ الخلفاء میں ان حضرات کا اس واقعہ کا نقل نہ کرنا اسکے غیر معتبر ہونے کی دلیل ہے کہاں یہ ممکن ہے کہ اتنا واقعہ ہو اور یہ حضرات نقل نہ کریں۔

قابل یادداشت

مسلمانو اگر آپ تحفہ اثنا عشریہ دیکھیں تو آپ اس نتیجہ پر پہونچ جائینگے کہ رافضیوں نے حضرات شیخین اور حضرت عثمان میں سے کسی کو طعنہ لگانے سے نہیں چھوڑا، ہمارے بابا صاحب نے وہ ہی طریقہ حضرت معاویہ کے ساتھ اختیار کیا اور قریب قریب جو طعنے رافضیوں نے اون حضرات پر لگائے وہ ہی بابا جی نے حضرت معاویہ پر لگائے گویا دونوں نے رافضیوں کی شاگردی اختیار کی۔

نوٹ:۔ دوران تحریر میں میں نے اون کی پیش کردہ ہفوات کو ہاتھ نہیں لگایا بحمد اللہ سمجھ سے کہ وہ بالکل ہی بے سند اور فضول تھیں اور عقلمند انسان اونکے جوابات اون مضامین سے اخذ کر سکتا ہے جو میں نے اون کی دوسری باتوں کے مفصل جواب دیئے۔

جواب دینے میں میں نے یہ التزام رکھا کہ جو چیزیں بہت زیادہ اہم اور اون کی مایہ ناز تھیں اون کا مفصل جواب دیا ہے۔

عنوان نمبر ۲۱

قولہ معاویہ کے متعلق امام اعظم حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک (ص۲۰۶)

اقول حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا حضرت معاویہ کے متعلق وہ ہی مسلک ہے جو آپ نے شرح فقہ اکبر میں فرمایا غابرین علی الحق نتولاہم جمیعا ولا نذکر الصحابۃ الا بخیر تمام صحابہ حق پر تھیں، ہم سب سے محبت کرتے ہیں اور کسی صحابی کا ذکر بھلائی کے سوا نہیں کرتے، آپ کا

مسلک وہ ہی ہے جو علمائے احناف اہلسنت نے عقائد و فقہ کی کتابوں میں لکھا۔ چنانچہ ملا علی قاری اسی فقہ اکبر کی شرح میں فرما چکے ہیں وما نقل فیما شجر بینہم واختلفوا فیہ فمنہ ما ہو باطل وکذب فلا یلتفت الیہ وما کان صحیحا اولناہ تاویلا حسنا۔ اونکے اختلافی واقعات جو منقول ہوئے ہیں اون میں سے بعض چیزیں تو جھوٹ اور باطل ہیں اور جس کی سند صحیح ہوگی اون میں بہتر تاویل کرینگے۔ اور وہ ہے جو علامہ شامی نے تنبیہ الولاۃ میں فرمایا ونسکت عما جری بینہم من المحاربات اور جو اون کے درمیان جنگیں ہوئیں اون کے متعلق ہم خاموش رہیں۔

اور وہ جو خود ارشاد فرمایا کہ حضور کے بعد خلیفہ برحق حضرت صدیق ہیں۔ پھر حضرت فاروق پھر حضرت ذوالنورین پھر حضرت مولائے کائنات رضی اللہ عنہم اور وہ جو علمائے احناف نے لکھا کہ واول ملوک المسلمین معاویۃ وہو افضلہم لکنہ صار اماما حقا لما فوض الیہ حسن بن علی الخلافۃ (شرح فقہ اکبر) اول ملوک مسلمین حضرت معاویہ ہیں اور وہ افضل ملوک اہل اسلام ہیں لیکن امام حق جب ہوئے جب حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے اونھیں خلافت سپرد فرمادی۔

قولہ قال ابو حنیفۃ رحمہ اللہ لو ادرکنا لم یحضنا الخ

اقول حضرت امام ابو حنیفہ چونکہ حضرت مولائے کائنات کو حضرت عثمان کے بعد خلیفہ برحق جانتے ہیں اور اوس میں اون کو ذرا بھی شک و شبہ نہیں۔ اور ہر مسلمان کا فرض ہے کہ حق کا ساتھ دے حق کی حمایت کرے۔ حق کی جانب سے جہاد کرے اس لئے حضرت امام نے فرمایا کہ اگر ہم اوس وقت ہوتے تو حضرت علی کے ساتھ رہتے اونکے فوجی ہوتے اور مقابل سے جنگ کرتے۔

لیکن چونکہ اس میں اجتہاد کو دخل تھا۔ وہ مجتہد جہاد اور اسکی شان سے واقف تھے اس لئے انھوں نے اون حضرت کے متعلق جو حضرت معاویہ کے ساتھ تھے یہ کہیں نہیں فرمایا کہ وہ اہل باطل تھے قابل لعنت تھے۔ برا کہا جائے۔ ڈھول پیٹ پیٹ کے تشہیر کی جائے علامہ نووی نے شرح مسلم میں فرمایا ہے کہ صحابہ اور مسلمانوں کے اوس وقت تین گروہ تھے

(۱) تو وہ جنھوں نے حضرت معاویہ کے طریقہ کو حق جانا اور اونکے ساتھ ہو گئے۔

(۲) وہ جنھوں نے حضرت مولائے کائنات کو حق جانا وہ اونکے ساتھ ہو گئے۔

(۳) وہ لوگ جنھوں نے کسی جانب کو راجح نہ جانا وہ نہ ان کے ساتھ ہوئے نہ اونکے ساتھ

پھر فرمایا فکلہم معذورون یہ تمام حضرات معذور ہوئے لہذا ان میں سے کوئی برا کہے جانے کے لائق نہیں۔

قولہ امام اعظم اور محبت اہل بیت۔

اقول الحمد للہ کہ تمام سنی حضرت اہل بیت سے محبت کرتے ہیں اونکی عظمت کے قائل ہیں مگر رافضیوں کی طرح اونسے ہوکر نہیں کہ حد افراط کو پہونچ جائے۔ اسی واسطے طریقہ اہل سنت کو راہ مستقیم وستوی و متوسط کہتے ہیں ملا جیون رحمۃ اللہ علیہ نور الانوار میں خطبہ کے لفظ صراط مستقیم کی تفسیر یہی فرماتے ہیں۔

قولہ امام اعظم کے چاہنے والو الخ

اقول الحمد للہ کہ ہم امام اعظم کے چاہنے والے اور اونکے متبع و معتقد ہیں اونھیں کی روش پر چلتے ہیں اور جو کچھ اون کا فرمان ہے۔ الحمد للہ کہ پوری وضاحت کے ساتھ ہم اوراق بالا میں بیان کر چکے ہیں۔ آپ ہم سے کیا کہتے ہیں۔ آپ اپنے گریبان میں مونھ ڈال کے دیکھئے کہ آپ نے کس قدر اتباع کیا کس قدر حنفیت وسنیت پر عمل کیا۔ دوسروں کو آپ نصیحت فرماتے ہیں اور خود طریقہ رفض و خروج اختیار کئے ہوئے ہیں اتامرون الناس بالبر وتنسون انفسکم۔

عنوان نمبر ۲۲

قولہ اولیاء امت اور غم حسین (ص ۲۱۵)

اقول اس مقام پر دو صورتیں ہیں:

(۱) بے اختیار غم حسین میں دل و دماغ کا متکیف ہو جانا۔ دن آیا حضرت امام اونکے مصائب یاد آئے۔ دل کو حزن و ملال ہو۔ آنکھوں سے آنسو ٹپک پڑے۔ یہاں تک

...شبہ جائز۔

(۲) غم منانا زیب و زینت کا ترک کرنا پان نہ کھانا ننگے پاؤں ہو جانا۔ چوڑیاں توڑ ڈالنا
نوحہ و ماتم کرنا۔ سیاہ لباس پہننا۔ گھر میں جھاڑو نہ دینا۔ چولہا نہ جلانا۔ یہ سب حرام
اور یہ سوگ میں داخل ہے۔ اور صدمہ اولین پر سوگ کرنا زن متوفی عنہا کے علاوہ
مرد کو جائز ہی نہیں اور عورت کو شوہر کے سوا دوسرے کے لئے تین دن سے زیادہ جائز ہی
نہیں۔ حضور نے ارشاد فرمایا لا یحل لامرأة تؤمن باللہ والیوم الآخر ان تحد علی میت
فوق ثلث الا علی زوجها (رواہ مسلم)

اور سال بھر کے بعد جب وہ دن لوٹ کر آئے تو پھر بی بی کو بھی سوگ منانا جائز نہیں چہ جائیکہ مرد کو۔
غرضکہ اعادہ سرور تو جائز ہے مگر اعادۂ غم و اظہار غم مثل روز اول جائز نہیں۔

فاکہانی شیخ او ہابیہ منکر مجلس میلاد شریف نے کہا کہ وہ مہینہ جس میں حضور
کی ولادت ہوئی ہے۔ اسی میں وفات بھی ہوئی تو وفات کا غم منانا چاہیئے نہ کہ
ولادت کی خوشی۔ صاحب سیرت شامی اپنے شیخ کا قول فاکہانی کے جواب میں نقل
فرماتے ہیں فیہ ان ولادتہ صلی اللہ علیہ وسلم اعظم النعم علینا و وفاتہ
اعظم المصائب لنا والشریعۃ حثت علی اظہار شکر النعم والصبر والسکون و
الکتم عند المصائب۔ حضور کی ولادت ایک عظیم نعمت ہے اور وفات ایک بڑی تکلیف دہ
چیز ہے لیکن شریعت نے اظہار شکر نعم کی اجازت دی ہے اور مصیبت کے لئے صبر و
سکون و کتم کا حکم کیا ہے۔

بابا صاحب آپ کا حدیث من وسع علی عیالہ الخ نقل کر کے یہ مطلب بتانا کہ عیال
سے مراد حضور کی عیال ہے، ور حضور کے رشد کا اصل مطلب یہی ہے، بالکل غلط اور
محض رائے فاسد بلکہ اس حدیث میں عیال سے اوسی خرچ کرنے والے کی عیال
مراد ہے۔

بابا صاحب آپ کو تو بابا اور ایک ہند شیعہ ہونے کی وجہ سے ویسے ہی بہت کچھ محرم
میں مل جائیگا۔ خواہ مخواہ حدیث کے معنی بگاڑ کر ساری رقم اپنی طرف کیوں کھینچنا چاہتے ہیں

عیال دار کے عیال ہی کو کھانے پینے دیجئے۔

عنوان نمبر ۲۳

قولہ معاویہ کو حضرت معاویہ کہنا یا معاویہ رضی اللہ عنہ کہنا شرعاً ممنوع ہے۔ (صفحہ ۲۰)

اقول۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ صحابی ہیں اور نجیب صحابی ہیں (نووی) صحابی ہیں (مولینا عبد الحی صاحب لکھنوی) صحابیت کی پوری پوری تعریف اون پر صادق پس جس طرح ہر صحابی کے لئے حضرت اور رضی اللہ کہنا جائز کہ ان الفاظ سے صحابی کا احترام مدنظر ہے، اور وہ صحابی ہیں جو اون کے لئے حضرت اور رضی اللہ عنہ کہنا ناجائز کہے اوس کا دل و دماغ منحوس بغض و عداوت سے پُر ہے اور مالیخولیا سوار ہے۔

بڑے بڑے علماء اہل سنت جب اون کا نام لیتے ہیں تو رضی اللہ عنہ کہتے ہیں لکھتے ہیں۔ علامہ نووی نے جب اون کا نام لیا تو فوراً رضی اللہ عنہ کہا (نووی شرح) علامہ ابن حجر نے تطہیر الجنان میں اون کا نام لکھا تو پہلے لفظ سیدنا لکھا اور بعد رضی اللہ عنہ۔ علامہ ابن ہمام نے حضرت علی اور حضرت معاویہ کے نام بصورت عطف لکھے اور آخر میں دونوں کے لئے بصیغہ تثنیہ رضی اللہ عنہما فرمایا۔ حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ نے بصورت عطف حضرت علی حضرت طلحہ حضرت زبیر حضرت عائشہ حضرت معاویہ کے نام لکھے، اور بصیغہ جمع سب کے لئے آخر میں رضی اللہ عنہم فرمایا۔

آپ فرماتے ہیں شرعاً ممنوع ہے۔ سبحان اللہ ذرا حال شریعت تو ملاحظہ کیا شریعت صرف آپ کے کتب خانہ میں ہے اور یہ تمام حضرات شریعت سے ناواقف یا شریعت کے خلاف چل رہے ہیں۔

آپ نے حضرت معاویہ کو حضرت، اور رضی اللہ عنہ کہنے کے عدم جواز میں کسی عالم اہل سنت

[illegible]ن تو پیش کیا نہیں ہے اور پیش بھی کہاں سے کرتے۔ جب کسی کا کوئی قول ہی نہیں صرف [illegible]شاد فرمایا ہے۔ اور اس سلسلہ میں چند حدیثیں نقل کی ہیں۔

(۱) اذا مدح الفاسق الخ

(۲) من وقر صاحب بدعۃ الخ

(۳) لا تقولوا المنافق الخ

اور ثابت یہ کرنا چاہا کہ معاذ اللہ حضرت معاویہ بدعتی ہیں فاسق ہیں منافق ہیں لہذا ان [illegible]لئے مدح و تعظیم کے الفاظ استعمال ان حدیثوں کی رو سے ناجائز ہے۔

احادیث کریمہ صحیح اور جو ان سے مسائل مستخرج ہوں وہ درست بیشک بدعتی فاسق منافق [illegible]لئے کوئی تعظیمی و مدحی لفظ استعمال نہ کرنا چاہئے۔ مگر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا دامن آپکے [illegible]ن اتہامات و الزامات بلکہ اس ہرزہ سرائی سے تو بالکل پاک ہے۔ اس لئے آپ کا یہ فتویٰ ان پر [illegible]نطبق ہو ہی نہیں سکتا۔

یا با صرف یہ تو بتایئے کہ آپ سنی ہونے کے مدعی ہیں اور ہر سنی رافضی اور معتزلی کو بدعتی [illegible] بے دین ملحد فاسق فی العقیدہ جانتا ہے چہ جائیکہ فاسق فی العمل اور منافق اور غالباً [illegible]پ بھی ادعاء سنیت کے ساتھ رافضی اور معتزلی کو ایسا ہی سمجھتے ہوں گے اور ان لوگوں کیلئے [illegible] الفاظ مدح و تعظیم کا استعمال ناجائز جانتے ہوں گے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بے دین نہیں رافضی نہیں، خارجی نہیں بلکہ ان کے دشمن [illegible] معتزلی نہیں، بدعتی نہیں، فاسق نہیں، منافق نہیں تو ان کے لئے تو حضرت اور رضی اللہ [illegible] شرعاً ممنوع ہو اور رافضیوں معتزلیوں کے لئے حضرت اور رحمۃ اللہ علیہ کہنا جائز ہو، [illegible]سے ایسا ہو سکتا ہے

آپ نے قول فیصل میں جاحظ معتزلی کو حضرت علامہ رحمۃ اللہ علیہ لکھا۔ جار اللہ [illegible]شری معتزلی کو حضرت علامہ لکھا (مولیٰ اور معاویہ ص[illegible]) اور مسعودی رافضی صاحب [illegible] الذہب کو حضرت علامہ رحمۃ اللہ علیہ کہا (معاویہ کی صحابیت ص[illegible]) اور ابو الفرج [illegible]صفہانی صاحب کتاب الاغانی رافضی کو حضرت اور رحمۃ اللہ لکھا۔ (مولیٰ اور معاویہ ص[illegible])

فرمایئے یہ، فضلی معتزلی آپ کے یار ہیں، مذہبی پیشوا ہیں کہ ان کو لفظ حضرت مرزا اور رحمۃ اللہ علیہ سے نوازا جائے اور صحابی رسول کے لئے امیر مملکت اسلامیہ کے لئے ان لفظوں کا استعمال ناجائز اور حرام ٹھہرایا جائے۔ شرم شرم شرم وا ین لشرم

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ایاکم وما شجر بین صحابی

یہ رسالہ محمد ابن عقیل کے رسالہ النصائح الکافیہ اور ریاجی کے رسالہ معاویہ کی

صحابیت کا مونھ پھیر جواب ہے اس کا نام ہے

صاعقۂ سامیہ

بر

نصائح کافیہ

مصنفہ

جناب مفتی صاحب حقانی

مفتی آگرہ

باب سوم

صاعقۂ سامیہ بر نصائح کافیہ

محمد ابن عقیل کی کتاب نصائح کافیہ اور جناب بابا صاحب کی کتاب معاویہ کی صحابیت کے مخصوص نوٹوں کا رد و ابطال اس رسالہ میں ملاحظہ فرمائیے۔

اگرچہ نصائح کافیہ کا اصولی یہ جواب کہ وہ ایک رافضی کی کتاب ہے بہت کافی ہے مگر جناب بابا صاحب کی اس سے تسلی نہیں ہو سکتی تھی۔ اس لئے مفصل رد پیش کر رہا ہوں۔

دونوں امام و مقتدی نے یہ بات ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ حضرت معاویہ وہ صحابی نہیں ہیں جن کو سب و شتم لعن و طعن ناجائز ہے۔ حضور کے صحابہ دو قسم کے ہیں نیکوکار اور بدکار۔ حضرت معاویہ (معاذ اللہ) بدکار ہیں۔ اہل سنت نے جو یہ قانون بنایا ہے الصحابۃ کلھم عدول وہ حضرت معاویہ کے لئے نہیں ہے اور صحابی کی جو یہ تعریف کی گئی کہ جو ایمان لایا اور حضور سے شرف ملاقات حاصل کیا اور ایمان پر وصال ہوا اس تعریف سے حضرت معاویہ مستثنیٰ ہیں اون کو حضرت اور رضی اللہ عنہ کہنا ناجائز ہے الی آخر الہذیان

عنوان نمبر۱

قولہ شبہ عظیم کہ معاویہ صحابی رسول تھا (ص)

اقول شبہ کس چڑیا کا نام ہے۔ یقین ہے اور یقین کامل کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ صحابی ہیں اور یہ اصطلاح محدثین و فقہا صحابی ہیں جو اون کی صحابیت میں شک کرے اوسکے سُنی ہونے میں شبہ ہے اور جو یہ یقین کرے کہ وہ صحابی نہیں ہیں اوسکے سُنی نہ ہونے اور پکے رافضی ہونے کا یقین ہے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے اصطلاحی صحابی ہونے کے ثبوت میں صحابہ کے ارشادات علماء کے اقوال موجود ہیں۔ تفصیل ثبوت کے لئے مقدمہ کے عنوان نمبر ۲ کا مطالعہ کیا جائے

اسی وجہ سے کہ وہ صحابی رسول ہیں اون کو حضرت کہا جاتا ہے۔ رضی اللہ عنہ کہا جاتا ہے حدیث کی اور علمائے اہلسنت کی کتابوں میں ونکے نام کے ساتھ ساتھ تسوید بھی موجود ہے اور ترضیہ بھی۔ علامہ ابن حجر ہیتمی نے ایک رسالہ بنام تطہیر الجنان تصنیف فرمایا اس میں فرماتے ہیں فقد ذکر مناقب المغفی فی فضل سیدنا ابی عبد الرحمٰن امیر المومنین معاویۃ بن صخر ابی سفیان (الی عبد مناف) رضی اللہ عنہ و ارضاہ (عبارت مذکورہ میں لفظ سیدنا (جو مترادف لفظ حضرت کا ہے) موجود رضی اللہ عنہ موجود اور نہ لفظ امیر المومنین اور لفظ وارضاہ۔ فرمائیے بابا صاحب کیا حال ہے آپ کا۔ دیکھئے عضوا علیکم الانامل من الغیظ کے مصداق نہ بن جائیگا ورنہ لوگ آپ کو عضوض کہنے لگیں گے۔

صحابی کی تعریف

قولہ حامیان معاویہ کے نزدیک صحابی کی تعریف، صـ۲

اقول صحابی کی یہ تعریف کہ اجتمع بالنبی مومنا ومات علی الایمان صرف حامیان معاویہ ہی نے نہیں کی بلکہ حامیان حضرت مولیٰ نے بھی کی ہے۔ تمام محدثین ائمہ مجتہدین فقہاء متکلمین جو دونوں کے حامی ہیں۔ یہ ہی تعریف کرتے ہیں۔ تعریف مذکور کو حامیان معاویہ کا لقب لگا کر ساقط الاعتبار کرنے کی کوشش بجز اس کے سوا اور کچھ نہیں۔ فصل اول میں دیکھئے کہ صحابی کی یہ تعریف کس کس نے کی ہے اور پھر یہ بتائیے کہ ان میں کون کون حامیان معاویہ ہیں اور وہ حامیان حضرت مولیٰ نہیں۔

آپ کی نگاہ میں حضرت معاویہ برے ہیں تو اون کے حامی بھی برے ہیں اور صحابی کی تعریف مذکور کرنے والے حامیان معاویہ ہیں تو یہ تعریف حضرت علامہ نووی نے بتائی۔ علامہ کمال ابن شریف نے فرمائی۔ علامہ دوانی نے تحریر کی۔ علامہ عسقلانی نے لکھی تو یہ سب حامیان معاویہ ہوئے اور حامیان معاویہ ہوکر آپ کے نزدیک برے ہوئے تو بابا صاحب آپ اپنے ٹھکانے کے لئے اپنی بہتی گنگا کے لئے وصیت فرمائیے لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم بات موقعہ سے نکال دیکھی ہے اور یہ نہیں کہ یہ

کہ یہ کتنوں اور کیسے کیسوں کو زخمی کرے گی، اور پھر آخر میں اپنی زبان سے خود بھی زخمی ہونگے۔ حضور
صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا کہ بہت سے لوگ اپنی ہی زبان کی کاٹ چھانٹ کی وجہ سے
میں جائینگے۔ (مشکوٰۃ)

قولہ حامیانِ معاویہ کا یہ قول کہ ہر ایک صحابی عادل ہے اور اس کی برائی اور بدکاری
تاویل واجب ہے۔ (ص ۲)

اقول۔ یہ قول بھی صرف حامیانِ معاویہ کا نہیں بلکہ حامیانِ مولیٰ کا بھی ہے
دو ہیں کہاں کہ ایک کو اتکا اور ایک کو اوتکا کہیں وہاں تو صرف اہل سنت ہیں جو دونوں کے
دونوں کی تعظیم و توقیر کرنے والے دونوں کو صحابی سمجھنے والے ہیں۔ یہ تفریق تو بابا صاحب آپ کی
کی نگاہ میں ہے کہ یہ حامیانِ معاویہ ہیں اور یہ حامیانِ مولیٰ۔ چنانچہ آپ غالباً اپنے آپ کو حامیانِ
مولیٰ تصور کرتے ہیں اور دوسروں کو حامیانِ معاویہ۔

تمام اہل سنت کا یہی عقیدہ ہے کہ صحابی عادل ہیں۔ ان کے ارشادات گرامی ملاحظہ

تعدیلِ صحابہ

صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم کے فضائل میں سے ایک فضیلت ان کی عدالت بھی ہے اور
یہ مسئلہ اس قدر اہم ہو گیا ہے کہ علم کلام میں خاص طور سے ذکر کیا جاتا ہے۔

حضرت سیدنا امام الائمہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فقہ اکبر میں فرماتے ہیں ولا نذکر الصحابۃ
الا بخیر یعنی ہمیں چاہئے کہ ہم صحابۂ کرام کا ذکر بھلائی ہی کے ساتھ کریں۔ علامہ علی قاری فرماتے ہیں
ای مجتمعین ومنفردین۔ یعنی مجموعی حیثیت سے بھی ذکر بخیر ہو اور فرداً فرداً ذکر ہو جب بھی ذکر
بالخیر ہو۔ اس کے بعد دو حدیثیں نقل فرماتے ہیں کہ حضور نے فرمایا ہے خیر القرون قرنی
بہترین قرن میرا قرن ہے یعنی صحابہ۔ اور فرمایا اذا ذکر اصحابی فامسکوا جب میرے صحابہ
کا ذکر ہو تو زبان روک لو۔ اس کے بعد فرماتے ہیں ولذلک ذهب جمهور العلماء الی ان الصحابة
کلهم عدول قبل فتنة عثمان وعلی وکذا بعدها جمہور علما کا مذہب یہی ہے کہ ہر ہر صحابی
عادل ہے خواہ فتنۂ عثمان و علی سے پہلے کے ہوں یا بعد کے۔

علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ شرح مسلم باب فضائل صحابہ میں فرماتے ہیں واما المذهب الذی علیه جمهور

[كا]نت لكل طائفة شبهة اعتقدت تصويب انفسها بسببها وكلهم عدول ومتأولون في حروبهم وغيرها ولم يخرج شئ من ذلك احد امنهم من العدالة لانهم مجتهدون اختلفوا في مسائل من محل الاجتهاد ۔ وہ جنگیں جو صحابہ کے درمیان واقع ہوئیں، ان میں ہر دو فریق کو شبہ تھا جس کی وجہ سے ہر ایک نے اپنے آپ کو صحیح راستہ پر سمجھا اور ان میں سے ہر ایک عادل ہے اور جنگ وغیرہ [میں] (ان میں) ہر متاول ہے اور ان چیزوں کی وجہ سے وہ عدالت سے باہر نہ ہوئے اس لئے کہ وہ مجتہد تھے جنہوں نے مسائل میں محل اجتہاد میں اختلاف کیا۔

پھر فرمایا وھذا اتفق اهل الحق ومن يعتد به في الاجماع على قبول شهاداتهم ورواياتهم [و]كمال عدالتهم ۔ اور اسی واسطے اہل حق نے اور ان لوگوں نے جنکے اجماع پر بھروسہ کیا جاتا ہے [اس] پر اجماع کر لیا کہ ان حضرات صحابہ کی گواہیاں اور شہادتیں مقبول ہیں اور یہ حضرات عادلین کاملین ہیں۔

پھر حدیث تمرقہ مارقۃ کی شرح میں فرمایا وفيه التصريح بان الطائفتين مؤمنون لا يخرجون [با]لقتال عن الايمان ولا يفسقون وهذا مذهبنا ومذهب موافقينا اس حدیث میں تصریح [ہ]ے کہ ہر دو فریق (حضرت علی و حضرت معاویہ اور ان کے ساتھی) مومن ہیں جنگ کی وجہ سے [ا]یمان سے خارج نہ ہوئے اور نہ فاسق یہ ہی ہمارا اور ہمارے موافقین (اہل سنت وجماعت و [ا]ثنا عشریہ) کا مذہب ہے۔ عدم فسق ہی عدالت ہے۔ اس لئے کہ ایک دوسرے کی ضد ہے نفی [ف]سق اثبات عدالت ہے۔

علامہ ابن عبد البر استیعاب میں فرماتے ہیں فهم خير القرون وخير امة اخرجت للناس [ثب]تت عدالة جميعهم بثناء الله عز وجل وثناء رسوله صلى الله عليه وسلم صحابہ کرام [خیر] القرون ہیں۔ بہترین امت ہیں۔ سب کی عدالت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے ثنا کی وجہ سے [ثابت] ہو چکی ہے (خطبہ)

علامہ عسقلانی اصابہ میں فرماتے ہیں اتفق اهل السنة والجماعة على ان الجميع عدول [ولم] يخالف في ذلك الا شذوذ من المبتدعة وذكر الخطيب في الكفاية فصلا نفيسا في ذلك [فق]ال عدالة الصحابة ثابتة معلومة بتعديل الله لهم واخباره بطهارتهم واختياره لهم [اہل] سنت وجماعت کا اتفاق ہے کہ تمام صحابہ عادل ہیں اور اس مسئلہ میں سوا چند مبتدعین وخارجی

رافضی اور جیسے بابا صاحب اور اون کے امام محمد بن عقیل) کے کسی نے خلاف نہ کیا اور علامہ خطیب
نے کفایہ میں اس مسئلے پر بڑا نفیس مقالہ لکھا اور فرمایا صحابہ کی عدالت ثابت ہے معلوم ہے اللہ تعالیٰ
نے اون کی تعدیل فرمائی ہے اون کی پاکیزگی کی خبر دی ہے اوس نے اونھیں پسند فرمایا ہے (مقدمہ)
اسکے بعد چند احادیث و آیات لکھنے کے بعد فرماتے ہیں فجمیع ذلك یقتضی القطع بتعدیلهم ولا
یحتاج احد منهم مع تعدیل الله له الی تعدیل احد من الخلق. یہ تمام چیزیں یقین دلاتی ہیں
کہ وہ عادل ہیں اور اللہ نے جب اون کی عدالت بیان فرما دی تو مخلوق میں سے کسی کی تعدیل
کی ضرورت نہ رہی۔

علامہ ابن حجر صواعق محرقہ میں فرماتے ہیں اعلم ان الذی اجمع علیه اهل السنة والجماعة
انه یجب علی کل مسلم تزکیة جمیع الصحابة باثبات العدالة لهم والکف عن الطعن فیهم
والثناء علیهم یاد رکھو کہ تمام اہل سنت کا اجماع ہے کہ ہر مسلمان پر واجب ہے کہ تمام صحابہ کو
عادل جان کر اون کا تزکیہ کرے اون پر طعنہ زنی سے بچے اون کی ثنا میں مشغول رہے (ص۱۲۴)

پھر فرمایا نعلم ان جمیع ما ذکرناه من الآیات هہنا ومن الاحادیث الکثیرة الشهیرة
فی المقدمة یقتضی القطع بتعدیلهم ولا یحتاج احد منهم مع تعدیل احد من الخلق۔
آیات و احادیث سے صحابہ کی عدالت درجہ یقین تک پہونچ گئی اور خدا کے تعدیل کے ہوتے
کسی کی تعدیل کی ضرورت نہیں۔

پھر فرمایا هذا مذهب کافة العلماء ومن یعتد قوله ولم یخالف فیه الا شذوذ
من المبتدعة الذین ضلوا واضلوا فلا یلتفت الیهم ولا یعول علیهم تمام علما کا یہی مذہب
اور سوا چند بدمذہبوں کے کسی نے خلاف نہیں کیا وہ خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا
ایسے لوگ قابل التفات نہیں اور نہ قابل اعتماد (ص۱۲۶) جیسے محمد ابن عقیل اور بابا صاحب۔

پھر فرمایا قال ابن الصلاح والنووی الصحابة کلهم عدول وکان للنبی صلی الله علیه وسلم مائة الف واربعة
عشر الف صحابی عند موته صلی الله علیه وسلم والقرآن والاخبار مصرحان بعدالتهم وجلالتهم ولما جری
بینهم محامل۔ ابن صلاح اور نووی نے فرمایا کہ تمام صحابہ عادل ہیں۔ حضور کے کل صحابہ حضور کے وصال
کے وقت ایک لاکھ چودہ ہزار تھے اور قرآن و احادیث دونوں عدالت صحابہ کو صراحۃً بتا رہے ہیں

اور جو کچھ اونکے درمیان (ناخوشگوار) واقعات نمودار ہوئے وہ سب تاویل پر مبنی ہیں (لہٰذا) یعنی ان واقعات کی وجہ سے اونکی عدالت پر اثر نہ پڑا۔

جب بابا صاحب یہ پڑھتے اور کلمات حقانی سنتے، اور پھر پتے ام محمد بن عقیل کی دیانت و سنیت کا اندازہ لگاتے ہے۔ مگر بابا صاحب آپ کا ام بھی تو تنگ ہو ہی گیا والجمہور علی ان الصحابۃ کلہم عدول کہ جمہور اہل علم اہلسنت کا مذہب یہی ہے کہ صحابہ سب عادل ہیں مگر آپ نے جب اسکا ترجمہ کیا تو زبان دبا کر آپ کہتے ہیں اور عدل میں سے جمہور اس مسئلے کے قائل ہیں۔ عبارت میں لفظ عدالت ہے اور آپ ترجمہ میں "اس مسئلے" کا لفظ لکھتے ہیں کیا لفظ عدالت لکھتے ہوئے آپ کے قلم کو کچھ ہوتا تھا۔ من خوب می شناسم پیران پارسا را۔ آپ نے لفظ مسئلہ لکھکر پردہ ڈالنا چاہا اور دھوکہ دیا کہ اردو میں لفظ عدالت دیکھکر لوگ یہ نہ کہنے لگیں کہ جمہور جب عدالت کے قائل ہیں تو پھر جمہور کے خلاف بات تسلیم نہ کی جائیگی۔ اور محمد بن عقیل اور آپ دونوں کا قول جمہور کے خلاف ردّی کے ٹوکرے میں بلکہ مزبلہ پر پھینکدینے کے قابل ہوگا۔ بابا صاحب یہ خداع و مکر اہل سنت کی شان کے لائق نہیں۔ خصوصاً اوس کے لئے جو فاضل علوم شرقی ہو۔

بابا صاحب کہیں آپ نہ کہدیں کہ یہ تو صحابہ کی عدالت کا ذکر ہے اور حضرت معاویہ صحابی ہی نہیں یا اون کا خصوصیت سے نام نہیں تو اون کی عدالت کہاں ثابت ہوئی۔ اسکا جواب یہ ہے کہ حضرت معاویہ کی صحابیت "کالشمس فی نصف النہار" کی طرح روشن ہے اس لئے صحابہ میں داخل ہوکر اون کی عدالت بھی ثابت ہے۔

دوسرے یہ کہ اس قانون کی توضیح و تشریح کے سبب اعظم بھی وہ ہی ہیں اور اون جنگوں کی وجہ سے جو حضرت معاویہ اور حضرت مولا کے درمیان ہوئیں اور بدنہادوں نے بدتمیزی کی زبانیں دراز کیں کسی نے کافر کہا جیسے خوارج، کسی نے فاسق کہا تو یہ قانون الصحابۃ کلہم عدول کتابوں میں لایا گیا توضیح و تشریح ہوئی۔ یہی وجہ ہے کہ اکثر کتابوں میں یہ قانون اور اسکی بحثیں انھیں جنگوں کے تذکرے اور حضرت معاویہ کے حالات کے بیان میں موجود ہیں یعنی وضع قانون کا سیاق و سباق بتارہا ہے کہ حضرت معاویہ، اور اون صحابہ کے لئے جو اونکے ساتھ تھے۔ قانون کی شکل میں آیا کہ یہ لوگ باوجود ان جنگوں کے بھی ساقط العدالت

نہ ہوئے۔

علامہ نووی کی عبارت دیکھئے پہلے وہ جنگ کا ذکر کرتے ہیں پھر عدالت کا واما الحروب التی جرت فکانت لکل طائفۃ شبھۃ اعتقدت تصویب انفسھا بسببھا پھر فرمایا وکلھم عدول۔

ملا علی قاری نے عدالت کا ذکر کیا تو اسی موضوع جنگ کو لیکر الصحابۃ کلھم عدول قبل فتنۃ عثمان وعلی وکذا بعدھا

علامہ ابن حجر نے جب کلھم عدول فرمایا تو اس کے بعد فرادیا و لما جری بینھم محامل پھر خصوصیت سے حضرت معاویہ کا نام لیکر ان کی عدالت عدم فسق عدم جواز لعن وطعن کا ذکر کیا۔ علامہ نووی نے فرمایا واما معاویۃ فھو من العدول الفضلاء علامہ ابن حجر نے فرمایا ولا یجوز الطعن فی معاویۃ۔ علامہ تفتازانی نے شرح عقائد میں ملا علی قاری نے شرح فقہ اکبر میں فرمایا وبالجملۃ لم ینقل عن السلف المجتھدین والعلماء الصالحین جواز اللعن علی معاویۃ واحزابہ۔ علامہ نووی نے حدیث تمرق مارقۃ کی شرح میں حضرت مولا علی، اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کا نام لیا اور ان کے ساتھیوں کا پھر فرمایا ولا یفسقون۔ عدم لعن وطعن اوس کے لئے ہے جو صاحب عدالت ہو غیر ملعون غیر مطعون کے معنی ہیں عادل۔ فسق عدالت کی ضد ہے۔ عدم فسق ہی عدالت ہے۔ نام لیکر بتایا کہ حضرت معاویہ عادل ہیں۔ عادل ہیں اور جنگ کے ذکر کے موقعہ پر کہا عادل ہیں عادل ہیں۔

اس سے ثابت ہو گیا کہ جنگوں اور آپس کے قتل وقتال سے یہ دونوں گروہ عادل ہی رہے۔ کیوں؛

اس لئے کہ عدالت نام ہے اجتناب عن الکبائر کا یعنی زنا چوری۔ شراب خوری جھوٹ قتل نفس بغیر حق اور ہر گناہ کبیرہ سے بچنا یعنی جس کی وجہ سے فاسق وفاجر ہو جاتا ہے نا قابل امامت بن جاتا ہے۔ مقبول شہادت نہیں رہتا۔ اوس سے دُور رہنا عدالت ہے مگر یہ باتیں بالکل یقینی طور پر پائی جائیں۔ تاویل کی گنجائش نہ ہو۔ محض تردد میں نہ ہوں اور ثبوت بھی یقینی ہو۔ ظنی اور وہمی نہ ہو۔ ورنہ تاویل ہو سکتی یا ثبوت قطعی نہ ہوا تو عدالت

ثابت ہو گی۔ یہ تو گناہ کبیرہ ہے۔ وہ گناہ جو اکبر الکبائر ہے یعنی کفر جو گناہوں کا باپ ہے۔ عدم ثبوت قطعی اور محض تاویل ہونے سے اسلام کو ساقط نہیں کرتا۔ ملا علی قاری شرح فقہ اکبر میں فرماتے ہیں ولا یجوز نسبة مسلم الی کبیرة من غیر تحقیق پھر فرمایا ولا یجوز ان یرمی مسلم بفسق وکفر من غیر تحقیق جائز نہیں ہے کہ کسی مسلمان کو مرتکب گناہ کبیرہ، فاسق یا کافر بغیر ثبوت و تحقیق کہا جائے پھر ایک شخص کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا فقد علم مما تقدم انه کان مسلما ولم یثبت عنه ما یخرجه عنه کہ یہ تو معلوم پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ وہ مسلمان تھا اور اسلام سے خارج کرنے والی چیز بایۂ ثبوت کو نہ پہنچی (ص۱۸۶)

علامہ ابن حجر صواعق میں فرماتے ہیں لا یجوز ان یلعن شخص بخصوصه الا ان علم موته علی الکفر کابی جهل وابی لهب واما من لم یعلم فیه ذلك فلا یجوز لعنه (ص۱۳۳) کسی شخص معین پر لعنت بھیجنا جائز نہیں۔ ہاں اگر ابوجہل و ابولہب کی طرح موت علی الکفر معلوم ہو جائے تو جائز ہے ورنہ نہیں

علامہ علی قاری شرح فقہ اکبر میں فرماتے ہیں اور فتاویٰ عالمگیریہ میں ہے (واللفظ للقاری) وقد ذکروا ان المسئلة المتعلقة بالکفر اذا کان لها تسع وتسعون احتمالا للکفر واحتمال واحد فی نفیه فالاولی للمفتی والقاضی ان یعمل بالاحتمال النافی۔ مسئلہ متعلقہ بکفر کے ننانوے پہلو کفر کے ہوں، اور ایک پہلو اسلام کا تو مفتی و قاضی پر واجب ہے کہ اسلام کے پہلو کو مد نظر رکھے (ص۱۹۸ و باب المرتدین)

پھر علامہ قاری نے فرمایا وفی المسئلة المذکورة تصریح بانه یقبل من صاحبها التاویل اس مسئلہ میں تصریح ہے کہ ایسی صورت میں تاویل قبول کر لی جائیگی۔

پھر فرمایا اما المعصیة الثابتة بالدلیل الظنی کخبر الواحد فانه لا یکفر مستحلها ولکن یفسق اذا استخف باخبار الاحاد فاما متاولا فلا جو معصیت دلیل ظنی سے ثابت ہو جیسے خبر واحد تو اس کا مستحل کافر نہیں لیکن فاسق ضرور ہوگا جبکہ اخبار احاد کو خفیف جانے لیکن تاویل کی صورت میں فاسق بھی نہ ہوگا (ص۱۹۹)

جب اسلام بغیر عدم ثبوت قطعی اور بغیر ثانی تحقیق ساقط نہیں ہوتا اور اسی طرح فسق بغیر ثبوت قطعی و ثبت تحقیقی ثابت نہیں ہوتا تو عدالت بغیر عدم ثبوت قطعی و تحقیقی کیسے ساقط ہو سکتی ہے۔

اجتہاد

خود ایک قسم کی تاویل ہے۔ مجتہد نے سوچ سمجھ کر اور ایک پہلو پر اوس کی رائے جم گئی اگر صواب ہے تو دو ثواب کا مستحق ہوا اور اگر خطا ہو گئی تو اس خطا پر وہ ماخوذ نہ ہوگا۔ فاسق و کافر نہ کہلائیگا۔ اور اوس کی عدالت ساقطہ نہ ہوگی۔

مسئلہ زیر بحث کے متعلق تصریحات ملاحظہ فرمائیے اور یہ دیکھئے کہ جنگ و فتنہ قتل و قتال موجود ہے اور اجتہاد و تاویل پر محمول کیا جا رہا ہے۔

علامہ نووی کا قول گذر چکا وکلھم عدول و متاولون فی حروبہم وغیرھا ولم یخرج شئی من ذلک احدا منہم من العدالۃ لانہم مجتہدون کل صحابہ عادل ہیں اور اپنی جنگوں میں متاول ہیں اور ان جنگوں کی وجہ سے اون کی عدالت ساقط نہ ہوئی اسلئے کہ وہ سب مجتہد ہیں

ملا علی قاری شرح فقہ اکبر میں فرماتے ہیں واما ما وقع من امتناع جماعۃ من الصحابۃ عن نصرۃ علی والخروج معہ الی المحاربۃ ومن محاربۃ طائفۃ منہم کما فی حرب الجمل وصفین فلا یدل علی عدم صحۃ خلافتہ ولا علی تضلیل مخالفیہ ولا بغاتہ اذ لم یکن ذلک عن نزاع فی حقیتہا مامتہ بل کان من خطاء فی اجتہادھم حیث انکروا علیہ ترک القود من قتلۃ عثمان (رضی اللہ عنہ) کچھ صحابہ کرام نے حضرت علی کی مدد نہ کی اور اون کے ساتھ حضرت معاویہ سے جنگ کے لئے نہ گئے اور کچھ صحابہ نے حضرت علی سے جنگ کی اور حضرت معاویہ کے ساتھ رہے جیسے صفین و جمل میں تو ان صحابہ کا جنھوں نے حضرت مولیٰ کا ساتھ نہ دیا۔ اور ان لوگوں کا جنھوں نے اون سے جنگ کی۔ ساتھ نہ دینا اور جنگ کرنا نہ تو اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ حضرت مولاکی خلافت صحیح نہ تھی اور نہ ان کی گمراہی پر دلالت کرتا ہے۔ اس لئے کہ یہ جنگیں مسئلہ خلافت میں نہ تھیں بلکہ خطائے اجتہادی کی وجہ سے تھیں کہ ان لوگوں نے حضرت مولا کا قاتلان عثمان سے بدلہ لینا ترک کیا

پھر فرمایا وان صدر من بعضہم مافی صورۃ شر فانہ اما کان عن اجتہاد الخ اگرچہ بعض صحابہ سے وہ چیز صادر ہوئی جو صورۃ شر تھی یا تو وہ اجتہاد کی وجہ سے تھی اھ (رضی اللہ عنہ) جس ذکر اون کا بالخیر ہی ہوگا۔

مولانا تفتازانی شرح عقائد میں فرماتے ہیں وما وقع بینہم من المنازعات والمحاربات

فذہما اول وتاویلات۔ اونکے درمیان جو جنگیں ہوئیں وہ سب مؤول ہیں۔

علامہ ابن ہمام مسایرہ میں علامہ کمال ودرس کی شرح مسایرہ میں فرماتے ہیں وما جری بین معاویۃ وعلی رضی اللہ عنہما من الحروب بسبب طلب تسلیم قتلۃ عثمان لمعاویۃ لما بینہما من بنوۃ العمومۃ کان مبنیا علی الاجتہاد من کل منہما۔ حضرت معاویہ اور حضرت علی کے درمیان جو جنگیں اس وجہ سے ہوئیں کہ وہ قاتلین عثمان طلب کرتے تھے وہ دونوں کے اجتہاد پر مبنی تھیں۔

علامہ شامی اپنے رسالہ تنبیہ الولاۃ میں فرماتے ہیں ونسکت عما جری بینہم من الحروب فانہ کان عن اجتہاد۔ صحابہ کے درمیان جو جنگیں ہوئیں اون سے ہم خاموش رہیں اس لئے کہ وہ سب اجتہاد پر مبنی تھیں۔

ثابت ہوا کہ فریقین کی جنگیں اجتہادی اور تاویلی جنگیں نہیں، اور اجتہاد وتاویل کی صورت میں گمراہی اور فسق کا فتویٰ نہیں دیا جا سکتا۔ عدالت ساقط نہیں کی جا سکتی۔ ملا علی قاری فرماتے ہیں والمخطی لا یضلل ولا یفسق (مش) علامہ نووی کا قول گذر چکا وہم یخرج شیء من ذلک احدا منہم من العدالۃ دوسرا قول بھی اونہیں کا گذر چکا لا یخرجون بالقتال عن الایمان ولا یفسقون ملا علی کا دوسرا قول بھی گذر چکا فاما مثلوا لا فلا۔ پس الصحابۃ کلہم عدول تمام صحابہ اور حضرت معاویہ اور اونکے ساتھی عادل ہیں۔

حضرت غوث پاک کا فرمان

اور سب سے بڑا فرمان تو اون کا ہے جو حضرت مولیٰ کی اولاد میں فخر الاولاد ہیں۔ حضرت سرکار بغداد رضی اللہ عنہ غنیۃ الطالبین میں فرماتے ہیں واتفق اہل السنۃ علی وجوب الکف عما شجر بینہم والامساک عن مساویہم واظہار فضائلہم ومحاسنہم وتسلیم امرہم الی اللہ عزوجل علی ما کان وجری من اختلاف علی وطلحۃ والزبیر وعائشۃ ومعاویۃ رضی اللہ عنہم۔

اہلسنت کا اتفاق ہے کہ اونکے درمیان جو اختلافات ہوئے اون سے اور اون کی برائی سے رکا جائے اونکے فضائل ظاہر کئے جائیں اور خوبیاں بیان کی جائیں اونکے معاملہ کو خدا کے سپرد کیا جائے جو کچھ بھی اختلاف ہوا حضرت علی اور حضرت طلحہ حضرت زبیر حضرت عائشہ حضرت معاویہ کے درمیان رضی اللہ عنہم اور اس سے پہلے فرمایا فکل ذہب الی تاویل حسن ہر فریق تاویل

حسن کی طرف گیا۔

کس قدر صاف ارشاد ہے کہ کسی کی برائی نہ بیان کرو۔ اس لئے کہ ہر ایک عادل ہے۔ اگر کسی کی عدالت ساقط ہوتی فاسق ہو گیا تھا تو حضرت فتوی دینے سے کب رک سکتے تھے ہرگز نہیں فاسق غیر عادل ہونے کا فتوی نہ دیا بلکہ ان معاملات میں سکوت کا اور اظہار فضائل و محاسن کا حکم فرمایا۔ اس کے بعد بھی اگر کوئی بدنصیب نہ سمجھے تو اسے خدا ہی سمجھے

مجتہد

پھر ان معاملات میں حضرت معاویہ اکیلے نہیں ہیں وہ ہی اکیلے مجتہد نہیں ہیں بلکہ ساتھ ہیں حضرت طلحہ ہیں۔ حضرت زبیر ہیں دونوں عشرہ مبشرہ سے۔ حضرت عائشہ ام المومنین حضرت عمرو بن عاص اور بھی دیگر صحابہ بہرحال حضرات مذکور الصدر تو قطعاً شان اجتہاد رکھتے ہیں اور یہ سب حضرت معاویہ کے ساتھ تھے اور ان کا اور حضرت معاویہ کا سب ہی کا اجتہاد تھا۔ ان حضرات کو ان جنگوں کی وجہ سے کوئی فاسق کہہ سکتا ہے نہ عدالت سے خارج کر سکتا ہے تو حضرت معاویہ کو بھی نہیں۔

تنبیہ۔ جن حضرات ائمہ مجتہدین حضرات محدثین و فقہاء و متکلمین نے یہ قانون بنایا کہ الصحابۃ کلہم عدول۔ یہ سب حضرات صحابہ کے بعد ہیں۔ صحابہ ان سے پہلے گذر چکے ہیں صحابیت کا دروازہ حضور کے وصال کے بعد مسدود ہو چکا ہے۔ صحابہ کی تعداد محدود ہو چکی ہے اب کوئی نیا صحابی نہیں ہونے کا اس لئے کہ صحابیت کی شرط اول دیدار مصطفے معدوم ہے ائمہ مجتہدین حضرات محدثین نے تمام زندگی پر نظر ڈالی، جانچا پرکھا تحقیق و تفتیش کی تو اس نتیجہ پر پہونچے کہ ان کی عدالت کے خلاف کوئی بات نہیں ہے تو فرما دیا الصحابۃ کلہم عدول اور جن حضرات سے بمقتضائے بشریت کوئی گناہ ہو گیا تو اس کا شرعی دفعیہ بھی ہو گیا اور ان کی عدالت واپس آگئی۔ شریعت مطہرہ کا مسلمہ قانون ہے کہ گناہ کے بعد اگر توبہ کر لی جائے تو وہ فسق جو گناہ کی وجہ سے طاری ہو جاتا ہے توبہ سے زائل ہو جاتا ہے۔ حضور فرماتے ہیں التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ اور جب وہ نہ رہا تو فسق بھی نہ رہا اور عدالت فسق کی وجہ سے ہو گئی تھی جب فسق نہ رہا تو عدالت واپس آگئی۔ در مختار میں ہے ومتی ارتکب کبیرۃ سقطت

عدالشما سکی شرح میں علامہ شامی فرماتے ہیں وتعود اذا تاب

غرضکہ جب اون میں خلاف عدالت بات نہ پائی یا خلاف عدالت بات کی حکایت پائی تو اوسکے دفعیہ کے بھی ذکر پایا تو فرما دیا کلہم عدول۔

پس ابن عقیل کا صحابی کے لئے وہ شرب الخمر وقتل النفس وغیرہ کہکر صحابی کی عدالت پر حملہ کرنا یا صحابیت کے معنی بگاڑنا محض کوا س ہے۔ اب تو اگر گران اور یبو کی ضرورت ہی نہیں اس لئے کہ اب آیندہ کو کوئی صحابی تو پیدا ہوگا نہیں جو اس فرض و تقدیر کی ضرورت ہو یہ گفتگو تو اوس وقت صحیح ہوسکتی ہے جب کسی ایسی جماعت کے لئے کہا جائے جسکا سلسلہ جاری ہو۔ اس لئے کہ اوسکے آیندہ کا حال نہیں معلوم۔ آج اوس کے لئے یہ نہیں کہہ سکتے کہ یہ جماعت عادل ہے متقی ہے اگر ایسا کہا جائیگا تو اعتراض کرنے کا حق ہوگا کہ اگرچہ شراب پئے زنا کرے وغیرہ۔ لیکن ایسی جماعت جسکی حد بندی ہوچکی سلسلہ ختم ہوچکا۔ احوال کی جانچ ہوچکی گناہوں سے محفوظ ہونے یا پاک ہوجانے کا علم ہوچکا اوس جماعت کے متعلق اگرچہ مگرچہ کی گنجائش نہیں۔

اسی طرح علماء اور جمہور علماء نے یہ سمجھا کہ اون جنگوں کی وجہ سے جو حضرت مولا اور حضرت معاویہ کے درمیان ہوئیں کسی پر فسق طاری نہ ہوا اس لئے کہ وہ اجتہاد پر مبنی تھیں اور جب فسق نہ آیا تو عدالت بدستور باقی رہی اور الصحابۃ کلہم عدول کہنے کا حق باقی رہا یہ جنگیں وحادّ اللہ ورسولہ کے تحت نہیں آئیں جیسا کہ محمد ابن عقیل نے سمجھ رکھا ہے کہ ان جنگوں کی وجہ سے اون پر فسق اور غیر عادل ہونے کا حکم لگا رہا ہے۔ ملا علی قاری شرح فقہ اکبر میں فرماتے ہیں وان صدر من بعضہم بعض ما ہو فی صورۃ شر فانہ اما کان عن اجتہاد ولم یکن علی وجہ فساد من اصرار وعناد۔ اگرچہ بعض صحابہ سے ایسی چیزیں صادر ہوئیں جو بظاہر شر معلوم ہوتی ہیں لیکن یا تو وہ اجتہاد پر مبنی ہیں یا یہ کہ علی وجہ الفساد نہیں کہ اصرار و عناد ہوتا۔ پھر فرمایا ولذلک ذہب جمہور العلماء الی ان الصحابۃ کلہم عدول قبل فتنۃ عثمان وعلی وکذا بعدہا۔ جمہور علماء کا مذہب یہ ہی ہے کہ صحابہ جس طرح فتنہ جنگ سے پہلے عادل تھے اسی طرح بعد کو بھی عادل رہے۔ علامہ نووی نے فرمایا وکلہم عدول و متاولون فی حروبہم وغیرہا ولم یخرج شیٔ من ذلک احدا منہم من العدالۃ

کل صحابہ عادل ہیں، در جنگیں وغیرہ مؤول اور ان کی وجہ سے اون کی عدالت ساقط نہ ہوئی

تاویل

رہی تاویل۔ تو حضور نے فرمایا ہے ادرءوا الحدود ما استطعتم جہاں تک ممکن ہو حد
کو دفع ہی کرو تاویل کا مقصد بھی دفع حد ہے لہذا تاویل حدیث سے ثابت اسی واسطے
قانون مقرر کیا گیا کہ کسی فعل و قول کے ننانوے پہلو کفر کے ہوں اور ایک پہلو اسلام کا تو اسلام
پہلو غالب رہے گا اور مفتی پر واجب ہوگا کہ اسی پہلو کے مطابق فتوی دے۔

اس خصوص میں بھی تاویل کا حکم دیا گیا۔ ملا علی قاری فرماتے ہیں وما کان صحیحاً اوّلنا
تاویلاً حسناً جو روایتیں صحیح الاسناد ہونگی اونکی بہتر تاویل کرینگے۔ اس مضمون کی تفصیل
اجتہاد گذر چکی ہے مطالعہ کی جائے۔

جمہور اہل سنت کا مسلک تو تاویل ہے اور ابن عقیل تاویل کی مخالفت کرتے ہوئے
ارتکاب جرم کی دفعہ لگتا ہے تو یہ جمہور کی مخالفت ہوئی اور جمہور کی مخالفت کنندہ کو اللہ تعالیٰ نے
ویتبع غیر سبیل المؤمنین نولہ ما تولی ونصلہ جہنم میں جہنمی ہونا بتائی ہے

قولہ اب ہم آپ کے سامنے لغت اور اصطلاح کے اعتبار سے لفظ صحبت کے معنی اور
نتائج جو لفظ صحبت کے معنوں پر مترتب ہوتے ہیں بیان کئے دیتے ہیں (ص ۔)

اقول اے جناب امام و مقتدی کیا وجہ آپ تکلیف اوٹھا رہے ہیں اور صحبت کے
لغوی اور اصطلاحی کی تشریح فرما رہے ہیں۔ جن حضرات نے کلہم عدول بہ لفظ صحابہ فرمایا
وہ جاہل نہ تھے۔ لغت و اصطلاح کو آپ سے زیادہ جانتے تھے۔ معنی لغوی و اصطلاحی کی
یہ آیتیں اور حدیثیں پیش کی ہیں اونکے معانی اونکے مقاصد اونسے پیدا ہونے والے مسائل آپ دونوں سے زیادہ جانتے
ہاں ایک بات اون میں نہ تھی کہ وہ رافضی نہ تھے محبت علی کا دم بھرتے ہوئے دوسرے صحابی کی شان میں گستاخ
بے ادب نہ تھے وہ صحابہ کو دو قسموں نیکوکار اور بدکار پر تقسیم نہ کرتے تھے۔

اے جناب امام و مقتدی یہاں لفظ صحبت کے معنی لغوی کی بحث کی ضرورت نہیں
جمہور علماء نے صحابی و صاحب رسول کے معنی اصطلاحی مقرر کر دیے کتب دینیہ میں محاورہ
زبان میں استعمال ہونے لگے تو اب معنی لغوی کا وہم و گمان بھی نہیں آتا وہ تو

رائج ہوگیا، متروک بن گیا۔ لہٰذا معنی لغوی کی بحث بیکار ہے۔ اس اصطلاح کے قائم
ہوجانے کے بعد لفظ صحابی کا اطلاق نہ کسی کافر پہ ہوسکتا ہے نہ منافق پر اور الصحابہ کلہم عدول
اس اصطلاح کے ساتھ ساتھ ہے لہٰذا صحابی سے نہ کافر مراد ہوسکتا ہے نہ منافق جو کلہم عدول پہ نقض وارد ہو۔

قولہ مومن منافق اور کافر لفظ صاحب یا صحابی مسلم اور کافر دونوں کے لئے یکساں طور پر بولا جاتا ہے دلیلیں ملاحظہ ہوں (ص...)

اقول قرآن کی آیت ما ضل صاحبکم کو اپنے دعوے کی دلیل بنانا زبان سے
ناواقفیت کی دلیل ہے۔ یہ اصطلاح صحابی بمعنی خاص مجتہدین و محدثین نے صحابہ کے
تعلیق و تجدید کے بعد قائم کی۔ قرآن پاک جس وقت نازل ہوا اس وقت صرف لغوی معنی
تھے اصطلاحی نہ تھے لہٰذا اصطلاح پر قرآن کی آیتوں سے نقض وارد نہیں ہوسکتا۔

علاوہ بریں ابن عقیل نے جو آیتیں نقل کی ہیں، ان میں بھی لفظ صاحب مسلمان ہی کے لئے
ہے پہلی آیت ما ضل صاحبکم اور تیسری آیت ما بصاحبکم میں صاحب سے حضور مراد ہیں
چوتھی آیت فقال لصاحبہ میں صاحب سے مراد مسلمان ہے، اس لئے کہ انا اکثر منک مالا و ولدا
کا متکلم کافر ہے۔ پانچویں آیت میں بھی صاحب سے مراد مسلمان ہے اس لئے کہ جملہ اکفرت
بالذی خلقک اسی کا قول ہے، وہ یہ کہکر اپنے مخالف سے کفر کی مذمت کر رہا ہے اور چھٹی
آیت میں بھی لہ اصحاب سے مسلمان ہی مراد ہیں۔ اس لئے کہ ان کی صفت دعوت الی الہدیٰ
بیان کی جا رہی ہے۔ ساتویں آیت میں ابن عقیل اور ان کے مقلد کو دھوکہ ہوگیا وہ لفظ
صاحبہما میں صاحب اسم فاعل سمجھ گئے حالانکہ وہ مصدر مصاحبت سے امر کا صیغہ ہے
گفتگو یہاں لفظ صاحب رسول بقید اضافت اور لفظ صحابی سے ہے نہ کہ صحبت کے تمام مشتقات
سے کہ صحب۔ یصحب۔ مصحوب۔ اصحب سب میں معنی اصطلاحی ملحوظ کئے جائیں۔

قولہ رسول اللہ منافقین کو بھی اپنا صحابی فرماتے ہیں (ص...)

اقول اس دعوے پر جن حدیثوں سے استدلال کیا گیا ہے وہ حدیثیں بھی معنی
اصطلاحی پر وارد نہیں ہوتی ہیں۔ اصطلاح بعد میں قائم ہوئی ہے اور ان میں بھی معنی لغوی
مراد ہیں۔ علاوہ بریں حضور نے منافق کو منافق سمجھتے ہوئے صحابی نہیں فرمایا۔
عبداللہ ابن ابی مدینہ کا رہنے والا ہے۔ مدینہ کی ابتدائی زندگی ایسی تھی کہ بچے اور

جو سے مسلمان مخلوط تھے کلمہ میں تو شریک تھے ہی نماز میں روزے میں جہاد میں بھی شریک تھے، یہ سلسلہ جنگ احد تک رہا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آیہ وما کان اللہ لیذر المومنین علی ما انتم علیہ نازل فرما کر دونوں میں تمیز فرما دی، آیہ کریمہ وما کان اللہ لیطلعکم علی الغیب کے مصداق کے مطابق اللہ تعالیٰ نے حضور کو منافقین کی اطلاع دیدی اور حضور نے مسجد میں خطبہ دیتے ہوئے نام بنام پکار کر منافقین کو نکل جانے کا حکم دیدیا۔ اسکے بعد کسی کھلے منافق کو حضور نے ہرگز صحابی نہ فرمایا۔ عبداللہ بن ابی کو اس کے حالات سے مشتبہ ہونے کی بنا پر حضور نے قتل کو منع فرمایا۔ حضور کا یہ فرمانا کہ لا یتحدث الناس ان محمد ایقتل اصحابہ اس وقت تھا جب سب مخلوط تھے اور سب کو مسلمان کہا جاتا تھا تو حضور نے اگر صحابہ فرمایا تو اس کو فرمایا جو قانون کے اعتبار سے ابھی تک مسلمان تھا اور خدا کا حکم اسکے منافق ہونے کا نازل نہ ہوا تھا۔

علاوہ بریں حضور نے اپنی طرف سے تو اس کو صحابی کہا بھی نہیں بلکہ لوگوں کے قول کو نقل فرمایا کہ لوگ کہیں گے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے ساتھیوں کو قتل کرتے ہیں۔ عام لوگوں کو اسکا کیا علم کہ وہ منافق تھا اس لئے کہ ابھی تک منافقوں اور مسلمانوں میں تمیز نہ ہوئی تھی۔ سب مسلمان ہی کہلاتے تھے تو عام لوگ بھی مسلمان کہیں گے تو مسلمان سمجھ کر کہیں گے نہ منافق سمجھکر

قولہ بالکل اسی طرح کا واقعہ وہ واقعہ بھی ہے جو حنین کے الخ (صفحہ)

اقول بالکل اسی طرح جو جواب ابھی ذکر کیا گیا اس واقعہ کا جواب ہے کہ جس میں حنین کا مال غنیمت تقسیم ہوتے وقت ایک شخص کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے منافق فرمایا تھا اور حضور نے فرمایا تھا کہ اسے چھوڑ دو قتل نہ کرو ورنہ لوگ کہیں گے میں اپنے ساتھیوں کو قتل کرتا ہوں یا تو وہ ہی معنی لغوی مراد ہیں یا حضور نے اسکے منافق ہونے کا حکم نہ فرمایا اور جب منافق ہونے کا حکم نہ فرمایا تو منافق کو صحابی نہ کہا۔ علاوہ بریں اس شخص کو حضرت عمر نے منافق کہا۔ حضور نے تو اپنی زبان سے منافق نہ کہا جو یہ کہا جائے کہ حضور نے منافق کو صحابی کہا۔

اے جناب امام و مقتدی اس دعوی پر کہ حضور نے منافق کو اپنا صحابی فرمایا، یہ دلیلیں اور پیش تو کافی نہیں۔ دلیل وہ ہے کہ جس کا یہ مفہوم ہو کہ فلاں شخص محکوم علیہ بالنفاق ہے حضور نے اپنی زبان سے منافق فرمایا ہو اور اسی کو حضور نے صحابی بھی فرمایا ہو۔

آپ دونوں اور ضرورت ہو تو ادعوا شھداءکم سب مل کر ایسی دلیل پیش کرنا چاہیں تو ان شاء اللہ تعالی نہیں پیش کر سکتے تو یہ دعویٰ بھی ثابت نہیں ہو سکتا کہ حضور نے منافق کو صحابی کہا۔

رہا جناب بابا صاحب نے جب حدیث اول کو دیکھا اور اپنے امام کا اجتہاد ملاحظہ کیا تو باچھیں کھل گئیں وجد کا عالم طاری ہو گیا۔ جامے میں پھولے نہ سمائے اور آپ نے بھی شان اجتہاد کا پرچم لہرایا اور ساڑھے سولہ سطر کا ایک نوٹ لکھ ہی مارا۔ فرماتے ہیں "حامیان معاویہ سے کیا عرض کروں لیجئے" حامیان معاویہ سے آپ عرض کر ہی نہیں سکتے۔ آپ جانتے ہیں کہ وہ منہ توڑ جواب دینگے۔ سنئے جناب ضدی آپ ہیں اور ہٹ دھرم آپ ہیں۔ اہل سنت کے نزدیک بمعنی اصطلاحی جو صحابی ہو وہ واجب التعظیم ہے۔ عادل ہے۔ حضرت ہے اور رضی اللہ عنہ ہے۔ منافق و کافر اس معنی کے اعتبار سے صحابی نہیں۔ ورنہ اس معنی کے اعتبار سے حضور نے صحابی فرمایا۔ یہ آپ دونوں کی تہمت ہے کہ حضور نے منافق کو صحابی کہا۔ معنی لغوی کا مقام اور اس کے احکام اور ہیں معنی اصطلاحی کا مقام اور اس کے احکام اور ہیں دونوں کو مخلوط کر دینا اور دھوکہ دینا یہ آپ ہی دونوں کا وتیرہ ہے۔

مرتکب گناہ

کافر و منافق تو صحابی رسول نہیں لیکن جو مسلمان ہو اور اتفاق سے گناہ سرزد ہو جائے تو اس ارتکاب گناہ سے صحابیت میں فرق نہ آئے گا۔ اس لئے کہ صحابی کے لئے شرط اول اسلام ہے اور اسلام گناہ کبیرہ کے ارتکاب سے ساقط نہیں ہوتا۔ عقائد اہلسنت میں یہ بات طے ہو چکی ہے۔ عقائد نسفیہ میں ہے والکبیرۃ لا تخرج العبد المومن عن الایمان ولا تدخلہ فی الکفر۔ جب ایمان گناہ کبیرہ سے ساقط نہیں ہوتا تو صحابیت ارتکاب گناہ سے کیسے ساقط ہو سکتی ہے

فوائد صحبت اور اس کی مثالیں (ص ۱۱)

اقول۔ اس سلسلہ میں جو نام لئے گئے ہیں ان میں سے جو بعض اصطلاحی صحابی ہیں جیسے حضرت عمرو بن عاص حضرت سمرہ بن جندب حضرت مغیرہ ابن شعبہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہم ان کی صحابیت میں کوئی بدی نہیں۔ ان کی صحابیت کو بدی کے لفظ کے ساتھ یاد کرنا اپنی بدی پر مہر لگانا ہے۔ الیخولیا میں جو مبتلا ہوتا ہے وہ کچھ سوچتا ہے پھر اس کو یقینی بات سمجھ لیتا ہے اور پھر اپنے من مانے نتیجے نکالنے شروع کر دیتا ہے یہ ہی حال آپ دونوں امام و مقتدی کا ہے کہ کچھ سوچا اور ان کی صحابیت کو بدکنا شروع کر دیا۔

قولہ صحابی کی دو قسمیں۔ نیکوکار اور بدکار (ص ۱۲)

اقول لفظ صحابی کے ساتھ لفظ بدکار کا استعمال صحابیت کی توہین ہے جو صرف خارجی یا رافضی ہی کی زبان سے ادا ہو سکتی ہے۔ خدا کے فضل سے سنی بے ادب اور بدتمیز نہیں جو ایسا لفظ استعمال کرے۔ حضور کے صحابہ کرام میں کوئی بدکار نہیں اور جن سے کسی وقت کوئی لغزش ہو بھی گئی تو خدا کے فضل نے ان کی مدد فرمائی اور اس لغزش کا دفعیہ ہو گیا۔ ایسا شخص کہ جس سے کسی وقت کوئی گناہ ہو جائے اور وہ گناہ اس کی عادت نہ بن جائے تو عرف عام میں اس کو بدکار نہیں کہا جاتا۔ با با صاحب ادب سیکھئے ادب۔ با ادب با نصیب بے ادب بے نصیب۔

قولہ بدکار صحابی حوض کوثر پر جانے سے محروم رہیں گے (ص ۱۳)

اقول باطل غلط اول تو کوئی صحابی بدکار نہیں۔ ثانیاً صحابی تو صحابی ہے گنہگار مسلمان بھی حوض کوثر پر جانے سے محروم نہ ہوگا حوض کوثر پر جانا ہر ایمان والے کے لئے ہے اور گنہگار فاسق مسلمان ہے کافر نہیں۔ حوض کوثر پہ کافر نہ پہنچے گا

حدیث میں جو ذکر آیا کہ چند لوگ حوض کوثر سے محروم رہیں گے وہ وہ ہیں جو حضور کے بعد کافر و مرتد ہو گئے جن کی صحابیت کفر و ارتداد سے ختم ہو گئی۔ حدیث میں یہ لفظ موجود ہیں انہم لم یزالوا بعدک مرتدین علیٰ اعقابہم (بخاری)

حضور کے وصال کے بعد کچھ لوگ مرتد ہو گئے (جیسے مانعین زکوٰۃ وغیرہ)۔ ان لوگوں کو حضور دیکھیں گے تو اصحابی کہہ کر پکاریں گے۔ فرشتے عرض کریں گے حضور یہ آپ کے بعد مرتد ہو گئے حضور فرمائیں گے سحقا سحقا۔ یہ لوگ حضور کے زمانہ میں مسلمان تھے صحابی تھے صحابی کے لفظ سے

ادکے جاتے تھے حضور کے بعد مرتد ہو گئے۔ جن کو ز بر حضور ان کو دیکھتے ہی او اس علم کی بنا پر جو
تکی صحابیت کا علم دنیا میں تھا مسلمان اور صحابی فرما کر۔ و از دینگے تو حضور نے منافق ور کافر
سمجھتے ہوئے صحابی نہ فرمایا بلکہ مسلمان اور صحابی سمجھتے ہوئے صحابی فرمایا۔ لہذا اس حدیث سے استدلال
کرنا کہ حضور نے کافر کو صحابی فرمایا ور کافر بھی صحابی کہا جا سکتا ہے صرف بیہودہ سرائی ہے۔
حدیث آور دہ ا شیعاب ان میں اصحابی میں ۱۷۱ ۱۱ وکلا برائی سے بھی وہ ہی لوگ
مراد ہیں جو حضور کے وصال کے بعد مرتد ہو جائینگے لیکن ابھی تک حضور کی زندگی تک وہ مسلمان ہیں
اسلئے حضور نے اس وقت بحیثیت مسلمان ہونے کے صحابی فرمایا

قولہ کیا اس حدیث کو پڑھنے کے بعد بھی تمہیں یقین نہیں، آکر تمام صحابہ عادل نہیں الخ (صفحہ ۱۵)

اقول جناب بابا صاحب نے یہ نوٹ حدیث در ود حوض کے بعد لکھا ہے اور بطور نتیجہ آپ
سمجھا رہے ہیں مگر صرف بابا صاحب کی مجتہد العصری سے کیسے سمجھ میں اور کیسے یقین آئے۔ خصوصاً
ایسی حالت میں جبکہ بابا صاحب کو اللہ تعالیٰ نے حدیث کے سمجھنے کی توفیق ہی عطا نہ فرمائی ہو
ایسے پھس پھسے توجہات سے جمہور علمائے اہل سنت کا مقرر کردہ قانون الصحابۃ کلھم عدول
ٹوٹ سکتا ہے معاذ اللہ معاذ اللہ ائمہ مجتہدین حضرت محدثین تمام علمائے اہل سنت کے
اجماعی مسئلہ کو غلط اور گمراہ کن عقیدہ بنایا جا رہا ہے۔ کتاب اللہ اور کتاب رسول کے خلاف
ٹھہرایا جا رہا ہے۔ گویا تمام علمائے اہل سنت گمراہ اور بدعقیدہ اور قرآن و حدیث کے مخالف
ہیں اور صرف بابا جی اور بابا جی کے امام ابن عقیل صحیح العقیدہ ہیں اور قرآن و حدیث پر عمل
کرنے والے ہیں۔ بابا جی ہوش کی دوا کیجیے۔ آپ علمائے اہل سنت کے مقابلہ میں کیا حیثیت رکھتے ہیں
عربی کا خطبہ لکھیں تو ہم غلط ترجمہ کریں تو غلط۔ اوس پر چار ٹوں کی چودھری۔ ۔ نقیبوں کی کتب
سے سند اور دعویٰ قرآن و حدیث فہمی کا۔

قولہ اس حدیث میں اون اصحاب رسول کے متعلق جنھوں نے دین خدا اور شریعت مصطفےٰ
کو بدلا ہے۔ ان قول جیسے معاویہ (صفحہ ۱۰)

اقول جی نہیں بلکہ وہ لوگ جو خاص مرتد ہو گئے کافر ہو گئے اور اسی پر موت ہوئی جو اپنا
دین کھو چکے جیسے رافضی خارجی اور وہ جسکا ایک ہاتھ رافضی ہو اور جو رافضی کو پیار کرے

جو صحابہ رسول کو بدکار بتاتے وہ۔ اور ایسے لوگوں کے لئے تو حضور دینا ہی میں لعنت فرما چکے
ہیں۔ سمجھے بابا صاحب۔

عنوان نمبر ۲۱

قولہ تعدیل صحابہ کی بحث (ص ۲۲)

اقول اسی کتاب میں اسی عنوان کے تحت مفصل بحث گذر چکی ہے۔ اب دو باتیں کہ
اہام اگر تسلیم نہ کریں تو گھر بیٹھے رہیں مذہب جمہور پر کیا اثر ہوگا۔ اہل اہواء و اہل بدعت کا شیوہ
ہی یہ رہا ہے کہ وہ اہل حق کی مخالفت کیا کرتے ہیں۔ دیکھئے اسی مسئلہ میں علامہ عسقلانی نے فرمایا
ولم یخالف فی ذلک الا شذ من المبتدعۃ اور علامہ ابن حجر نے فرمایا ولم یخالف فیہ
الا شذوذ من المبتدعۃ الذین ضلوا و اضلوا فلا یلتفت الیہم ولا یعول علیہم تعدیل
جمیع صحابہ میں چند بدعتیوں نے جو خود گمراہ ہیں اور جنہوں نے گمراہ کیا ہے مخالفت کی ہے ان کی
بات قابل التفات نہیں۔ بابا صاحب غور کرلیں کہ وہ دن ونگے۔ امام مخالفت کرکے کون ہوئے

قولہ اذ الصحبۃ مع الاسلام لا تقتضی العصمۃ (ص ۲۳)

اقول یہ تو طے شدہ ہے کہ انسانوں میں انبیاء کرام کے سوا کوئی معصوم نہیں مگر اس
کے یہ معنی بھی نہیں کہ زبردستی بعض صحابہ کو گنہگار اور فاسق وغیرہ دل ٹھیرایا جائے اور ان کے بعض
افعال قابل تاویل کو گناہ ہی پر محمول کیا جائے حالانکہ شریعت کا یہ قاعدہ طے شدہ ہے کہ
مسلمانوں کے قول و فعل میں جہاں تک ممکن ہو تاویل کرکے گناہ سے دور ہی رکھا جائے

قولہ علی انہم اختلفوا فی ذلک التعدیل اختلافا کثیرا و الجمہور ہم الذین یقولون
بالعدالۃ (ص ۲۳)

اقول خدا کا شکر ہے کہ یہ تو تسلیم کرلیا کہ عدالت جمیع صحابہ کے قائل جمہور ہیں۔ پس جمہور
کے مسلک کا خلاف کرنا بے عقلی کے سوا کیا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا
ہے۔ اتبعوا السواد الاعظم بڑی جماعت کا اتباع کرو اور فرماتے ہیں علیکم بالجماعۃ جماعت
کو لازم پکڑو۔ جمہور کے مسلک کے خلاف کوئی بات قابل توجہ نہیں۔ لہذا ابن عقیل اور بابا صاحب

کی یہ ساری کاوشیں بالکل بیکار نہ قابلِ اعتبار۔

اس کے بعد کسی اور قیل وقال کی ضرورت ہی باقی نہیں رہتی۔ مع ہذا، علماء نے یہ بھی تصریح فرمادی کہ فتنۂ جنگ کے بعد بھی عدالت ہی علما کا مسلک ہے چنانچہ ملا علی قاری فرماتے ہیں ولذلك ذهب جمهور العلماء الى ان الصحابة كلهم عدول قبل فتنة عثمان وعلى وكذا بعدها اور علامہ نووی نے فرمایا وفيه التصريح بان الطائفتين مومنون لا يخرجون بالقتال عن الايمان ولا يفسقون

خیریت بحسب افراد یا بحسب مجموعہ کے سلسلہ میں آپ نے خود اقرار کرلیا کہ جمہور کا مسلک خیریت بحسب افراد ہے پھر کوئی وجہ نہیں کہ مذہب جمہور سے عدول کیا جائے

قولہ اب میں یہ کہتا ہوں کہ جمہور نے جس حدیث سے جو اپنے قول (یعنی ہر فرد اور ہر شخص بہتر تھا) کو ثابت کرنے کے لئے استدلال کیا ہے اس پر اعتراض وارد ہوتا ہے

قول سبحان اللہ۔ آپ جیسے پدی جیسے پدی کا شوربا اور جمہور علمائے اہل سنت پر اعتراض یہ منہ اور مسور کی دال۔

علماء نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث خیر امتی قرنی ثم الذین یلونهم ثم الذین یلونهم کے پیش نظر صحابہ کرام کی خیریت بحسب ام اد مرادی۔ اس پر جناب ابن عقیل صاحب اعتراض کرتے ہیں کہ اگر خیریت سے خیریت افراد مراد لی جائیگی تو حضور کے زمانہ میں صحابہ کے علاوہ جو اور مسلمان تھے ان کی بھی عدالت کا قائل ہونا پڑے گا۔ جیسے کہ صحابہ کی عدالت کا قائل ہونا پڑا۔

اس اعتراض میں ابن عقیل نے سخت دھوکہ دیا کہ صحابہ کے علاوہ دوسرے مسلمانوں کو بھی قرن اول میں شامل کرلیا۔ حالانکہ یہ ہی غلط ہے حضور کے زمانہ میں جو لوگ مسلمان ہوئے اور حضور سے شرف ملاقات حاصل کیا وہ تو صحابی ہیں اور ایسے مسلمان کہ ایمان تو لائے مگر ملاقات نہ ہوئی۔ وہ صحابی نہیں بلکہ تابعی کہلائینگے۔ حضور کے قرن سے صحابہ مراد ہیں نہ دوسرے قسم کے مسلمان۔ علامہ نووی فرماتے ہیں قال القاضی والصحیح ان قرنه صلى الله عليه وسلم الصحابة حضرت شیخ محقق اشعۃ اللمعات میں قرنی کا ترجمہ ہی لفظ صحابہ سے فرماتے ہیں

بہترین امت من اصحاب ائمہ جب قرن اول سے صرف اصحاب مراد ہوئے تو قانون تعدیل میں غیر صحابہ کیسے داخل ہو سکتے ہیں۔ اس لئے کہ قانون تعدیل لفظ صحابہ کے ساتھ ہے۔ پس امام حسن اور ابن سیرین و عمر بن عبدالعزیز وغیرہ قرن ثانی کے حضرات سے جو افضل ہوئے وہ صرف صحابہ ہوئے اور غیر صحابہ قرن ثانی ہوئے جیسے یہ لوگ قرن ثانی ہیں۔ اور اس زمانہ کے مسلمین غیر صحابہ سے ان حضرات کا افضل ہونا آپس کی بات ہے۔ اس لئے کہ دونوں ایک ہی قرن کے ہیں اور جس طرح کہ صحابہ کی جماعت میں تفضیل ہے۔ اسی طرح قرن ثانی میں بھی ہے اور جس طرح صحابہ میں بعض ایسے ہیں کہ جنکی جزوی فضیلت میں اون سے افضل شریک نہیں۔ اسی طرح یہاں بھی ہے لیکن فضیلت مطلقہ للمقدم اور اس اعتبار سے فضیلت بحسب افراد رہی جیسا کہ جمہور کا مسلک ہے فنوکلیم فتعین ان المراد فی الحدیث خیریۃ المجموع علی المجموع سیخف لا یتوجہ الیہ

قولہ وقال المازری فی شرح البرھان الخ (صـ۲۹)

اقول علامہ عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے الاصابہ میں فرمایا ہے واما کلام المازری فلم یوافق علیہ بل اعترضہ جماعۃ من الفضلاء وقال الشیخ صلاح الدین العلائی ھو قول غریب یخرج کثیرا من المشہورین بالصحبۃ والروایۃ عن الحکم بالعدالۃ کوائل بن حجر ومالک ابن الحویرث وعثمان بن ابی العاص وغیرھم ممن وفد علیہ صلی اللہ علیہ وسلم ولم یقم عندہ الا قلیلا وانصرف (الی ان قال) والقول بالتعمیم ھو الذی صرح بہ الجمہور وھو المعتبر (صـ۱۱) مازری کے کلام سے اتفاق نہیں کیا گیا بلکہ فضلا کی ایک جماعت نے اون پر اعتراض کیا۔ شیخ صلاح الدین نے فرمایا مازری کا قول غریب ہے۔ اس قول کی بنا پر بہت سے صحابہ جو صحبت و روایت میں مشہور ہیں۔ وصف عدالت سے خارج ہو جائینگے جیسے وائل بن حجر مالک ابن حویرث عثمان بن ابی العاص وغیرہ جو حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کم رہے۔ پھر فرمایا قول تعمیم کہ ہر صحابی عادل ہے قول جمہور ہے اور یہی قول معتبر قول ہے

قولہ وقال من العلماء المتاخرین مولانا شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ الخ (صـ۲۹)

اقول حضرت شاہ صاحب قبلہ نے بحث عصمت پر فرمائی ہے۔ اونکا فرمانا ہے کہ کسی روایت میں کسی صحابی پر کسی لغزش کا ذکر ہو تو اسکی روایت میں کوئی حرج نہیں اس لئے کہ صحابہ

معصوم نہ تھے کہ ان سے کسی لغزش کا صدور غیر ممکن ہو۔

عصمت اور عدالت میں فرق عظیم ہے ہر معصوم عادل ہے لیکن یہ ضروری نہیں کہ ہر عادل معصوم ہو۔ معصوم سے صدور گناہ متصور نہیں۔ عادل سے ممکن عصمت اول سے آخر تک ایک ہی عدالت آ جا سکتی ہے۔ آدمی عادل ہے گناہ ہوا عدالت جاتی رہی توبہ کرلی عدالت واپس آگئی تو عدالت کی بحث میں عصمت کا ذکر ہی بے محل ہے بلکہ بے ذوقی۔ جن حضرت صحابہ سے صدور گناہ ہوا اسکے بعد اسکا دفعیہ ہو گیا۔ عدالت واپس آگئی اور قانون الٰہی بہ کلہم عدول اپنی جگہ پر رہا۔

بابا صاحب کی خیانت

(۱) اب ذرا بابا صاحب کی ایر پھیری ملاحظہ فرمایئے۔ شاہ صاحب نے فرمایا اما روایت حدیث متضمن وجہی از وجوہ طعن کہ در بعضے صحابہ باشد باکے ندارد۔ ایسی حدیث کی روایت کرنا جس میں کسی صحابی کی لغزش کا ذکر ہو کوئی حرج نہیں۔ بابا صاحب ترجمہ کرتے ہیں لیکن اگر کسی حدیث میں کسی صحابی پر اسباب طعن کا ذکر موجود ہو تو پھر اس پر طعن کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ شاہ صاحب تو روایت حدیث کو جائز بتا رہے ہیں نہ کہ طعن کرنے کو اور بابا صاحب ترجمہ میں کہتے ہیں کہ طعن کرنے میں حرج نہیں ترجمہ میں اسقدر بے ایمانی اسقدر خیانت لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم کہاں روایت حدیث متضمن بر طعن کہاں طعن تبرائی۔ اگر شاہ صاحب کا یہی مطلب ہوتا کہ طعن کرنے میں مضائقہ نہیں تو شاہ صاحب اس عبارت کے آخر میں یہ کیوں فرماتے کہ زلات و خطائے این مردم الخ اور آپ خود ہی ترجمہ بھی کرتے ہیں مگر جس وقت تک قطعی طور سے ان میں سے کسی کا نفاق اور ارتداد معلوم نہ ہو جائے اس وقت تک انکی لغزشوں خطاؤں کی بنیاد پر اہانت کو ان پر زبان طعن دراز نہ کرنی چاہیے۔ کہئے بابا صاحب شاہ صاحب یہی فرمائیں کہ طعن میں مضائقہ نہیں (بقول آپ کے) اور یہ بھی فرمائیں کہ زبان طعن دراز نہ کرنا چاہیے یہ اجتماع ضدین کیسا۔ نہیں نہیں شاہ صاحب یہ فرما رہے ہیں کہ ایسی حدیث کی روایت واقعہ کے بیان کرنے میں حرج نہیں مگر سوائے نقل واقعہ طعن زنی وغیرہ نہ ہو۔ بابا صاحب کا قول سمجھئے اور صحیح ترجمہ کرنے کی استعداد پیدا کیجئے۔ غلط بیانات بیان کر کے مسلمانوں کو

دھوکہ نہ دیجئے۔

(۲) کیوں جناب بابا صاحب آپ نے عبارت نقل کرنے وقت مرحوم گردیدہ سے
سگئے پھر نسبات و خطاب ابن مردم سے شروع کیا یہ درمیان کی عبارت کیوں ہضم کر
گئی تھی تو کیلے کھائے ہوئے۔ صرف اس وجہ سے کہ درمیان کے جملے آپ کی گندی ذہنیت
نہ تھے اور جو کچھ آپ چاہتے تھے اوس پر پانی پھرا جاتا تھا۔
بسلا تو حضرت شاہ صاحب نے یہاں یہ ارشاد فرمایا فرمنکہ ان حضرات سے اگر
لغزشیں وقوع میں آئیں آیا کریں پھر بھی صحابی ہونے کی حیثیت سے وہ واجب الا[illegible]
ہیں۔
دیکھئے کسقدر لحاظ ادب احترام ہے کہ پھر بھی واجب الاحترام فرماتے ہیں اور بابا
ہیں کہ توہین و تنقیص پر تلے ہیں فرماتے۔ بابا صاحب آپ شاہ صاحب کے قول کو سند میں پیش
اور جو مفید مطلب نہیں اوسے ہضم کر جاتے ہیں اور جس کو مفید مطلب سمجھا وہ بھی [illegible]
بہت دور پھر شاہ صاحب قبلہ کی نصیحت پر بھی عمل نہیں وہ و، جب اتنا احترام بتایا
گالیاں بکیں۔ بسلا تو بابا صاحب کی ذہنیت اور دیانت کا اندازہ لگالو اور [illegible]
راجیون پڑھو

عنوان نمبر ۳

قولہ صحابہ کے بعد بھی ایسے لوگ پیدا ہو سکتے ہیں جو ان سے افضل ہوں [illegible]

اقول علامہ ابن حجر تطہیر الجنان میں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے صحابہ پر وہ احسان فرمایا کہ
جس ان کا کوئی شریک نہیں وہی حصول نظر کا صلی اللہ علیہ وسلم واما ادہ یا قطع [illegible]
من اللحوق بہم فی باھم کما لہم وہ حضور کا دیدار پر انوار ہے خدا نے ان کو وہ چیز عطا فرا[ئی]
انکے باہر کمال میں اون سے کوئی مل نہیں سکتا۔ ملا علی قاری شرح شفا میں فرماتے ہیں ولا[...]
فلا احد من علماء ھذہ الامۃ ومشائخ ھذہ الملۃ یبلغ مرتبۃ الصحابۃ و[...]
خلاصہ یہ ہے کہ اس امت کے علماء و مشائخ صحابہ کے مرتبہ کو نہیں پہونچ سکتے۔ حضرت عبد[...]

ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اولٰئک اصحاب محمد کانوا افضل ھذہ الامۃ یہ اصحاب رسول اس امت میں افضل ہیں۔

پس افضلیت مطلقہ صحابہ کرام ہی کو حاصل ہے۔ ہاں یہ ممکن ہے کہ تابعین یا تبع تابعین یا مشائخ دین الی یوم الدین کچھ ایسے فضائل جزئیہ مخصوصہ پا جائیں جنکی مثال باعتبار ظاہر قرن اول میں نہ ہو پھر بھی افضلیت مطلقہ صحابہ ہی کو حاصل رہے گی۔

محمد ابن عقیل نے اپنے اس دعوے کے ثبوت میں جو حدیثیں نقل کی ہیں وہ سب فضیلت جزئیہ پر دال ہیں، ان سے افضلیت مطلقہ مراد نہیں۔ دیکھئے حضرت عمر بن عبدالعزیز مرتبہ خلافت راشدہ پر پہونچ گئے مگر جب حضرت عبداللہ بن مبارک سے سوال کیا گیا کہ حضرت معاویہ اور حضرت عمر بن عبدالعزیز میں کیا فرق ہے تو فرمایا کہ حضرت معاویہ کے گھوڑے کی ناک کا غبار حضرت عمر بن عبدالعزیز کی ناک سے بہتر ہے (تطہیر الجنان)۔ یہ ارشاد گرامی اس امر کی دلیل ہے کہ صحابہ مطلقاً افضل ہیں، ان سے افضل تابعین کا کوئی فرد نہیں ہو سکتا۔

عنوان نمبر ۳

قولہ الصحابۃ کلھم عدول قرآن وحدیث کے خلاف ہے (ص ۳۷)

اقول جی یہ آپ ہی نے سمجھا نہ امام اعظم کی سمجھ میں آیا نہ علامہ نووی کی سمجھ میں نہ ملا علی قاری کی سمجھ میں آیا نہ علامہ عسقلانی کے سمجھ میں نہ علامہ ابن حجر ہیتمی کی سمجھ میں آیا نہ ابن صلاح کی سمجھ میں یعنی نہ جمہور علمائے اہل سنت کی سمجھ میں۔ فرمائیے ابا صاحب آپ کے امام ابن عقیل کی اتنی بڑی سمجھ ہو گئی کہ جنکی سمجھ کے مقابلہ میں ہیچ اور آپ نے بھی پسند کیا تو ابن عقیل ہی کے اجتہاد کو۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

اس سلسلہ میں آپ نے ولید ابن عقبہ کا نام لیا اور یہ ثابت کیا کہ قرآن نے فاسق کہا حالانکہ وہ صحابی ہیں تو معلوم ہوا کہ سب صحابی عادل نہیں۔ میں پہلے بتا چکا ہوں کہ معصومیت اور چیز ہے اور عدالت اور۔ فسق سے عدالت جاتی ہے لیکن فسق دور ہو جائے تو عدالت واپس آجاتی ہے۔ رہا ابن عقبہ کو فاسق کہا گیا تو جب فاسق عدالت نہ تھی اب یہ ثابت کیجئے کہ موت کے وقت تک یہ فسق باقی رہا تو آپ کا استدلال صحیح ہو ورنہ آپ کی مجتہد العصری لکھنؤ کے امام باڑے میں دفن

علامہ ابن عبدالبر نے استیعاب میں فرمایا واعتزل علیا و معاویۃ ولید ابن عقبہ علی اور معاویہ کی جنگ میں بالکل علیحدہ رہے۔ اس سے تو ان کے آخر وقت میں صلاح کی طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ آخر وقت میں فسق نہ رہا۔ پس الصحابۃ کلھم عدول نہ قرآن کے خلاف ہے نہ حدیث کے جیسا کہ جمہور اہل سنت کے اجماع سے ظاہر ہے۔

عنوان نمبر ۵

قولہ صحابہ کرام بنفس نفیس بالعموم عادل ہونے کے مدعی نہ تھے (صـ۲۲)

اقول سبحان اللہ جمیع صحابہ کے عادل نہ ہونے کی یہ بھی کوئی دلیل ہے کہ وہ اپنے آپ کو عادل نہیں کہتے۔ اپنے آپ کو کون اچھا کہتا ہے آپ بھی تو اپنی زبان سے اپنے آپ کو علامۂ فاضل علوم شرقی و مغربی نہیں کہتے۔ اور اللہ تعالیٰ نے لا تزکوا انفسکم فرما کر منع فرما دیا ہے کہ تم اپنے آپ کو اچھا نہ کہو پھر صحابہ کرام کیسے اپنی زبان سے فرماتے کہ ہم سب عادل ہیں یہ تو تابعین و تبع تابعین و علماء امت کا فرض ہے کہ وہ صحابہ کو عادل سمجھیں، عادل کہیں اور الصحابۃ کلھم عدول قانون بنائیں۔ اور دوسروں کو اس طرف متوجہ کریں۔

صحابہ کرام میں سے بعض صحابہ کی روایت کا تسلیم نہ کرنا۔ عدالت کے منافی نہیں ہے کیونکہ ممکن ہے کہ اوس مسئلہ میں حضور کے دو قول ہوں اور ایک کو ایک قول محفوظ ہو دوسرے کو دوسرا اور وہ اپنے علم کے مطابق دوسرے کے قول کو قبول نہ کرے۔ یہی صورت آئمہ مجتہدین و محدثین کے یہاں ہے کہ اوس حدیث کو ایک روایت نہیں کرتا عمل نہیں کرتا اور دوسرا اوس کا راوی بھی ہے اور عامل بھی ہے اور یہ چیز کسی کی عدالت کی مسقط نہیں۔ عدم قبول و عمل کو اتہام سے تعبیر کرنا خباثت باطنی کی دلیل ہے۔ روایت میں خطا و نسیان اور بعض صحابہ کا بعض کو نسبت الی الخطا کرنا یہ بھی مسقط عدالت نہیں اور یہ تو عام چیز ہے کہ خطا و نسیان پر کوئی مواخذہ شرعیہ نہیں۔ حضور نے فرمایا ہے رفع عن امتی الخطاء والنسیان یہ بالکل غلط ہے کہ انصار نے حدیث الائمۃ من قریش کو قبول نہ کیا۔ غلط ہی نہیں بلکہ افترا ہے سقیفۂ بنی ساعدہ کا واقعہ تو مشہور ہے جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حدیث سنائی تو انصار خاموش ہو گئے

اور سب نے بیعت کر لی ملا علی قاری فرماتے ہیں ثم الانصار کلہم بایعوا ابابکر (شرح فقہ اکبر ص)

اور حضرت سعد ابن عبادہ رضی اللہ عنہ نے اگر بیعت نہ کی تو اس سے انکی عدالت ساقط نہ ہوئی اور نہ یہ بات ثابت ہوئی ہے کہ حدیث کو قبول نہ کیا۔ اگر قبول نہ کرتے تو ضرور رد فرماتے اور رد فرمائی نہیں

یہ بھی غلط ہے کہ حضرت عباس و علی و فاطمہ نے حدیث روایت کردہ حضرت صدیق نحن معاشر الانبیاء لا نورث کا انکار کیا۔ بلکہ اس کو قبول کیا کہ پھر مطالبہ ترکہ سے رجوع کر لیا۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی صحاح صحیح روایت کردہ حدیث موجود ہے ثم اقبل علی علی والعباس فقال انشدکما باللہ ہل تعلمان ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قد قال ذلک قالا اللہم نعم اور اس سے پہلے حضور کے جملے لا نورث ما ترکناہ صدقۃ کا ذکر ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضرت علی اور عباس کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ آپ لوگ جانتے ہیں کہ حضور نے لا نورث ما ترکناہ صدقۃ فرمایا ہے ان دونوں نے فرمایا ہاں ہمیں اس کا علم ہے۔

بابا جی اسقدر غلط بیانی سے کام نہ لیجئے کہ حضرت علی و عباس و حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہم نے حدیث کو قبول نہیں کیا۔ فرمائیے آپ کی بات کا اعتبار کیا جائے یا امام بخاری کی روایت کردہ حدیث کا۔ افسوس کہ آپ نے بابا جی ہوش و حواس تو در کنار۔ حیا و شرم کو بھی بالائے طاق رکھ دیا ہے۔

قولہ وبالجملۃ فالقول بعموم التعدیل مردود و منہدم بما تقدم (ص)

اقول خلاصۃ الکلام وجملۃ المرام ان نفی عموم التعدیل قول مردود و مرجوم لا یخفی من ان مذہب الجمہور تعدیل کل الصحابۃ وہو موافق للعقل والنقل واما ما ذکرہ ابن عقیل من الواقعات واستدل بہا علی نفی عدالۃ الکل لشعر برقتہ وخفتہ ولا یثبت ما ادعاہ کما ذکرنا على ان القول بشئ شئ آخر وفہمہ شئ آخر فکم من قائل لا یفہم ما یقول ویستدل بزعمہ الفاسد ویزعم انہ صحیح والحقیقۃ انہ یکون بالعکس فینقلب علیہ الامر۔

عنوان نمبر۲

قولہ اکثر محدثین کی افراط و تفریط (ص ۲۵)

اقول اس سلسلہ میں ابن عقیل صاحب اور اونکے اتباع میں بارہا حسب ایک خاص نمبر کا رونا روتے رہے ہیں۔ آپ کہتے ہیں کہ محدثین نے روایت حدیث میں بہت افراط و تفریط سے کام لیا ہے جنکی روایت نہ لینی چاہئے تھی جیسے ولید ابن عقبہ اور سمرہ بن جندب اور معاویہ اونکی حدیث کو روایت کرلی اور جن کی یحییٰ بن معین وغیرہ نے تضعیف کردی یا شیعہ بتادیا اونکی روایت کو چھوڑدیا (یعنی اونکی روایت قابل قبول تھی)

آپ سمجھے کہ یہ رونا کس لئے ہے صرف ایک وجہ سے کہ محدثین نے جس کے متعلق یہ پتہ لگایا یا شبہ ہوگیا کہ یہ رفضی ہے اونکی حدیث روایت نہ کی۔ رفضیوں کی روایت کا قبول نہ کرنا اس نے ابن عقیل کے کلیجہ کو چھلنی کردیا۔ در آنکھوں سے آنسو رو پڑے یہ رفضی کی اس طرح حمایت کرنا ور رافضی کو روایت کے قابل سمجھنا ابن عقیل کے پورے رافضی ہونے کی دلیل ہے۔

رہی افراط و تفریط تو وہ قطعی نہیں ہے ضابطے۔ ور اصول سے چلے ہیں کہ جنھوں نے جھوٹ اور سچ صحیح میں وہ تمیز کردی کہ دنیا اوس کی مثال پیش نہیں کرسکتی اونکے اصول و ضوابط میں افراط و تفریط کی تہمت لگانا محض اتباع ہوائے نفس ہے اور اسی موقعہ پر کسی نے کیا خوب کہا ہے ؎

وکم من عائب قولا صحیحا
وآفتہ من الفہم السقیم

بہت سے ایسے لوگ ہیں جو صحیح بات کو عیب لگاتے ہیں یہ اون کی بیمار سمجھ کا قصور ہے۔ اسی سلسلہ میں حضرت سمرہ ابن جندب کو نی۔ نار کہنا اور حضرت معاویہ کو داعی الی النار بتانا پھر اوس کو حضور کی طرف منسوب کرنا افترا و بہتان ہے بلکہ مرض کی بواسیر

آخر میں آپ دعا کرتے ہیں کہ اللہ ہمیں بصیرت عطا فرمائے حالانکہ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو فرما چکا ہے صم بکم عمی اور ختم اللہ علی قلوبہم وعلی سمعہم وعلی ابصارہم غشاوۃ خدا رسول کے اور خلفائے راشدین کے دشمنوں تبرائیوں نکیروں رافضیوں کی حمایت کر اور پھر خدا سے بصیرت کی دعا کرنے جاؤ وما دعاء الکفرین الا فی ضلال

عنوان نمبر۷

قولہ عصمت آئمہ اور عصمت اصحاب پر ایک نظر (ص۴۹)

اقول نہ آئمہ معصوم ہیں نہ اصحاب انسانوں میں حضرات انبیاء کے سوا کوئی معصوم نہیں۔ لیکن عصمت مستلزم عدم عدالت نہیں۔ عصمت و عدالت میں فرق ہے جیسا کہ ہم بتا چکے ہیں بلکہ اگر غور کیا جائے تو معلوم ہو سکتا ہے کہ عصمت سراسر عدالت ہی ہے اور عدالت کی جب ہی ضرورت ہوئی جب عصمت نہ تھی جب کسی کی عدالت کو ثابت کیا جائے تو اوسکے معنی ہی یہ ہیں کہ وہ معصوم نہیں ہے فسق و عدم عدالت شی لازم نہیں کہ کبھی جدا ہی نہ ہوسکے عناد ہو ظلم و فساد ہو قتل و زنا ہو کوئی گناہ ہو شرعی ذخیرہ ہوگیا عدالت واپس آگئی۔

ابن عقیل بار بار صحابی کا ذکر کرتے ہوئے یہ جملہ فرماتے ہیں "اگر یہ شرب پیئے قتل بغیر حق کرے یہ گناہ کرے وہ گناہ کرے، ور پھر عادل رہے گر یہ اب تک ثابت نہ کرسکا کہ وہ فسق ہمیشہ در موت تک رہا اور توبہ نہ کی یا سزا نہ پائی اور یہ اون جیسے دس اکٹھے ہوجائیں تو ثابت نہیں کرسکتے پھر بیکار رکھو اس سے کیا فائدہ۔

اور پھر آپ لکھتے ہیں انا اهل السنۃ ہم اہل سنت ہیں اہل سنت ہونے کا جھوٹا دعوی زبان سے دعوی کرنے سے کیا فائدہ جبکہ سنی ہونے کے دلائل و شواہد موجود نہ ہوں۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں جمہور اہل سنت کا مسلک چھوڑیں۔ اہل سنت پر اعتراض کریں۔ اہل سنت کے محدثین کو، فراط و تفریط والا کہیں۔ رافضیوں کی حمایت کریں اون کی روایت کو مستند سمجھیں رافضیوں کی کتابوں کے حوالے دیں اور پھر سنی رہیں۔ غلط بالکل غلط دھوکہ محض دھوکہ۔ تقیہ اور جھوٹ۔ ہمیں حضرت شاہ صاحب قبلہ نے متنبہ فرمادیا ہے کہ بعض شیعہ سنی بن کے دھوکہ دیتے ہیں اور پھر سنیوں کے مذہب کو باطل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو تحفہ اثنا عشریہ باب مکائد شیعہ

عنوان نمبر۸

قولہ تعدیل صحابہ اور حسن ظن (ص۵۲)

اقول ماشاء اللہ آپ حسن ظن کے تو قائل ہوئے مگر مقام جرح باقی رکھا اور رکھنا چاہیے شریعت کے معاملہ میں جرح بھی شرعی امر ہے اور مقصود اس جرح سے اوس مجروح کی ذات کی توہین

مقصود نہیں ہے بلکہ شریعت کی حفاظت مطلوب ہے لیکن جرح، اس کی کیجائیگی جسکی عدالت پر اتفاق

ہوا ہو۔ جمہور محدثین نے صحابہ کرام کی عدالت پر اتفاق و اجماع کر لیا تو ایسے غیر سے اگر ان پر

بھی جرح کریں تو یہ ان کی جرح خود قابل جرح ہے۔ خصوصاً روایت حدیث میں تو جرح کی گنجائش

نہیں۔ حضرت شاہ صاحب قبلہ فتاوی عزیزیہ میں فرماتے ہیں۔ پس خلاصہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

سے حدیث بیان کرنے میں سارے صحابی، امانت دار اور معتبر ہیں۔ روایات حدیث میں انکی جانب

کبھی جھوٹ ثابت نہیں ہوا چنانچہ آج تک یہ بات تحقیق و تحریر کو نہیں پہونچ سکی کہ صحابہ میں سے کسی

معاملات میں بھی جھوٹ بولا ہو (ترجمہ فتاوی صفحہ ۵۳)

قولہ نیز یہ کہ ایک جاب حق کے لئے یہ بات بھی ناممکن ہی نہیں بلکہ محال ہے کہ وہ الخ

اقول تمام صحابہ کرام کی روایت کردہ احادیث اور اجتہاد کو کوئی حجت ہونے میں مساوی نہیں

بتاتا یہاں بہت بڑا فرق ہے۔ اصحاب اصول فقہ نے ضابطے مقرر کر دیے ہیں۔

اصول فقہ کی کتاب شرح نور الانوار میں ہے الراوی ان عرف بالفقہ والتقدم فی الاجتہاد

کالخلفاء الاربعۃ والعبادلۃ کان حدیثہ حجۃ وان عرف بالعدالۃ والضبط دون الفقہ

کانس وابی ھریرۃ ان وافق حدیثہ القیاس عمل بہ وان خالفہ لم یترک الا بالضرورۃ

اگر راوی حدیث فقہ، و تقدم فی الاجتہاد میں معروف ہے۔ جیسے حضرت خلفائے اربعہ اور عبادلہ

(جنکا نام عبداللہ ہے۔ حضرت عبداللہ ابن عمر حضرت عبداللہ بن مسعود حضرت عبداللہ ابن زبیر

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہم) تو انکی حدیث حجت ہے اور اگر راوی عدالت وضبط میں مشہور ہے نہ فقہ میں

جیسے حضرت انس حضرت ابو ہریرہ تو ان کی حدیث اگر قیاس کے موافق ہے تو اس پر عمل کیا جائیگا

اور اگر مخالف ہوگی تو بضرورت ترک کر دیجائیگی۔

دوسرا ضابطہ یہ بھی بتایا گیا ہے کہ صحیح الاسناد حدیث اگرچہ خلفائے راشدین کے نیچے کے

طبقہ کے راویوں کی ہو بہ نسبت اس حدیث کے جو ضعیف الاسناد ہو اگرچہ وہ روایت خلفائے

اربعہ ہی سے ہو مقبول ہوگی اور یہ متروک ہو جائے گی۔ غرضکہ تعین حدیث سند حدیث روایت

حدیث شرط روایت یہ کل ایسی چیزیں ہیں جنکے قواعد مرتب ہو چکے ہیں اور انھیں کی پابندی

سے حدیث قابل عمل یا لائق ترک ہو جاتی ہے۔ یہ نہیں دیکھا جائیگا کہ یہ حدیث خلفائے اربعہ

ہے تو قابل عمل ہو جائے جب تک کہ سند غیر مخدوش نہ ہو بس اگر حضرت معاویہ کی روایت کردہ حدیث صحیح الاسناد ہے تو وہ قابل عمل ہوگی اور اگر حضرت ابوبکر صدیق کی روایت کردہ حدیث مخدوش الاسناد ہے تو وہ متروک ہو جائیگی۔ فرمائیے بابا صاحب آپ طالب حق کے لئے کیا استفادہ رہا جبکہ عمل بالحدیث کے قواعد منضبط ہو چکے کیا آپ کو یہ توفیق نہیں ہوئی کہ استفسار لکھنے سے پہلے اصول فقہ و حدیث پر نظر ڈال لیتے۔

عنوان نمبر ۹

قولہ فضائل صحابہ میں آیات قرآنیہ (ص۵۵)

اقول قرآن کریم اور حدیث شریف میں صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم کے فضائل دو طرح ذکر کئے گئے ہیں۔ قرآن کریم میں بعض آیتیں وصف خصوصی کے ساتھ نازل ہوئیں۔ جیسے مہاجرین و انصار کیلئے اور بعض آیتیں وصف عام کے ساتھ جیسے والذین معہ اشداء علی الکفار الآیۃ اسی طرح حدیث میں وصف خصوصی کے ساتھ یا تعیین اسم یا مطلق وصف صحابیت کے ساتھ جو فضائل وصف خصوصی یا نام کے ساتھ ہیں وہ ۔ ونہیں کے ہیں جنکے لئے ذکر کئے گئے اور جو عام ہیں وہ تمام صحابہ کے لئے ہیں اور ان میں بھی تفصیل ہے۔ ملا علی قاری نے شرح فقہ اکبر میں۔ علامہ نووی نے شرح مسلم میں فرمایا کہ اہل سنت کا اجماع ہے کہ خلفائے اربعہ تمام صحابہ سے افضل ہیں پھر بقیہ عشرۂ مبشرہ پھر اہل بدر پھر اہل احد پھر اہل بیعت رضوان پھر مسلمین قبل فتح مکہ پھر مسلمین یوم فتح مکہ پھر مسلمین بعد فتح مکہ۔ مسلمین فتح مکہ میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ہیں اگرچہ آپ اپنے پہلے کے مسلمان ہونے والوں سے مفضول ہیں لیکن بعد کے مسلمان ہونے والوں سے افضل ہیں۔ ملا علی قاری کا قول گذر چکا ہے ومعاویۃ وان اسلم عام الفتح لکن لہ سبق ظاہر علی من اسلم بعدہ سواء کان من الصحابۃ او التابعین (شرح شفا)

قولہ ولا شک ان الصحابۃ رضوان اللہ علیہم ہم المقصودون اولا بالخطاب (ص۵۵)

اقول اس امت کا بہ نسبت دیگر امم خیر الامۃ ہونا بوصف امر بالمعروف ونہی عن المنکر ہے اور صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم کل کے کل ان اوصاف سے متصف ہیں لہذا ان کا ہر ہر فرد خیر امت ہے اور ان کے بعد جن میں یہ وصف پایا جائے انکا ہر فرد دوسری امتوں کے

ویسے ہی لوگوں سے خیر و بہتر ہے اور جن میں یہ اوصاف نہیں وہ مفہوم آیت سے خارج ہیں
خواہ مجموع لیا جائے یا ہر ہر فرد۔ لہٰذا اس امت کے فاسق کا دوسری امتوں کے متقی سے
بہتر ہونا لازم نہیں آتا۔

ابن عقیل کا اس بحث میں انبیاء کو ذکر کرنا بالکل بے عقلی ہے اس لئے کہ آیت میں امت کا ذکر
ہے نہ کہ انبیاء کا امت کا کوئی فرد خواہ غوث زماں ہو قطب دوراں ہو کسی نبی سے کسی صورت
افضل تو درکنار برابر بھی نہیں ہو سکتا۔

قولہ واذا کان بحسب المجموع خروج اهل الكبائر والبوائق من هذه الامة عن
هذه الخيرية كمعاوية الخ (ص۶۹)

اقول عد ابن عقيل معاوية من اهل الكبائر والبوائق واخراجه عن خيرية
هذه الامة خبث فوق كل خبث وشر فوق كل شر وكذا قوله معاوية واعوانه
بعد ذلك على خط مستقيم الخ رفض وخروج عن الصراط المستقيم الذي عليه اهل
السنة والجماعة فانه ما قال احد من علماء اهل السنة في حق معاوية مثل ما قال هذا المتشيع
الوقيح اما سمع قول العلامة النووي ان معاوية من العدول الفضلاء والصحابة النجباء
وقول العلامة القاسمي ان معاوية افضل ملوك الاسلام ولقد بايعه كثير من الصحابة
فانظروا كيف يطعن في معاوية واصحابه الذين من الصحابة وينسبه الى الضلال. يصدق
عليه قول الامام مالك من شتم احدا من اصحاب النبي صلى الله عليه وسلم ابا بكر او عمر
او عثمان او عليا او معاوية او عمرو بن العاص فان قالوا كانوا على ضلال وكفر قتل
قاتله الله واخزاه۔

اي طامة لهذا الخبيث بان يتقدم على الامام مالك وهل له علم اوسع من علم الامام
فان الامام يفتي بقتل من قال في حق معاوية وعمرو بن العاص بانهما من اهل الضلالة
والبوائق وهذا الوقيح يضللهما احثى الله في فيه التراب تراب الحمام في فيه وفي من يتبعه

مسلمانو دیکھو کہ حضرت معاویہ کو یہ ابن عقیل آمر بالمنکر ناہی عن المعروف داعی
الی النار بتاتا ہے اس سے پوچھو کہ حضرت معاویہ نے کس کو کفر و ضلال کی دعوت دی کس کو

مسلمان ہونے کے بعد اسلام سے روکا۔ کیا انھوں نے اسلام کی خدمت نہیں کی۔ کیا انھوں نے بلادِ کفر پر اسلام کا پرچم نہیں لہرایا۔ کیا ان کے ہاتھ پر اسلامی فتوحات نہیں ہوئے۔ کیا انھوں نے خارجیوں اور رافضیوں کو نیچا نہیں دکھایا۔ یہ سب کچھ کارِ خیر ان سے صادر ہوں اور یہ بدنصیب پھر بھی آمر بالمنکر ناھی عن المعروف داعی الی النار کہے۔ وہ خارجیوں رافضیوں کا مذہب اختیار کرے محض اس وجہ سے کہ ان سے اور حضرت مولائے کائنات سے جنگ ہوئی۔ حالانکہ وہ جنگ مسئلہ خلافت مرتضوی میں نہ تھی بلکہ مطالبہ قاتلین حضرت عثمان کے سلسلہ میں جس کے لئے علمائے اہلسنت نے فیصلہ فرمادیا کہ یہ سب کچھ اجتہاد پر مبنی تھا اور اجتہاد میں خطا سبب مواخذہ نہیں ضلالت و گمراہی نہیں۔

علاوہ بریں جن کے لئے حضور دعا فرمائیں اللھم اجعلہ ھادیا مھدیا اس کو یہ بکواس گمراہ آمر بالمنکر ناھی عن المعروف داعی الی النار کہے اور حضور کی دعا کو غلط ثابت کرنے کی کوشش کرے گویا یہ مخبوط الحواس حضور کی حدیث پر ایمان نہ لائے۔

غرضکہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ آیہ کنتم خیر امۃ کے مفہوم میں داخل ہیں اور جو خارج سمجھے وہ خود مفہوم آیت سے خارج ہے۔

قولہ۔ تری معاویۃ واتباعہ من المتبعین بالاحسان لا واللہ الخ (ص۲۰)

اقول اتری ابن عقیل ومقلدیہ من المتبعین لاھل السنۃ والجماعۃ لا واللہ لیسوا منھم ان سلکوا سبیلا غیر سبیل المؤمنین ای سبیل الروافض الذین لعنھم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ومن ھم العلماء من الفرق التی قال فی حقھا صلی اللہ علیہ وسلم کلھم فی النار۔

قولہ ھولاء اھل الصفۃ رضی اللہ عنھم ولیس منھم ذلک الطاغیۃ الخ

اقول ای ضیر ان لم یکن معاویۃ من اھل الصفۃ فان عدم کونہ من اھل الصفۃ لا یخرجہ من کونہ صحابیا فان کثیرا من الصحابۃ لیسوا من اھل الصفۃ کما ان کثیرا من الصحابۃ لیسوا من المھاجرین والانصار واھل بدر واحد وبیعۃ الرضوان فمطلق الصحابیۃ لہم فضل وشرف عظیم ما یحاذیہ من بعدھم من العلماء والمشائخ وھذا الخبیث الرجیم الذی اعمی تیغرہ فی حق معاویۃ بلفظ الطاغیۃ فان شاء اللہ امہ ھاویہ۔

قولہ اخرج البیہقی فی شعب الایمان الخ (ص۹۲)

اقول عیینہ کا ذکر تو اب بیکار ہے۔ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق تو وہ مرتد ہو گیا تھا۔ علامہ عسقلانی اصابہ میں فرماتے ہیں وقرأت فی کتاب الام للشافعی فی باب من کتاب المذکورة ان عمر قتل عیینة بن حصن علی الردة

پس مرتد کو صحابی بنا کر مسلمانوں کو دھوکہ دینا یہ بن عقیل وہابا صاحب ہی کی شان کے لائق ہے۔ جیرت ہے کہ مرتد کو صحابی بنائیں اور صحابی (حضرت معاویہ) کو کیا کیا نہ کہیں منافق کہیں واصل جہنم کہیں باغیہ کہیں ساء ما یحکمون۔

حضرت اقرع بن حابس رضی اللہ عنہ نے۔ حضرت سلمان اور حضرت ابوذر کے بارے میں اگر وہ بات جس کو بیہقی نے روایت کیا کہی تو ابتدائے اسلام میں کہی۔ مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اون کا یہ خیال ہمیشہ رہا ہو جو سبب طعن زنی کیجائے۔ چنانچہ علامہ عسقلانی فرماتے ہیں وقد حسن اسلامہ۔ حضرت اقرع اگرچہ مؤلفۃ القلوب میں سے تھے اور ابتداءً اگرچہ ضعیف الاسلام تھے لیکن پھر اون کا اسلام بہتر ہو گیا۔

قولہ ھولاءھم اھل بیعۃ الرضوان الخ (ص۹۳)

اقول یہ کون کہتا ہے کہ حضرت معاویہ اور حضرت ابوسفیان اہل بیعت رضوان سے ہیں مگر اسکے یہ معنی نہیں کہ وہ مسلمان اور صحابی بھی نہیں۔ صحابیت کا سلسلہ تو ان کے بعد بھی جاری رہا۔

اہل بیعت رضوان نے بیشک مکہ کے کافروں سے جنگ کرنے کے لئے بیعت کی اور خدا نے انہیں مقبول بنایا اور اوس وقت حضرت ابوسفیان و حضرت معاویہ اسلام کے خلاف جنگجو تھے جس طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک وقت حضور کے قتل پر آمادہ تھے لیکن جب ایمان لے آئے تو وہ ساری مخالفتیں محو ہو گئیں معاف ہو گئیں ان الاسلام یھدم ما کان قبلہ۔ اسلام کا مایۂ ناز قانون ہے۔ اسلام سے پہلے کے وہ واقعات جو اسلام کی مخالفت اور عداوت سے تعلق رکھتے ہیں اسلام کے بعد بطور طعن زنی وعیب جوئی دھرانا اسلام کی توہین ہے اور اپنی خباثت کی کھلی دلیل۔

قوله يشهد الله وملئكته والمؤمنون ان معاوية واضرابه ليسوا من الذين جاؤا من بعد يستغفرون لسابقيهم (ص۸۲)

اقول كذبت بالله والله ومحمد رسوله صلعم اولا تعلم ان الله وملئكته والمؤمنين يشهدون بان معاوية كان (؟) اتى شهادة الله عندك فاخرجها ام تفترون على الله وتفترى من عند نفسك لعنة الله على المفترين

قوله بل جاء معاوية بسب اول المهاجرين اسلاما الخ (ص۸۳)

اقول هذا كذب صراح وافتراء قراح ما سب وما شتم معاوية سيدنا امير المومنين على ابن ابى طالب ولا غيره من اصحابه وسيأتى تفصيل هذا البحث فى الباب الاول فانظره هناك و اما قتاله معه على قصص طلبه ان هذا ما كان فى خلافته كرم الله وجهه بل بسبب مطالبة قتلة عثمان رضى الله عنه وان كل ذلك كان عن اجتهاد و المخطى فى الاجتهاد لا يضلل ولا يفسق كما هو مصرح به

قوله وهذا كان حين اسلم قبل صلح الحديبية لان الآية نزلت عقيبه (ص۶۸)

اقول سلمنا ان الآية نزلت عقيب صلح الحديبية ولكن اما تعرف ايها الوقيح ان الآية وان نزلت فى مورد خاص ولكن العبرة بعموم الالفاظ يعنى وان كان المورد خاصا لكن الحكم عام كما صرح ائمة الاصول فقول الله تعالى والذين معه عام شامل لكل من له صحبة لرسول الله صلى الله عليه وسلم وصحبته

قوله ومعاوية وابوه واضرابه اذ ذاك يسجدون اللات والعزى الخ (ص۶۸)

اقول وان كانوا اذ ذاك يسجدون اللات والعزى وهبل لكن بعد ذلك لما اسلموا كفروا باللات والعزى وهبل فالمنافق من يذكر ما قبل الاسلام والطعن به بعد الاسلام وكما لم تعن هذه الآية كل صحابى لما كانت عامة لعموم الالفاظ وعدم اعتبار المورد الخاص

قوله ما ادعى احد ان معاوية من المهاجرين ولا من الانصار الخ (ص۶۹)

اقول اگرچہ حضرت معاویہ نہ مہاجرین میں سے ہیں نہ انصار میں سے تو پھر کیا قباحت ہے صحابہ میں سے تو ہیں اور صحابیت مہاجرین و انصار کے ساتھ خاص نہیں فتح مکہ کے دن اور بعد

فتح کے مسلمان ہونے والے بھی صحابی ہیں۔ علامہ ابن حجر صواعق میں فرماتے ہیں۔ ثم الصحابة [illegible]
مهاجرون وانصار وخلفاءهم ومن اسلم يوم الفتح وبعده (ص ۱۲۸)

قوله منها قوله عز وجل لا يستوي منكم من انفق من قبل الفتح وقاتل الاية الخ

اقول حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور مسلمین یوم فتح اگرچہ مهاجرین و انصار و اہل بدر و
اہل احد و اہل بیعۃ الرضوان و اہل بیش عشرت میں داخل نہیں۔ اور جو آیتیں ان حضرات کے
فضائل میں نازل ہوئیں ان میں شامل نہیں مگر خداوند ذوالمنن کی شانِ کرم دیکھو کہ جب اس نے
مسلمین قبل فتح کو اپنے کرم سے نوازا تو مسلمین فتح کو و بعد فتح کو بھی محروم نہ رکھا اور یہ آیت کریمہ
لا یستوی منکم من انفق من قبل الفتح الایہ میں صحابہ قبل فتح و بعد فتح دونوں کا ذکر فرماکے اول
کو دوسروں پر فضیلت دیکے وکلا وعد اللہ الحسنی فرماکے ہر ہر صحابی کو سرفراز فرمایا اور سب کو
کی بشارت دیدی۔ کون کہہ سکتا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ مسلمین یوم فتح میں سے نہیں
کہ شامل ہو جائے اگر اس کے خلاف ہو۔ پس وہ وکلا وعد اللہ الحسنی کی بشارت میں داخل اور
فضل الٰہی اون کو شامل۔

ابن عقیل نے

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو اس آیت کے مفہوم سے نکالنے کے لیے جو یہ ترکیب اختیار کی
(کہ اس آیت میں وہ مسلمین بعد فتح داخل ہیں جنہوں نے انفاق و قتل فی سبیل اللہ کیا ہو۔
ایسے ہی لوگ وکلا وعد اللہ الحسنی میں شامل ہیں اور حضرت معاویہ نے بعد فتح کہ نہ انفاق
فی سبیل اللہ کیا نہ جہاد کیا تو وہ اس قید کی وجہ سے مفہوم آیت میں داخل نہیں) وہ ترکیب
غلط اور بلا دلیل بلکہ تفسیر بالرائے۔

آیہ کریمہ میں قید انفقوا من بعد وقاتلوا قید احترازی نہیں جو اس قید کی وجہ سے دوسرے
لوگ مفہوم وکلا وعد اللہ الحسنی کے مستحق نہ ہوں۔

علامہ عسقلانی الاصابہ میں اس شخص کے جواب میں جس نے یہ کہا کہ آیت میں قید انفاق و قتال
سے مسلمین فتح کو خارج کیا فرماتے ہیں والجواب ان التقييد خرجت مخرج الغالب والا فالمراد
من اتصف بالانفاق والقتال بالفعل والقوة (ص [illegible])

اور علامہ ابن حجر صواعق میں فرماتے ہیں اور ابن عقیل پر بجلی گراتے ہیں ولا یتوھم ان التقیید
بالانفاق والقتال فیھا بالاحسان فی الذین اتبعوھم باحسان تخرج من لم یتصف بذلک
منہم لان تلک القیود خرجت مخرج الغالب فلا مفہوم لہا (مٹا) آیات انفقوا من بعد
وقاتلوا اور اتبعوھم باحسان میں قید انفاق و قتال و احسان احترازی نہیں کہ جو ان اوصاف
سے متصف نہ ہو وہ مفہوم آیات سے مستثنیٰ ہو جائے۔

عنوان نمبر ۱

فضائل صحابہ میں احادیث نبویہ (مٹ)

اقول۔ احادیث نبویہ میں جو فضائل بہ لفظ عام (صحابہ) وارد ہوئے وہ سب کو عام
اور جو خاص ہیں وہ خاص۔ حدیث لاتسبوا اصحابی ہر ہر صحابی کو عام ہے اور کسی صحابہ
کو سب و شتم حرام ہے۔ اسی واسطے حضرت امام مالک نے حضرت ابوبکر و عمر و عثمان و علی کے
نام کے ساتھ حضرت معاویہ و عمرو بن عاص کے نام لیکر سب کو سب و شتم حرام یا کفر قرار
دیا۔ اس حدیث میں کوئی مخصوص جماعت صحابہ مراد نہیں بلکہ عام ہے۔ علامہ ابن حجر کی طرف
جس قول کی نسبت ابن عقیل نے کی وہ محض افتراء ہے اور کسی کتاب میں تخصیص کا ذکر نہیں۔

قولہ مما یوکدان المقصود بالاصحاب حیث ذکروا الخ (مٹ)

اقول سبحان اللہ مدعی ابن عقیل اور گواہ کرتا ابن بابویہ قمی یکا رافضی جسکی رافضیت
کو بابا صاحب بھی تسلیم کر چکے ہیں۔ ایسے تبرائی انسان کی بات کا کیا اعتبار اور راوی نے جو واقعہ لکھا وہ
بھی بناوٹی اور جو استدلال حضرت علی رضا کی طرف منسوب کیا وہ بھی غلط۔ حضرت علی رضا حضور
کی حدیث لا ہجرۃ بعد الفتح سے بعد فتح مسلمان ہونے والوں کی عدم صحابیت کا استدلال
کر ہی نہیں سکتے۔ اس لئے کہ ہجرت و صحابیت دونوں ایک چیز یا لازم ملزوم نہیں کہ ہجرت کے
انقطاع سے صحابیت کا انقطاع لازم آئے۔ حضور نے لا ہجرۃ بعد، فتح فرمایا لا صحابیۃ
بعد الفتح نہیں فرمایا۔

لے جناب ابن عقیل اور ساتھ ساتھ لے جناب بابا جی! آپ دونوں نے اس واقعہ کو
ذکر کر کے حضرت معاویہ کی صحابیت کی نفی پر جو استدلال کرنا چاہا وہ تو کبھی ثابت نہ ہو سکا

ان پر اسماء الرجال میں کوئی تنقید نہیں۔ سوا اسکے کہ انہوں نے حضرت معاویہ سے بیعت کر لی اور یہی آپ کو ناگوار معلوم ہوتی۔ سمرہ ابن جندب کے متعلق علامہ عسقلانی فرماتے ہیں وکان شدیدا علی الخوارج خارجیوں پر بہت سخت تھے فکانوا یطعنون علیہ اسی واسطے خارجی اون کو برا سمجھتے ہیں۔ بابا صاحب غالباً یہی وجہ آپ کے برا کہنے کی بھی ہے وکان الحسن وابن سیرین یثنیان علیہ امام حسن بصری اور محدث ابن سیرین ان کی بڑی تعریف کرتے تھے۔ بابا صاحب فرمائے کیا آپ کا مرتبہ حسن بصری اور ابن سیرین سے زیادہ ہے جو آپ کی برائی کو تسلیم کر لیا جائے اور انکے کلمات مدح کو چھوڑ دیا جائے۔ بسر ابن ارطاۃ کی صحابیت میں اختلاف ہے پھر بھی اسماء الرجال میں کوئی تنقید اون پر نہیں سوا اسکے کہ حضرت معاویہ کے ساتھی تھے اور شاید اسی وجہ سے آپ چیں بجبیں ہو رہے ہیں۔

بابا صاحب ذاتی عداوت سے کام نہ لیجئے اور صرف اس وجہ سے کہ وہ حضرت معاویہ کے ساتھی تھے زبان لعن وطعن دراز نہ کیجئے جو صحابی نہیں یا جنکی صحابیت میں اختلاف ہے، انکو صحابی کہہ کر مسلمانوں کو دھوکہ نہ دیجئے۔ یہ نہ سمجھئے کہ تاریخ آپ ہی جانتے ہیں دوسرے بھی خدا کے فضل سے پھان بین کی استعداد رکھتے ہیں۔ مگر آپ کی طرح نہیں کہ عقیدہ اہلسنت کی کتابیں چھوڑ کر تاریخ کو وحی الہی سمجھیں اور اوسکے ہر رطب و یابس کو تسلیم کر لیں اور پھر ایسے اندھے بن جائیں کہ یہ بھی تمیز نہ کریں کہ یہ کتاب سنی کی ہے یا رافضی کی۔

قولہ دربارہ حدیث اصحابی کالنجوم بایہم اقتدیتم اہتدیتم حضرت علامہ ابن عبدالبر نے فرمایا ہے کہ اس حدیث کا راوی ایک ایسا شخص ہے جسکی روایت پر کوئی حجت قائم نہیں ہو سکتی الخ (ص۸۲)

اقول اس حدیث کو صرف حضرت بزار ہی نے روایت نہیں کیا ہے بلکہ محدث رزین نے بھی روایت کیا ہے اور دارمی اور ابن عدی نے بھی۔ کسی محدث کی سند میں اگر کسی راوی کی وجہ سے ضعف پیدا ہو جائے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اور محدثین کی بھی سندیں ضعیف ہو جائیں۔ لہذا اس حدیث کا تمام سندوں کے اعتبار سے ضعیف ہونا لازم نہیں آتا علاوہ بریں حدیث ضعیف اگر متعدد وجوہ سے مروی ہو تو پھر وہ ضعیف نہیں رہتی جیسا کہ اصول میں

طے ہو چکا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ جس صحابی نے جو حدیث سنی اور راوی نے اپنے مقام پر وہ حدیث بیان
کی اور اس کے خلاف کوئی دوسری حدیث ان لوگوں تک نہ پہونچی تو وہاں کے لوگوں پر اس
صحابی کا اتباع واجب ہے اور اس کا اتباع ان کے لئے سبب ہدایت و نجات ہے۔ یہی
مفہوم اس حدیث کا ہے اور یہ بالکل صحیح و درست مطلب ہے۔ ہاں اگر دو صحابی سے دو حدیثیں
ہو گئیں اور ہر ایک دوسرے کے خلاف ہے یا ایک مسئلہ میں دو صحابیوں نے اجتہاد فرمایا اور ہر ایک
کا اجتہاد دوسرے کے خلاف ہے تو جو ان میں علم کے اعتبار سے افضل ہو گا اس کا اتباع
واجب ہو گا۔

قولہ اور اگر اس حدیث کو صحیح مان لیا جائے تو یہ اسی وقت صحیح ہو سکتی ہے کہ جب اس
حدیث اصحاب سے وہ علما مراد ہوں جنہوں نے خود حضور سرور کائنات کے کلام کو روایت
کیا ہو (ص

اقول حدیث کی روایت کرنے کے لئے بڑے عالم کی ضرورت نہیں بلکہ بے علم بھی
دوسرے تک پہونچا سکتا ہے۔ حضور کا حکم عام ہے۔ حضور فرماتے ہیں بلغوا عنی ولو آیۃ اور
والشاهد الغائب وہ صحابی جس کو حدیث کا علم ہے وہ اس حدیث کا عالم ہے اور وہ جب
حدیث دوسروں کو پہونچائے گا تو اس پر عمل کرنا واجب ہو گا۔

قولہ نہ وہ علما جو اپنے اجتہاد یا اپنی رائے کو نقل کرتے ہوں اس لئے کہ اجتہاد کبھی صحیح
ہوتا ہے اور کبھی غلط ہو جاتا ہے اور غلطی یا خطا کرنے والے کی اقتدا قطعاً جائز نہیں ہے

اقول حدیث مذکور میں دونوں قسم کے لوگ مراد ہیں حدیث کی روایت کرنے والے صحابی
بھی اور اس کے لئے صرف یہ کافی ہے کہ اس کو حدیث کا علم ہو۔ حدیث محفوظ ہو اور اجتہاد
کرنے والے بھی اس کے لئے علم کی ضرورت ہے۔ جب صحابی اہلیت اجتہاد رکھتے ہوئے اجتہاد
فرمائیں گے تو وہ اجتہاد بھی قابل عمل ہو گا۔ اگرچہ اجتہاد میں صواب و خطا دونوں کا امکان ہے
لیکن یا صاحب آپ کا اور ابن حنبل کا اجتہاد کی غلطی معلوم کر لینا کام نہیں۔ اس کے لئے
بڑے علم کی ضرورت ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے

پر اعتراضات کئے اور بخاری میں قال بعض الناس سے تعبیر کیا لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ امام ابوحنیفہ کے اجتہاد کی تہ کو نہ پہونچ سکے اور سارے اعتراضات بیکار رہ گئے۔ ہم حنفی ہو کر یہ تو یقین رکھتے ہیں کہ جن مسائل اجتہادیہ میں امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کا اختلاف ہے اون میں امام شافعی نے خطا کی ہے لیکن ساتھ ہی یہ بھی کہتے ہیں کہ مقلدین امام شافعی پر واجب ہے کہ اون کے اجتہاد پر عمل کریں اور تحقیق سے کام نہ لیں

قولہ اور معاویہ کو یہاں پر کچھ دخل نہ ہوگا اس لئے کہ نہ تو وہ علماء دین سے ہے اور نہ تو احکام شریعت بیان کرنے میں قابل اعتبار اور قابل اعتماد ہے (ص۸۶)

اقول بالکل غلط سراسر جھوٹ صرف بغض و عداوت اور خروج۔ جو ایک سو تریسٹھ حدیثوں کا راوی ہو اور وہ علمائے دین سے نہ ہو جس کو حضرت عبداللہ ابن عباس فقیہ فرمائیں وہ علماء دین سے نہ ہو جنکی روایت کردہ احادیث امام بخاری و مسلم اپنی کتابوں میں درج کریں مجتہدین اون سے مسائل اخذ کریں۔ محدثین و فقہا عادل کہیں اور وہ ناقابل اعتبار ہو۔ علمائے دین سے اور قابل اعتماد ہونا تو بالکل ثابت اور وہ تو مجتہد صحابیوں میں ہیں۔ شاہ صاحب قبلہ فرماتے ہیں "آیا معاویہ مجتہد تھے کہ نہیں، واضح رہے کہ کمال تفتیش اور اجتہاد درجہ کی پہچان بین کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ اونھوں نے اجتہاد کا رتبہ آخر عمر میں حاصل کیا تھا" پھر فرمایا "اسی طرح جو اون کو مجتہد کہتا ہے وہ بھی درست کہتا ہے کیونکہ وہ آخر عمر میں صحابہ سے بہت سی حدیثیں سن لینے کی وجہ سے مسائل فقہیہ میں دخل دینے لگے تھے اسی وجہ سے ابن عباس فرماتے ہیں کہ وہ فقیہ تھے" (ترجمہ فتاوی عزیزیہ ص۱۵۴ و ص۱۵۵)

قولہ اصحاب میں دونوں طرح کے لوگ ہیں عالم دین بھی ہیں اور جاہل بھی ہیں (ص۸۶)

اقول لفظ صحابی کے ساتھ جاہل کے لفظ کا استعمال بدتمیزی اور گدھاپن سمجھتا ہوں اس لئے کہ اس سے توہین کی بو پیدا ہوتی ہے اور صحابی کی جناب میں ایسا لفظ بھی استعمال کرنا حرام ہے جس میں توہین کی بو آتی ہو۔ میں اگر بابا صاحب کے متعلق یہ کہہ دوں کہ بابا صاحب امام غزالی اور امام رازی کے سامنے بالکل نرے جاہل ہیں تو کیا آپ کے ماننے والوں کو برا نہ معلوم ہوگا۔ پھر صحابی کے لئے لفظ جاہل کا استعمال۔ صحابی نے اگر ایک حدیث بھی حضور سے سن لی تو بابا صاحب آپکو

ملائکہ اور فضیلت علوم مشرقی سے بدرجہ اُن کا مرتبہ بڑھ گیا۔

قولہ حامیان معاویہ کا یہی گمان فاسد ہے اُن کا یہی دعویٰ ہے کہ معاویہ نے [illegible] خروج کیا، احکام خدا و رسول کی مخالفت کی۔ الخ (ص[illegible])

اقول شاتمان معاویہ کی یہ ساری بکواس بے ہودہ سرائی ہے، بیہودہ [illegible] افتراء و بہتان ہے دروغ بافی ہے۔ حضرت معاویہ کی جنگ خروج علی الامام نہ تھی حضرت [illegible] کائنات کی خلافت سے بغاوت نہ تھی اہل بیت کے خدمت گذار تھے اور ان کی تعظیم و توقیر [illegible] وظیفے دیتے تھے (حالات معاویہ کے زیر عنوان ملاحظہ کیجئے) نہ، ور خدا کے حکم کی [illegible] نہ کی اور جس کو آپ نے مخالفت سمجھا وہ آپ کی کوتاہ نظری یا بغض و عداوت یا رافضیت کی [illegible] یا خروج، وہ تو صحابی رسول ہیں ہر سنی مسلمان کے لئے اگرچہ فاسق ہو انجام بخیر ہونے کی امید [illegible] بلا وجہ معقول محض ضد اور ہٹ دھرمی سے حضرت معاویہ کو بُرا کہنا سب و شتم کرنا لعن و طعن کرنا گمراہی ہے بے دینی ہے

قولہ قارئین کرام معاویہ کے ان تمام حالات قبیحہ اور شنیعہ کو مولی اور معاویہ [illegible] کتاب میں ملاحظہ فرما سکتے ہیں (ص[illegible])

اقول بابا جی کے تمام افتراؤں بہتانوں کا جواب میری کتاب کے باب دوم تیغ [illegible] بابائے سیوانی میں ملاحظہ فرمائیں۔

عنوان نمبر ۱۱

قولہ خصائص اور فضائل مولیٰ میں الخ (ص[illegible])

اقول حضرت مولائے کائنات رضی اللہ عنہ کے فضائل پر ایمان جو کچھ آپ نے بیان کیا اس سے کہیں زائد بحمد اللہ ہمارے علم اور دل میں وہ یقیناً اپنے زمانہ میں خلیفہ برحق تھے۔ سرچشمہ ولایت ہیں خلاصہ اہل بیت نبوت ہیں مگر شریک رسالت نہیں۔ خلیفہ اول بلا فصل نہیں جیسا کہ رافضیوں کا عقیدہ ہے۔

عنوان نمبر ۱۲

قولہ خلاصہ بحث صحابیت (ص۹۳)

اقول عطر کلام و نتیجہ بیان ان کو ن، حد صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شریعت

على ونفس سنى ورتبة عاليه ودرجة عاليه لاياتها القطبية ولا الغوثية فان ما
تيسر لهم ما وجد من بعدهم ولا يمكن ان يكون احد افضل منهم وان الصحابة بعد ما هم
متساوون فى نفس الصحابية متفاوتون فى الفضائل الاخرى وعلى هذا نقول ان الاربعة
افضل من البقية والشيخين افضل من الاثنين الآخرين واولهما افضل من الكل سواء
كانوا من اصحاب نبينا او اصحاب الانبياء فحبهم وتوقيرهم محبة من محبته محبتهم وتوقيرهم
توقيرهم وبغضهم وسبهم وشتمهم والطعن فيهم وبغض احد منهم معاداة من يرضى صحابيتهم
فقد اشار بعض بزنالوا هذا الشرف الشريف والوصف اللطيف ولا شك ان كلهم متفاوتون
الامرجة مسئلون لقوله ومن وقع فيما وقع يقتضى نفوسهم البشريه فقد سقطوا من نوعهم
وتنبهوا من جرمهم . واعلموا ان الامير معاوية ايضا صحابى صحابى جليل فقيه مجتهد واجب له
ما هو واجب لصحابى .

عنوان نمبر ۳

قوله ہمارا دینی اور ایمانی فرض (ص ۹)

اقول وهو ما ذكره الامام العلامة القاضى فى كتاب الشفا ولقد اجاد وشفى
ارغم الف الخوارج والرفض ومن غوى وردى . قال رحمة الله عليه ومن توقيره وبره
عليه الصلوة والسلام توقير اصحابه وبرهم ومعرفة حقهم والاقتداء بهم وحسن الثناء عليهم
والاستغفار لهم والامساك عما شجر بينهم ومعاداة من عاداهم والاضراب عن اخبار المؤرخين
وجهالة الرواة كالرافضة وضلال الشيعة والمبتدعين القادحين فى احد منهم وان يلتمس
لهم فيما نقل عنهم من مثل ذلك فيما كان بينهم من الفتن احسن التاويلات ويخرج لهم احسن المخارج
ولا يذكر احد منهم بسوء ولا يغمص عليهم امر بل يذكر حسناتهم وفضائلهم وحميد سيرهم
ويسكت عما وراء ذلك كما قال عليه الصلوة والسلام اذا ذكر اصحابى فامسكوا . اقول هذا
القدر فى هذا الباب يكفى والا من كان فى قلبه مرض البغض لا يشفى .

قوله اور یہ امر بلا شبہ نادانی ہے بلکہ خدا اور رسول کی دشمنی اور عداوت میں داخل ہونا
ہوگا۔ اگر ہم محض حرمت صحبت یا کسی شخص کے بعض صحابی ہونے کی وجہ سے ان کے ہر ایک

گناہ کبیرہ واد سادس کی ہر ایک کی طرف سے چشم پوشی کریں (صنٹ)

اقول اے جناب ابن عقیل والے جناب بابا جی سنئے کہ شاہ صاحب قبلہ ...
عزیزیہ میں کیا کہتے ہیں اور دینی و ایمانی کیا فرض بتلاتے ہیں۔ اس سے نصیحت حاصل ...
عقائد کی کتابوں میں جو یہ لکھا ہے کہ صحابی پر طعن نہ کرنا چاہیئے بلاشبہ درست ہے
رہا یہ کہ اگر کوئی حدیث بروجہ حق او جو طعن صحابہ کو متضمن ہو تو اوس میں بھی حرج نہیں
حاصل کلام یہ کہ اس سے اہل عقائد کی غرض صرف نفی سب صحابہ ہے نہ یہ کہ صحابہ سب کے سب
معصوم ہی ہیں اور یہ کہ وہ وجوہ طعن میں سے کسی وجہ سے بھی محل طعن نہ ہو سکتے تھے کیونکہ
بعض صحابہ سے شراب پینا ثابت ہے۔ چنانچہ مشکوٰۃ شریف میں موجود ہے اور آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے اون پر بارہا حد قائم کی ہے۔ چنانچہ حسان ابن ثابت اور مسطح ابن اثاثہ سے تہمت
زنا ثابت ہوئی اور اون پر حد بھی جاری کی گئی اور ... ماعز اسلمی سے زنا صادر ہوا سوا (؟) نہیں
کیا گیا۔ غرض کہ ان حضرات سے اگر غلطیاں اور لغزشیں وقوع میں آئیں آیا کریں پھر بھی صحابی
ہونے کی حیثیت سے وہ واجب الاحترام ہی ہیں اور تا وقتیکہ اون کا ارتداد و نفاق
یقیناً معلوم نہ ہو جائے تب تک اوس قبیل سے نہیں کہ امت اون پر زبان طعن
کرے۔ مثلاً ابوذر غفاری کے حق میں صحیح بخاری میں ایک حدیث وارد ہے کہ انک
امرء فیک جاھلیۃ تو ایک ایسا آدمی ہے جس میں ابھی تک زمانہ جاہلیت کا کسی قدر شائبہ پایا جاتا
ہے۔ لیکن ہم لوگوں کا منہ اس قابل نہیں کہ ابوذر کو جاہل آدمی بتائیں۔ اسی طرح ابو جہم
کے حق میں جو اعلیٰ درجہ کے صحابیوں میں شمار کئے جاتے ہیں بخاری شریف میں ہے کہ لا یضع
عصاہ عن عاتقہ وہ اپنی لاٹھی کاندھے سے نہیں اتارتا۔ اس سے کنایۃً یہ مراد ہے کہ وہ اپنی
لونڈیوں خادموں پر مار پیٹ کرتا ہے۔ اب ہم کوئی استحقاق نہیں رکھتے کہ ابو جہم کو ظالم کہا
کہا کریں۔

اقول حدیث واقعہ افک میں ہے کہ حضرت اسید ابن حضیر نے حضرت سعد ابن عبادہ
کو منافق کہا اور تاریخ الخلفا میں ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق نے حضرت عمر سے کہا کہ کیف اصلاً
میں خوار دکردی (؟) ہو گئے تو کیا ہمیں یہ لائق ہے کہ ہم اپنی زبان سے حضرت عمر کو خوار کر دیں ...

سنت اور حضرت سعد ابن عبادہ کو منافق کہیں اور یہ الفاظ بطور طعنہ استعمال کریں۔

پھر حضرت شاہ صاحب نے فرمایا بلکہ اگر ہم نظر کو اور دوڑائیں اور پہنچائے جائیں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ عذاب کے موقعہ پر بعض انبیاء علیہم السلام کے پاس عتاب آمیز الفاظ وارد ہوتے ہیں لیکن اُمت کے لئے ہرگز جائز نہیں کہ اون الفاظ کے لحاظ سے اون حضرات کی نسبت کسی قسم کی چون وچرا کرے مثلاً حضرت آدم علیہ السلام کے حق میں وعصیٰ آدم ربہ فغویٰ نازل ہوا ہے لیکن آنجناب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو گمراہ و نافرمان کہنا سراسر کفر ہے اسی طرح حضرت یونس علیہ السلام کی نسبت لا الہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین اور اذ ابق الی الفلک المشحون اور فالتقمہ الحوت وھو ملیم وارد ہے مگر کسی شخص کے لئے جائز نہیں کہ آپ کی شان میں آبق یا ظالم یا ملیم کا لفظ استعمال کرے۔ بس واضح رہے کہ رعایت ادب کے لحاظ سے جو اُمت پر واجب ہے۔ کتب عقائد کی عبارت بھی صحیح ہے۔ (ترجمہ فتاویٰ عزیزیہ ص ۱۵۳ و ۱۵۴)

دیکھئے افراط و تفریط سے دور بلا تعصب کیسی صاف عبارت ہے۔ اس کا خلاصہ یہ کہ مذکورہ واقعات میں واقعہ کے طور پر نقل واقعہ میں کوئی حرج نہیں لیکن زبان طعن دراز کرنے کے لئے نہ ہو۔

یعنی واقعہ بھی ذکر کرو تو لب ولہجہ میں طرز ادا میں اور ہمارے مفہوم میں ادب احترام کا لحاظ ضروری ہے اور واقعہ کو بھی محض واقعہ کی شکل میں روایت نہ کرو بلکہ نیت یہ ہو کہ اس قسم کے واقعات سن کر لوگ عبرت حاصل کریں اور اپنے گناہوں سے توبہ کریں یعنی ترغیب و ترہیب کے لئے واقعہ ذکر کیا جائے۔ اس لئے نہیں کہ لوگوں کے دلوں میں نفرت پیدا ہو طعنہ زنی کریں۔ بری نگاہ سے دیکھیں اعتراض کریں۔

ہم جب ابن عقیل اور بابا صاحب کی تحریرات دیکھتے ہیں تو صاف یہ پتہ چلتا ہے کہ ان دونوں نے یہی وتیرہ اختیار کیا ہے کہ اون کے ایسے واقعات کو اس طرح ذکر کرتے ہیں کہ جس سے ترغیب و ترہیب کی نیت نہیں معلوم ہوتی بلکہ طعنہ زنی عیب جوئی اور

تغیر معلوم ہوتی ہے۔ خصوصاً جناب بابا صاحب کا نمبر تو بہت بڑھ چکا ہے کہ اونھوں
ایک ہی سانس میں حضرت معاویہ کو شقی بدبخت ملعون بدکردار ظالم فاسق وصل جہنم کیا
کیا کیا غیر مہذب الفاظ استعمال کئے۔ بابا صاحب اپنے اس ناشائستہ رفتار کو دیکھیں
فتاویٰ عزیزیہ کی مذکورہ عبارت کی روشنی میں دیکھیں۔

عنوان نمبر ۱۴

قولہ چند علما کی تالیفات پر ایک تنقیدی نظر (ص ۱۰۱)

اقول ابن عقیل نے اس عنوان کے ماتحت علامہ ابن حجر ہیتمی شافعی کا ذکر اور
ان کا رد کیا ہے۔ علامہ ابن حجر نے دو کتابیں اس مسئلہ میں تحریر فرمائی ہیں۔ ایک
صواعق محرقہ دوسرے تطہیر الجنان دونوں کتابوں میں بلا افراط و تفریط بلا رد و رعایت
مذہب اہلسنت وجماعت ذکر کر دیا ہے کہ حضرت معاویہ کے بارے میں کیا عقیدہ رکھنا
چاہئے اور جو کچھ اونھوں نے تحریر فرمایا ہے وہ چونکہ رافضیوں اور خارجیوں دونوں
ابن عقیل صاحب کی ذہنیت کے بالکل خلاف ہے۔ اس سے ابن عقیل صاحب نے
ابن حجر کو سخت وسست کہا ہے اور اپنی بے دینی کا ثبوت دیا۔ خیر علامہ ابن حجر
بڑی شان ہے۔ میں نے جو کچھ ابن عقیل کا رد کیا ہے۔ ابن عقیل کی جانب بابا صاحب
مذہب اہلسنت کے قواعد وعقائد کی پابندی کرتے ہوئے اوسی کا جواب دیں۔

عنوان نمبر ۵

طالبان حق بے جا دھمکیوں سے نہ ڈریں (ص ۱۰۹)

اقول اہل سنت وجماعت ابن عقیل اور بابا صاحب کی ہرزہ سرائی سے متاثر
نہ ہوں اور ایسے کچے کے یعنی گدھے رافضیوں خارجیوں کے طریقہ کو اختیار کرکے دین وایمان کو برباد نہ
حضور نے فرمایا ہے کہ آخر زمانہ میں ایسے دجال کذاب پیدا ہوں گے جو تمہیں وہ باتیں سنائیں گے

جو تم نے سُنی ہونگی نہ تمہارے باپ دادا نے ان سے دُور رہنا (مشکوٰۃ) یاد رکھو کہ قرآن و حدیث کے مفاہیم اور معانی کو صحیح صحیح سمجھنے والے اہلسنت وجماعت کے سوا اور دوسرے فرقے والے نہیں۔ قرآن سب ہی پڑھیں گے، حدیثیں سب ہی سنائیں گے مگر اپنی بدمذہبی کے مطابق توڑیں گے مروڑیں گے۔ صراطِ مستقیم راہِ قویم صرف اہل سنت وجماعت کی ہے لیکن ذرا یہ بھی احتیاط کرتے رہنا کہ ادعا دعویٰ سنیت اور اتباع مذہب اہل سنت میں تخالف تو نہیں ہے کہیں ایسوں کے پھندوں میں نہ پھنس جانا جو دعویٰ سنیت کا کریں، وہ چشتی وصابری بنیں اور ایک ہاتھ رافضیوں کو دے چکے ہوں، ایسے لوگ دین کے ڈاکو اسلام کے قزاق ہیں خواہ وہ علامہ ہوں یا فاضل علوم مشرقی ومغربی ہوں۔

عنوان نمبر ۱۲

خارجی

حضرت شاہ صاحب قبلہ فرماتے ہیں۔ خارجی لوگ ان صحابہ رضی اللہ عنہم کی تکفیر کرتے ہیں، جنھوں نے باہم ایک دوسرے کے ساتھ لڑائی کی تھی جیسے حضرت طلحہ زبیر امیر المومنین علی مرتضیٰ معاویہ۔ عمرو بن عاص وغیرہ (ص ۱۶۱ ترجمہ فتاویٰ)

ملا علی قاری شرح فقہ اکبر میں حضرت امام کے قول غاربین علی الحق کی شرح میں فرماتے ہیں دعلی الخوارج حیث یقولون بکفر علی ومن تابعہ وکفر معاویہ ومن شایعہ حیث انہ تکبوا قتل امومن وھو عندھم کبیرۃ مخرجۃ عن حد الایمان

ابن عقیل اور بابا صاحب نے حضرت معاویہ اور حضرت عمرو بن عاص وغیرہما کو ملعون بتایا شقی وبدبخت کہا۔ فاسق ومنافق ٹھیرایا، داخل جہنم ہونے کا حکم لگایا، اور باہمی جنگ وقتال پر کفر کا فتویٰ لگایا، اور نصائح کافیہ اسی لئے لکھی گئی اور اردو اسکا ترجمہ بنام معاویہ کی صحابیت اسی سے کیا گیا۔

مسلمان خود دیکھ لیں کہ ابن عقیل اور بابا صاحب پر خارجی کی وہ تعریف جو شاہ صاحب قبلہ اور ملا علی قاری نے فرمائی صادق آتی ہے یا نہیں اور سمجھ لیں کہ نصائح کافیہ اور اس کا

ترجمہ و شرح مذہب خارجیت کے شائع کرنے کے لئے ہے یا عقیدہ اہلسنت و جماعت بتانے کے لئے۔ غور کیجئے کہ متن اصل و ترجمہ میں کوئی بات بھی مذہب اہلسنت کے موافق ہے۔

وهذا آخر ما اردنا في سرد الفصل و ترجمته فالحمد لله كما لها عظا و ظلما [illegible] و صلا و اوصلها تحت الثرى فاذا لها دار دى وهذا يكون عاقبة المفسدين وخاذلين [illegible] نعوذ بالله من الحور بعد الكور۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

لا تسبوا اصحابی

یہ رسالہ بابا خلیل داس صاحب کے رسالہ جواز لعنت کا سر توڑ جواب ہے

اس کا نام ہے

کف اللسان

عن

لعن الاعیان

مصنفہ

جناب مفتی صاحب حقانی

مفتی آگرہ

باب چہارم

کفّ اللسان عن لعن الاعیان

عنوان نمبر ۱

حضرت معاویہ اور مسئلہ لعنت

جناب بابا صاحب کی کتاب (معاویہ پر جوازِ لعنت کے شرعی دلائل) کا اس رسالہ میں دانت توڑ منہ پھیر جواب دیا گیا ہے۔ باباجی کی یہ کتاب ان کی کتابوں قولِ فیصل اور مولی اور معاویہ اور صحابہ کی صحابیت کا نتیجہ ہے۔ ان کتابوں میں جو کچھ لکھا ان کا مقصود یہی ہے کہ حضرت معاویہ جیسا شقی بدبخت ظالم درندہ، فاسق منافق، واصل جہنم وغیرہ ہیں لہٰذا ان پر لعنت کرنی چاہیے لہٰذا ثبوت لعنت میں یہ کتاب لکھ ماری۔

باباجی کی بکواس اور اس کا جواب

لکھتے ہیں: معاویہ بن ابی سفیان کی بدعملیوں اور بے ایمانیوں کو ضبطِ تحریر میں لانا نہایت دشوار ہے جس کا ایک نمونہ مولی اور معاویہ اور قولِ فیصل میں مذکور ہو چکا ہے اور چونکہ اسلام لانے کے بعد بھی اس کا اپنے افعالِ ناشائستہ سے توبہ نہ کرنا اور آخر وقت تک اپنے کبائر و قبائح پر مصر رہنا معلوم ہے۔ اس لئے اس کی لعنت کے جائز اور اس سے عداوت اور تبرا کرنے کے واجب ہونے میں شرعاً کوئی شبہ نہیں ہو سکتا اور اس کی بداعمالیوں اور اس کے مظالم کی نسبت سکوت کرنا ہرگز مستحسن نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کی نسبت خود حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے سکوت نہیں فرمایا اور نہ حضور امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اور نہ حضرت امام حسن علیہ السلام نے اور نہ اصحابِ کرام نے اور نہ دیگر ائمہ دین اور علماء محققین نے سکوت کیا بلکہ حضور سرورِ کائنات نے اس کے ملعون و واجب القتل ہونا انجام کا قرار دیا

منافق ہونے کی تصریح فرمائی (معاذ)

اقول محض بکواس، ہرزہ سرائی، خبط الحواسی، دروغ، افترا، بہتان۔ جو کچھ قول فیصل میں لکھا گیا جواب اور دانت توڑ جواب علماء اہل سنت نے دیدیا گیا اور جو کچھ مولوی اور معاویہ میں لکھا اس کا منہ پھیر جواب تیغ ہلالی میں سنا دیا گیا۔ آپ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی نہ کوئی بے ایمانی ثابت کر سکے نہ بدعملی اور نہ تا دم وفات گناہ کا اصرار اور نہ ثابت کیا کرنے جب ان چیزوں کا صحیح و مستند وجود ہی نہیں پھر لعنت کے واجب ہونے کے کیا معنی۔ نہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی قباحت کی طرف اشارہ فرمایا نہ حضرت علی نے کوئی سخت فتویٰ لگایا نہ حضرت امام حسن نے کچھ فرمایا نہ ائمہ دین اور علماء محققین نے نہ حضور نے ان کو ملعون فرمایا نہ واجب القتل نہ بدانجام نہ کافر نہ منافق۔ یہ صرف آپ کا زور زبان ہے یا روانی قلم اور دماغ ہے جیسے ہباءً منثورا یا رجم بالغیب یا ہوس والے کے دعوے۔ شیخ چلی کی بڑ۔ بنا الفاسد علی الفاسد۔ آپ نے اپنے گمان باطل میں احتمالات کی عمارت بنائی اور لعنت چپکا دیا۔

حضرت معاویہ اسلام لائے۔ حضور نے انہیں اپنا کاتب بنایا۔ حضرت صدیق نے والی دمشق بنایا۔ حضرت عمر و عثمان نے اسی پر برقرار رکھا اور پورے شام کا والی بنا دیا۔ شاہ صاحب تحفہ میں فرماتے ہیں اور معاویہ نے عثمان کے وقت میں کچھ بغی و فساد نہ کی بلکہ روم سے لڑے اور بڑے بڑے ملکوں کی فتحیں کیں۔" (ص۱۳۱) اپنی حکومت و خلافت کے دور میں بہت سے بلاد کفر فتح کئے ۴۳ھ میں بلاد سجستان اور بلاد سوڈان کے اکثر شہر فتح کئے۔ ۴۴ھ میں قیقان اور ۵۰ھ میں قوہستان فتح کیا۔ ان بلاد کفر میں اسلام کا جھنڈا لہرایا۔ پھر بھی معاذ اللہ بقول بابا جی کے بدعمل اور بے ایمان رہے۔ بابا جی! آنکھیں کھول کر دیکھئے۔ تعصب کی پٹی اتار دیجئے۔ رافضیوں کے ہاتھوں نہ کھیلئے۔ متاع دنیا خدا کی گرفت کو دیکھا سکیگی۔

حضرت معاویہ کا والی شام ہونا، بلاد کفر فتح کرنا یہ سب اونکے اسلام کے بعد ہی ہیں۔ کیا یہ چیزیں آپ کے نزدیک افعال ناشائستہ ہیں۔ بابا جی زبان روکئے۔

توبہ نہ کرنے کے کیا معنی۔ توبہ کا ترتب صدور گناہ کے بعد ہے جب کوئی گناہ ہی نہیں اور جس کو آپ نے گناہ سمجھ رکھا ہے وہ ثابت ہی نہیں تو توبہ کی کیا ضرورت۔ حضرت مولا علی اور

ان کے درمیان جنگ، اور مسلمانوں کا قتل اسی سلسلہ میں حضرت عمار کا قتل حضرت حجر کا قتل حضرت محمد ابن ابی بکر کا قتل خونریز وہ میدانی جنگ اور پھر اس سلسلہ کی کڑیاں۔ غالباً یہی آپ کے نزدیک گناہ ہیں اسی کے لئے جناب توبہ کا ارشاد فرما رہے ہیں۔ تو بابا جی پھر سن لیجئے کہ ان جنگوں اور ان واقعات قتل کے متعلق تمام علماء اہلسنت کا اتفاق ہو چکا ہے کہ یہ سب مبنی علی الاجتہاد ہیں اور خطائے اجتہادی معصیت نہیں اس پر مواخذہ شرعی نہیں۔ اور ان کے ارشادات گذر چکے ہیں اور پھر آگے آتے ہیں۔ پس جب گناہ نہیں تو توبہ کیسی

زیادہ سے زیادہ آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ حضرت امیر سے بغاوت ہوئی باغی تو ہوئے پس یہ بغاوت ہی گناہ ہے تو سنئے جناب بابا صاحب علامہ ابو شکور سالمی نے (جنکو آپ بھی تسلیم کر چکے ہیں) [illegible] کی کتاب تمہید سے اپنے مدعا کے ثبوت میں عبارت نقل کر چکے ہیں، فرمایا ثم نقول بان الباغی لا یکفر ولا یفسق بدلیل قوله تعالى وان طائفتان من المؤمنين اقتتلوا فالله تعالى سمى كل طائفتين مؤمنا وهما جند امعاوية وعلى رضى الله عنهما باغی کو نہ کافر کہا جا سکتا ہے نہ فاسق اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے ان دونوں گروہوں کو جو آپس میں جنگ کر رہے ہیں مومن فرمایا اور وہ دونوں حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کے گروہ ہیں پھر فرماتے ہیں والثانی ان الباغی مؤول فی دعواه لان هذا الباغي ان يدعي الامامة مع شبهة الدعوى وكانت لهم شبهة الدعوى فكانوا في ذلك واخطأوا في تاويلهم وخطأهم ما كان من الكبائر في الدين حتى يوجب الفسق والكفر دوسرے یہ کہ باغی اپنے دعوے میں مؤول ہوتا ہے اس لئے کہ باغی ادعا کرتے ہیں جو امارت کا مع شبہ دعویٰ ہوا اور ان لوگوں (حضرت امیر معاویہ) کا دعویٰ مع الشبہ تھا اور مؤول تھے تاویل کی اگرچہ خطا ہوئی اور یہ خطا گناہ کبیرہ نہیں جس کی وجہ سے ان پر کفر یا فسق کی دفعہ لگائی جائے

(صفحہ ۱۶۹)

علامہ نووی نے حدیث تقتلك الفئة الباغية کی شرح میں فرمایا هذا الحديث حجة ظاهرة فی ان علیا کان محقا مصیبا والطائفة الاخرى بغاة لكنهم مجتهدون فلا اثم عليهم، یہ حدیث اس امر کی دلیل ہے کہ حضرت علی حق و صائب تھے اور گروہ ثانی باغی تھا لیکن وہ بغاوت، جہاد پر مبنی تھی لہذا ان پر کوئی گناہ نہیں۔

جب یہ بغاوت موجب فسق و کفر نہیں سبب اثم و گناہ نہیں کبیرہ اور قبیح نہیں تو پھر توبہ کیسی اور

جعلی اور بے بنیاد کیس. باباجی اس مسئلہ میں علامہ سیالوی اور علامہ نووی کا فیصلہ کیا. دینداری کا
فیصلہ نہیں ہے. حق و صحیح فیصلہ نہیں جو آپ اوس سے انحراف کئے ہوئے ہیں مسلمان اور سنی مسلمان تو اس
فیصلہ سے ہرگز گریز و انکار نہ کریگا اور نہ کرنا چاہیے کیونکہ یہ حضرات مذہب اہلسنت کے ذمہ دار و پیشوا ہیں

آپ کہیں گے کہ حضرت معاویہ نے حضرت امیر کو سب و شتم کیا اور اون پر یہ الزامات ہیں وہ الزامات ہیں
جو کہ آپ نے قول و فعل میں اور دوسروں اور معاویہ میں شمار کئے ہیں) ان کی وجہ سے وہ گنہگار اور
فاسق ہوئے تو سنئے جناب اون میں سے کوئی الزام معتبر و مستند طریقہ سے ثابت نہیں جیسا کہ ہم ہر
الزام کے جواب میں ثابت کر چکے ہیں. اور جب وہ بطریقہ شرعی ثابت نہیں تو اون غیر ثابت وجود کی
بناء پر جرم کی دفعہ لگانا بالکل قوانین شرعیہ کے خلاف ناجائز ہے.

علاوہ بریں سنئے حضرت شاہ صاحب قبلہ کیا فرماتے ہیں. جاننا چاہیے کہ بعد تلاش و جستجو کے
معلوم ہوا کہ جہان میں کوئی ایسا شخص نہیں ہوا ہے. جس پر زبان بدگویوں اور عیب جویوں کے طعن
مذمت کے ساتھ نہ کھلی ہو بلکہ جناب کبریائے الٰہی میں بھی حرف زنی کی ہے اور معلوم ہے کہ بہ تقریب
انکار عصمت انبیاء معتزلہ نے ابتدائے آدم علیہ السلام سے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تک کسی پیغمبر
کو نہیں چھوڑا ہے کہ صغائر و کبائر اون کی جناب میں نہ لگائے ہوں اور سب کو حدیث اور آیتوں
سے ثبوت تک پہنچایا ہو ایسے ہی فرقہ یہود انکار عصمت ملائکہ میں بھی چال چلے ہیں اور خوارج اور
نواصب نے جناب حضرت امیر اور اہل بیت کرام میں بھی یہی وتیرہ اختیار کیا ہے لیکن عقلمندوں پر
پوشیدہ نہیں ہے کہ یہ سارا شور و غوغا کتوں کا نسبت نور افشانی ماہ کے ہے مطلق اونکے مرتبہ
قدر میں کچھ نقصان نہیں کرتا پھر فرمایا بس اسکی ایک وجوہ بزرگی خلفاء اور صحابہ اور ام المؤمنین سے
جاننا چاہیے کہ ان بدگویوں نے از روئے کمال بغض اور نہایت حسد کے ان دلوں تک جان
ماری (جیسے کہ اب باباجی جان مار رہے ہیں) اور سوا انہیں چند شبہوں کے (جیسے باباجی کے
چند شبہے ہیں) ہمارا دل فکر میں نار نار ہو جاتے ہیں نہیں پائے گئے گو کہ اپنے مقدور سے زیادہ
کوشش کرتے رہے (جیسے باباجی کوشش کر رہے ہیں) ظاہر ہے کہ جو کوئی عمر بھر میں بہت بارہ
کام ایسے عمل میں لائے کہ وہ موقع گرفت دشمنوں اور بدگویوں کے ہوں باوصف اسکے کہ ریاست
عام اور معاملات رنگا رنگ سے رکھتا ہو اور بخوبی اون کو انجام دیتا ہو وہ شخص فی الحقیقت کل لعن

نہیں ہوتا۔ اگر ہو تو بڑے تعجب کی بات ہے ، (تحفہ)

فرض کر لیا جائے کہ اگر بیان رواۃ کی الزام پائے بھی جانے میں اور بعض کی خوبیاں بھی موجود نہ ہوں تو نظر انداز کر دینا اور روایک الزاموں کو سامنے رکھ کر سننا اور طعن کرنا کون سی عقلمندی کی بات ہے۔

علاوہ بریں ان واقعات و الزامات کے روایت کرنے میں کاروبار والوں نے بڑی بے پروائی سے کام لیا اور یہ تحقیق نہ کی کہ ان کے روایت کرنے والے کس قسم کے لوگ ہیں اس لئے کہ الزام تراشی میں رافضیوں کی دست درازی کو بڑا دخل ہے اور ان کی بڑی دلچسپی ہے۔ خلفائے راشدین اور دیگر معزز صحابہ کرام کو بھی انہوں نے نہیں چھوڑا ہے۔

حضرت شیخ محقق شاہ عبد الحق صاحب دہلوی مدارج النبوۃ میں فرماتے ہیں۔ چنین است کہ وکف نفس از ذکر اختلاف و منازعات و وقائع کہ میان ایشان شدہ و گذشتہ است و اعراض از اخبار مورخین و جہلہ رواۃ و ضلال شیعہ و غلاۃ ایشان و مبتدعین کہ ذکر مثالب و معائب و قوادح ذوات ایشان کنند کہ اکثر آن کذب و افترا است و طلب کردن وانتما ازانچہ نقل کردہ شدہ است ازایشان از مشاجرات و محاربات با احسن تاویلات و صواب ترین وجوہ بودن ایشان اہل آن و عدم ذکر ہیچ یکے از ایشان بہ بدی و عیب بلکہ ذکر حسنات و فضائل و محامد صفات و سیر ایشان و سکوت و خاموشی از ماوراء آن از جہت آنکہ صحبت ایشان یقینی است و ماوراء آن ظنی است۔ اور اسی طرح ان اختلافات اور جھگڑوں اور وقائع سے جو ان (صحابہ) کے درمیان واقع ہوئے خاموش رہنا اور مورخین اور جاہل راویوں شیعہ اور اہل بدعت جو ان کے معائب اور برائیاں بیان کرتے ہیں ان کے خرافات سے اعراض کرنا اس لئے کہ ان کا اکثر حصہ کذب و افترا ہے اور جو ان کے درمیان اختلافات ہوئے ہیں ان کی تاویل تلاش کرنا اور کسی کا برائی کے ساتھ ذکر نہ کرنا بلکہ ان کی خوبیاں اور فضائل بیان کرنا اور اس کے سوا سکوت کرنا اس لئے کہ ان کا صحابی ہونا تو یقینی ہے اور اس کے ماسوا جو بیان کیا جاتا ہے وہ ظنی ہے۔ علامہ ابن حجر صواعق میں فرماتے ہیں و مما یوجب الامساک عما شجر بینہم من الاضطراب صفحا عن اخبار المورخین سیما جہلۃ الروافض و ضلال الشیعۃ و المبتدعین

فی احد منہم۔ علامہ قاری شرح شفا میں فرماتے ہیں ای عن اصحاب التواریخ فان غالبہم غیر صحیح بل کذب صریح علامہ ابن حجر نے تطہیر الجنان میں فرمایا و بین المحدثون ان کثیرا مما نقل منہم اما کذب واما فی سندہ علۃ۔ صحابہ کے اختلافات میں خاموش رہنا چاہئے اور اہل تاریخ کے اخبار سے اعراض کرنا چاہئے خصوصاً جاہل رافضی گروہ شیعہ اور اہل بدعت کی باتوں سے اصحاب تواریخ کی روایتیں غیر صحیح، غیر مستند بلکہ جھوٹ ہیں۔

روافض کے مکائد کے سلسلہ میں ایک مفصل مضمون مقدمہ میں تحفہ سے نقل کر چکا ہوں ملاحظہ فرمائیے اور یہاں بھی سن لیجئے۔

کید پنجاہ و سوم بعض مورخ انکے کون کتاب تاریخ میں لکھتے ہیں اور اس میں جھوٹ مرتکاد بر انبیاء صحابہ کی جو آدمی کو دہشت میں ڈالدیں بے نقل و سند کسی کے ذکر کرتے ہیں تا بعض بے تمیز اوسکی نقل کے لئے اپنی تصنیفات و اپنی گفتگو کے کام میں لائیں اور رفتہ رفتہ مشہور ہوجائے لوگوں کو اختلاف روایات کے شکوک میں ڈالے (ترجمہ ص۳)

کید سی و دوم۔ ایک جماعت نے اُن کے عالموں سے اہل سنت کی کتابوں خصوصاً تفسیروں اور تاریخ میں کہ اکثر علماء اور طلبہ کے ہر وقت انھوں میں نہیں تھیں بڑی کوشش کی ہے اور نیز بعض کتب احادیث میں جو مشہور نہیں ہیں، اور نسخے اون کتابوں کے متعدد نہیں ملتے نہایت جھوٹی باتیں مذہب شیعہ کے مذہب کو ٹھیلے اور سنیوں کے مذہب کو باطل کریں لگائی ہیں (ترجمہ ص۳)

بابا جی نے نقل روایت و الزامات میں ایسے ہی کتابوں سے کام لیا بلکہ کھلے ہوئے شیعہ کی کتابوں سے بھی نقل کیا تو ایسی صورت میں وہ الزامات کیونکر قابل اعتبار ہوسکتے ہیں اور اوکی بنا پر کوئی دفعہ اور پھر سزا کیونکر مرتب ہوسکتی ہے۔

اسی واسطے علامہ ابن حجر نے فرمایا والواجب علی کل من سمع شیئا من ذلک ان یتثبت فیہ ولا ینسبہ الی احد منہم بمجرد رویتہ فی کتاب او سماعہ من شخص۔ اور جس شخص پر جو اس قسم کی بات سنے، اوس کو واجب ہے کہ خوب تحقیق کرے اور صرف کتاب میں دیکھ لینے یا کسی سے سنتے پر اوس کی نسبت کسی کی طرف نہ کرے

لعنت

جب جنگیں مبنی علی الاجتہاد ہوئیں اور خطاء اجتہادی گناہ کبیرہ نہیں بدعت کفر و فسق نہیں

دیگر الزامات صحیح و ثابت نہیں تو لعنت کیونکر جائز ہو سکتی ہے چہ جائیکہ بقول یا صاحب واجب اور ضروری شرعاً اور وہ بھی لعن شخصی نام لیکر سنئے اور سبق لیجئے

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ احیاء العلوم شریف میں فرماتے ہیں الاولی اللعن بالوصف الاعم کقولک لعنۃ اللہ علی الکافرین والمبتدعین والفسقۃ. الثانیۃ اللعن باوصاف اخص منہ کقولک لعنۃ اللہ علی الیہود والنصاری والمجوس او علی القدریۃ والخوارج والروافض او علی الزناۃ والظلمۃ وآکلی الربوا وکل ذلک جائز۔ لعن بالوصف العام جیسے لعنۃ اللہ علی الکافرین والفاسقین اور لعن بالوصف الخاص جیسے لعنۃ اللہ علی الیہود والخوارج والروافض الظالمین والزناۃ تو جائز ہے لیکن لعن شخصی و معین اوس وقت جائز ہے جب اسکی موت کفر پر یقینی ہو جیسے ابوجہل ابولہب پر لعنت وہ کافر جس کی موت کفر پر یقینی نہ معلوم ہو اوس پر جائز نہیں۔ اوسی احیاء العلوم میں ہے والتفصیل فیہ ان کل شخص ثبتت لعنتہ شرعاً تجوز لعنتہ کقولک فرعون لعنہ اللہ وابوجہل لعنہ اللہ لانہ قد ثبت ان ہولاء ماتوا علی الکفر وعرف ذلک شرعاً اما شخص بعینہ فی زماننا کقولک زید لعنہ اللہ وہو یہودی مثلاً فہذا فیہ خطر۔

جب وہ کافر جس کی زندگی کفر پر گذری لیکن اوسکی موت علی الکفر یقینی قطعی نہ ہو اوس پر لعن شخصی جائز نہیں تو مسلم ذاتی پر لعنت کیونکر جائز ہوگی۔ اوسی احیاء العلوم میں ہے واذا عرفت فی الکافر فہو فی زید الفاسق او زید المبتدع اولی۔ (ج ۲ صفحہ [illegible])

علامہ ابن حجر صواعق میں فرماتے ہیں ولا یجوز ان یلعن شخص بعینہ الا ان علم موتہ علی الکفر کابی جہل وابی لہب واما من لم یعلم فیہ ذلک فلا یجوز لعنہ

ملا علی قاری شرح فقہ اکبر میں مسئلہ لعن کے تحت میں فرماتے ہیں ان اراد جواز اللعن الاجمالی بان یقال لعنۃ اللہ علی قاتل الحسین او الراضی بہ فلا کلام فیہ لقولہ تعالیٰ الا لعنۃ اللہ علی الظالمین ولقولہ علیہ الصلوۃ والسلام لعن اللہ آکل الربوا وموکلہ. اگر جواز لعن سے لعن اجمالی مراد ہے جیسے لعنۃ اللہ علی قاتل الحسین والراضی بہ تو یہ جائز ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا لعنۃ اللہ علی الظالمین حضور نے فرمایا لعن اللہ آکل الربوا وموکلہ پھر فرمایا وان اراد جواز اللعن بالشخص فقد تقدم عدم جوازہ بلا اختلاف فیہ اور اگر جواز لعن سے لعن شخصی مراد ہے

زیادہ اختلاف ناجائز ہے۔

بابا جی سُنا آپ نے کہ لعن شخصی یقینی موت علی الکفر ہے۔ کیا آپ حضرت معاویہ کو یقینی طور پر ایمان ہونے پھر یقینی طور پر موت علی الکفر پر ثبوت پیش کر سکتے ہیں ہرگز نہیں۔ یاد رکھئے یقینی طور پر کافر یا کفر پر مرنے والا اوسی کو کہہ سکتے ہیں جس کا کفر یا موت علی الکفر وحی الٰہی سے ثابت ہو یا حدیث متواتر سے اور آپ کے پاس ان دونوں میں سے کوئی نہیں پھر حضرت معاویہ پر لعن شخصی بھی جائز نہیں

حضرت امیر معاویہ کا حضور سے حدیثیں روایت کرنا حضرات محدثین بخاری و مسلم وغیرہم کا ان سے روایت کرنا آئمہ مجتہدین کا ان سے مسائل شرعیہ اخذ کرنا ان کے موت علی الاسلام کی مکمل دلیل ہے۔ حضرات محدثین اہل بدعت رافضی، و خارجی اور جھوٹے کی حدیث نہیں لیتے تو جسکی موت کفر پر ہو جائے اوسکی حدیث کیسے لے سکتے ہیں۔

پھر تمام محدثین کا فقہا و متکلمین کا ان کو صحابی کہنا صحابی سمجھنا صحابہ کی فہرست میں نام درج کرنا صحابہ سے فرمانا جلیل صحابی کہنا، کبار صحابہ سے بتانا کیا ان کے پختہ مسلمان اور موت علی الاسلام کی دلیل نہیں جبکہ انہیں لوگوں نے صحابی کی یہ تعریف بتائی کہ جس نے ایمان کے ساتھ حضور سے شرف ملاقات حاصل کیا اور اسلام ہی پر وفات پائی۔ اس تعریف کے اعتبار سے ان کو صحابی فرما رہے ہیں۔ کیا کافر بھی صحابی رسول ہو سکتا ہے اور صحابہ کی فہرست میں شمار کیا جا سکتا اور محدثین اوسے صحابی کہہ سکتے ہیں۔ اور اوس کی حدیث روایت کر سکتے ہیں اور اوسکی [illegible] سے مسائل دین استخراج کر سکتے ہیں۔ بابا جی اتنی موٹی بات بھی سمجھ میں نہیں آتی۔

غرضکہ لعن شخصی کا موجب کفر پر موت یقینی تو مفقود اور موت علی الکفر تو درکنار نفس کفر ہی مفقود [illegible]

کفر کے علاوہ دوسرے گناہوں بغاوت وغیرہ پر بھی لعن شخصی حرام ہے [illegible]

[illegible] کر لیا جائے کہ حضرت معاویہ سے بعض گناہوں کا صدور ہوا جیسا [illegible]

(۱) حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں من شتم احدا [illegible]

[illegible] علیہ وسلم ابابکر او عمر او عثمان او علیا او معاویۃ او عمرو [illegible]

[illegible] ضلال و کفر قتل و ان شتمہم بغیر ھذا نکل نکالا [illegible]

[illegible] کو حضرت ابو بکر و حضرت عمر کو حضرت عثمان و حضرت [illegible]

کو جو گمراہ و کافر کہے اُسے قتل کر دیا جائے اور جو اُنکے ساتھ بد تہذیبی کے الفاظ استعمال کرے اُسے
خوب مار لگائی جائے (شفا شریف)

(۲) علامہ سعد الدین تفتازانی نے فرمایا و ما نقل عن السلف المجتہدین والعلماء الصالحین
جواز اللعن علی معاویۃ و احزابہ۔ سلف مجتہدین علماء صالحین کسی سے حضرت معاویہ اور ان کے
ساتھیوں پر لعنت کا جائز ہونا منقول نہیں لان غایۃ امرھم البغی والخروج علی الامام
وھو لا یوجب اللعن اس لئے کہ غایت امر یہی تو ہوگا کہ بغی و خروج ہوگا اور یہ بغاوت و خروج
سبب لعن نہیں (شرح عقائد)

(۳) علامہ ابن حجر نے فرمایا و لا یجوز اللعن فی معاویۃ لانہ من کبار الصحابۃ۔ حضرت معاویہ
لعن طعن جائز نہیں اس لئے کہ وہ کبار صحابہ سے ہیں (صواعق محرقہ)

(۴) شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی فرماتے ہیں باید دانست کہ معاویہ ابن ابو سفیان رضی اللہ
عنہما یکے از اصحاب آنحضرت بود صلی اللہ علیہ وسلم و صاحب فضیلت جلیلہ در زمرۂ صحابہ رضی اللہ
علیہم زنہار در حق او سوء ظن نہ کنی و در ورطۂ سب او نہ افتی تا مرتکب حرام نشوی۔ حضرت معاویہ
رضی اللہ عنہ حضور کے صحابی ہیں اور صاحب فضیلت جلیلہ ہیں ہرگز اونکے بارے میں بدگمانی
مت کرنا اور لعن طعن کے گڑھے میں گر کر مرتکب فعل حرام نہ ہونا (ازالۃ الخفاء)

(۵) شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی۔ حضرت معاویہ پر لعن طعن کرنے کے متعلق سوال
کے جواب میں فرماتے ہیں۔ غرضیکہ ان حضرات سے اگر غلطیاں اور لغزشیں وقوع میں آ بھی
جایا کریں۔ پھر بھی صحابی ہونے کی حیثیت سے وہ واجب الاحترام رہی ہیں اور تاوقتیکہ ان کے
نفاق و ارتداد یقیناً معلوم ہو جائے تب تک اس قبیل سے نہیں کہ امت اون پر زبان طعن
دراز کرے۔

پھر دوسری جگہ فرمایا اس صورت میں غایت ما فی الباب یہ ہی ہے کہ معاویہ گناہ کبیرہ کے
مرتکب ہوں اور باغی ہوں۔ و اس تقدیر پر اون کا فاسق ہونا لازم آیا اور یہ مسلم قاعدہ ہے
الفاسق لیس باھل اللعن فاسق لعنت کا مستحق نہیں ہوا کرتا۔ لیکن اگر معاویہ کے سب و شتم
سے منع اس فعل کو برا کہنا اور برا جاننا ہی مراد ہے تو محققین پر یہ معنی بلاشبہ واقع ہیں

اور اگر سب سے لعنت و شتم مراد ہے تو معاذ اللہ کہ کوئی اہل سنت اسکا مرتکب ہو کیونکہ ان کے نزدیک فاسق اور مرتکب کبیرہ کے لئے یہی حکم ہے کہ وہ اسکے واسطے مغفرت طلب کریں اور جب یہ ہے تو لعنت بلا شبہ حرام ہے (ترجمہ فتاویٰ)

پھر تحفہ میں فرمایا۔ اب ہم اس بات پر آتے ہیں کہ جب انکو (حضرت معاویہ کو) باغی اور متعصب جانتے ہیں تو لعنت کیوں نہیں کرتے اس کا جواب اہل سنت کے نزدیک یہ ہے کہ جو مرتکب کبیرہ کا ہو اس پر لعنت جائز نہیں اور باغی بھی مرتکب کبیرہ کا ہے پھر اس پر لعنت کیونکر جائز ہو (صفحہ ۲۴۰)

( ) بابا صاحب آپ نے فرمایا کہ ائمہ دین علماء محققین نے بھی سکوت نہ کیا۔ فرمایئے وہ آپ کے ائمہ دین علماء محققین کس درخت پر رہتے ہیں جنھوں نے لعن معاویہ کو جائز قرار دیا کیا وہ امام مالک سے بڑھ کر امام دین ہیں۔ اور علامہ تفتازانی علامہ ابن حجر شاہ ولی اللہ شاہ عبد العزیز سے بڑھکر علماء محققین ہیں پھر شاہ صاحب قبلہ کے یہ شاندار لفظ ہیں اہل سنت کا مذہب یہی ہے کہ لعنت جائز نہیں گویا یہ اہل سنت کا اجماعی مسئلہ ہے پھر آپ نے اپنے رسالہ رد فضائل میں حضرت شاہ صاحب قبلہ کے متعلق یوں لکھا ہے کہ حضرت شاہ صاحب کے متعلق اس نکتہ کو بھی سامنے رکھئے گا کہ آپ کو تمام علمائے اہل سنت نے باتفاق خاتم المحدثین مانا ہے (صفحہ) اب آپ اس ہی نکتہ کو اپنے سامنے رکھ لیجئے اور پھر غور کیجئے کہ تسلیم کردہ خاتم المحدثین ہی تین تین جگہ حضرت معاویہ پر لعنت کو حرام فرما رہے ہیں اور جناب ان کے خلاف جواز کے دلائل پیش کر رہے ہیں آپ کی اپنی ? کا بھی پاس نہیں

بہر حال اہلسنت کے ائمہ اور محققین تو حرام بتا رہے ہیں نہ معلوم آپ کے ذہن میں کون سے ائمہ اور محققین ہیں۔ کیا ابن سبا اور ابن بابویہ قمی آپ کے ائمہ میں سے ہیں اور محمد ابن عقیل منافق نیلوی اور حسن نظامی آزاد خیال اور مسعودی رافضی اور ابو الفرج رافضی صاحب رد فتۃ الاحباب رافضی ابن عبد ربہ رافضی۔ غیاث الدین رافضی۔ جار اللہ معتزلی تفضیل ابن ابی الحدید معتزلی رافضی وغیرہم آپ کے علماء محققین اگرچہ ہوں اور آپ کے نزدیک تو ضرور ہیں اسی لئے تو آپ نے انھیں لوگوں کے اقوال کو اپنی کتابوں کی بنیاد بنایا ہے۔ بطور سند پیش کیا ہے اور علامہ اور رحمۃ اللہ علیہ کے القاب بخشے ہیں اور ان علماء محققین اور آئمہ دین کو آپ اپنے حجرہ کی زینت بنائے اور

ان کے اقوال کی پڑیاں بنا کر اپنی تجوری میں رکھئے۔ ان کے طفیل میں آپ کی تجوری تو بھر ہی جائیگی
اسلام اور سنیت کے پرخچے اڑ جائیں۔ سبحان اللہ کیسے کیسے آپ کے رحمہ ۔ وہ محققین ہیں کہ دشمن
رسول عدو اصحاب و اہل بیت کسی کو بلا طعن لگائے نہ چھوڑا۔ تفصیل کے لئے تحفہ اثنا عشریہ
کیجئے۔ بابا صاحب آپ نے بھی کیا غضب کیا کہ دین اور علماء محققین سے مسلمانوں کو دھوکہ دیا۔ و
من لشعلب کا رتبہ پایا۔

بابا جی آخر میں اہل سنت کے ایک محقق عالم جنھوں نے قاضی عیاض کی شرح لکھی نسیم
اور تفسیر بیضاوی کا نفیس حاشیہ لکھا علامہ خفاجی کا ایک قول اور سن لیجئے وہ فرماتے
یکون یطعن فی معاویہ فذلک من کلاب الہاویہ جو حضرت معاویہ پر لعنت کرے وہ جہنم
میں سے ہے (شرح شفا)

(۲) بابا جی آپ نے یہ بھی فرمایا کہ امام حسن نے بھی سکوت نہ کیا۔ سنیئے حضرت امام حسن نے
علامہ ابن حجر الاصابہ میں فرماتے ہیں کہ حضرت حسن نے سرداران عراق کو نصرۃ الحق میں جمع
فرمایا تم نے میرے بیعت کی تھی کہ میں جس سے لڑوں اور سے تم لڑو گے جس سے صلح کروں
سے تم صلح کرو وانی قد بایعت معاویۃ فاسمعوا لہ واطیعوا میں نے حضرت معاویہ سے بیعت
لہٰذا تم سب ان کے مطیع و فرماں بردار ہو جاؤ۔

علامہ ابن عبدالبر استیعاب میں لکھتے ہیں کہ حضرت امام حسن سے چند لوگوں نے کہا کہ چند لوگ
کہتے ہیں کہ معاویہ جہنمی ہیں تو فرمایا لعنہم اللہ وما یدریہم من فی النار ایسا کہنے والے ملعون
اور نہیں کیا خبر کہ جہنمی کون سا ہے۔

فرمائیے بابا صاحب حضرت معاویہ کے حق میں حضرت امام آپ کے خلاف فتوے دے رہے
اور ان کی اطاعت کا حکم فرما رہے ہیں اور جہنمی کہنے والے پر لعنت بھیج رہے ہیں۔ فرمائیے اسی کو
سکوت کہتے ہیں اسی کو حسنت کرنا کہتے ہیں لاحول ولا قوۃ الا باللہ جھوٹ کی بھی حد ہو گئی۔
(۳) آپ فرماتے ہیں حضور علی مرتضیٰ نے سکوت فرمایا۔ سنیئے حضرت مولا نے کیا فرمایا اور ذرا کان کھول
علامہ سیوطی فرماتے ہیں وعن علی قال لا تکرھوا امرۃ معاویۃ فانکم لو فقدتموہ لرأیتم
الرؤس تندر عن کواھلھا۔ معاویہ کی امارت کو کراہت سے نہ دیکھو اگر وہ نہ رہے گی تو یہ سر کندھوں پر نظر

(ذریع الخلق) مطلب یہ ہے کہ دشمنان اسلام کی قوتیں بڑھ جائینگی اور شام وغیرہ ہاتھ سے نکل جائیگا۔ معاویہ کی امارت اپنی قوت سے دشمنوں کے حملوں کو روکے ہوئے ہے یعنی اگرچہ معاویہ نے ہم سے بغاوت کی لیکن پھر بھی اسلام اور مسلمانوں کی ایک حد تک خدمت انجام دے رہے ہیں۔

شاہ صاحب قبلہ فرماتے ہیں لوگوں نے حضرت علی سے شامیوں کی بغاوت کا حال دریافت کرتے ہوئے عرض کیا کہ جن لوگوں نے آپ سے بغاوت کی کیا وہ مشرک ہیں۔ فرمایا شرک کیا ہوتا ہے۔ دوسرے روز لوگوں نے پھر عرض کیا۔ کیا وہ منافق ہیں فرمایا منافق وہ ہوتے ہیں جو خدا تعالیٰ کا ذکر کم کریں۔ عرض کیا اچھا ان لوگوں کے حق میں کیا اعتقاد کرنا اور کیا کہنا چاہئے فرمایا اخوانا بغوا علینا یعنی وہ ہمارے بھائی ہیں لیکن ان سے یہ غلطی ہوئی کہ انھوں نے ہم سے بغاوت کی (ترجمہ قدوری)

بابا جی دیکھئے حضرت علی نے نہ تو کافر و مشرک کہا نہ منافق بلکہ اپنا بھائی قرار دیکر انکے اسلام کی گواہی دی فرمایا تو صرف باغی اور باغی کے متعلق ہم بتا چکے ہیں کہ وہ مستحق لعن نہیں۔ حضرت نے کسی کو لعنت کا نہ فرمایا ہے عدم سکوت اسی کو کہتے ہیں ان کو بھائی کہہ کر مسلمان بتانا کیا اس کو لعنت کرنا کہتے ہیں لاحول ولا قوۃ الا باللہ افترا کی بھی حد ہو گئی۔

(۴) آپ فرماتے ہیں دو اصحاب کرام نے سکوت کیا، کیونکہ صاحب حق حضرت مولا ہیں۔ جنگ ہوئی تو ان سے بالفرض بغاوت کی تو ان سے بالفرض کچھ سستی ہوئی تو ان سے جب صاحب حق ان کو مسلمان فرما رہے ہیں۔ اپنا بھائی کہہ رہے ہیں تو اوروں کو کیا حق ہے کہ ان کو کچھ کہیں۔

بخاری شریف کی حدیث ہے کہ حضرت عمیر نے فرمایا کہ معاویہ کا ذکر بھلائی ہی سے کرو۔ میں نے حضور سے سنا ہے فرمایا ہے کہ اے اللہ معاویہ کو ہادی و مہدی بنا حضرت صدیق نے انہیں والی دمشق بنایا۔ حضرت عمر نے اسی پر برقرار رکھا حضرت عثمان نے اسی پر برقرار رکھتے ہوئے پورا ملک شام سپرد کر دیا۔ پھر صحابہ ہی نے انکے امیر ہونے کی اور ان سے بیعت کی۔

فرمائیے بابا صاحب حضرات صحابہ نے سکوت نہ فرمایا لعنت بھی یا ان کی مدح کی ذکر بالخیر کی ہدایت کی امیر شام بنا کر اسلام کی خدمتیں ان سے لیں اور ان سے بیعت کی۔ کیا اسی کو آپ کی زبان میں لعنت کہتے ہیں عدم سکوت کہتے ہیں۔ بھئی حد ہو گئی بہتان کی۔

(۵) معاذ اللہ معاذ اللہ آپ نے حضور پر بھی بہتان باندھ دیا کہ حضور نے بھی سکوت نہ فرمایا، بلکہ

ملعون و حبیب القتل بدانجام کافر منافق ہونے کی تصریح فرمادی۔

باباجی آپ نے حضور کی یہ حدیث بھی سُنی ہے من کذب علی متعمدا جو مجھ پر قصداً جھوٹ بولے گا وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنائے گا (مشکوٰۃ) حضور کی طرف ان چیزوں کی نسبت آپ کا کھلا جھوٹ سفید جھوٹ۔ کہاں حضور نے تصریح فرمائی۔ کب اس قسم کے الفاظ استعمال فرمائے۔ صریح الفاظ کسی کتاب معتبر میں بتائیں۔

اگر حضور ایسا سمجھتے یا فرماتے تو دعائے خیر بھی دیتے اللھم اجعلہ ھادیا مھدیا (ترمذی) حضور اپنا کاتب بھی بناتے (تاریخ الخلفا شفا شریف)

پھر حضور نے اگر ان کے کافر منافق ملعون بدانجام ہونے کی تصریح فرمادی تھی تو اسکی خبر نہ حضرت صدیق کو ہوئی جو والی دمشق بنایا نہ حضرت عمر و عثمان کو جو والی شام بنایا اور مختلف جنگوں میں سپہ سالار بنا کر بھیجا نہ حضرت علی کو جو انہیں اپنا بھائی فرمایا نہ حضرت امام حسن کو جو ان کو سونپ کر اطاعت کا حکم دیا بلکہ انہیں جنتی کہنے والے کو ملعون فرمایا ان حضرات کو تو حضور کے فرمان کی خبر ہوئی اور اب تیرہ سو برس کے بعد خبر ہوئی تو باباجی خلیل الرحمن صاحب کو۔ شاباش بابا شاباش صریح بہتان باندھنے والے اٹکل پچو اڑانے والے۔ یاد رکھینگے آنے والے لوگ کہ ایک زمانہ میں باباجی پیدا ہوئے تھے جو بہتان طرازی، افترا پردازی و دروغ بافی میں یکتائے زمانہ تھے کہ علماء سے لیکر رسول سب ہی پر جھوٹ گھڑ گئے۔

باباجی ایک بات بھول گئے خدا کو چھوڑ دیا۔ وہ یہ کہہ جاتے اور لکھ دیتے کہ اللہ تعالیٰ نے بھی سکوت نہ کیا اور فلاں فلاں آیت نازل فرمادی۔ وہ آیت نہ تھی تو وہ ایک عربی جملے ہی بنا کر لکھ دیتے آخر تو چشم بد دور آپ فاضل علوم مشرقی بھی تو ہیں۔

باباجی حضور نے برا کہنے اور لعنت بھیجنے سے سکوت فرمایا اس لئے کہ موجب لعنت نہ پایا گیا۔ کفر پایا گیا نہ موت علی الکفر اور لعن شخصی اسکے علاوہ جائز نہیں۔

باقی رہا ان معاملات میں پڑنا چھان بین کرنا خطاء و صواب حق و باطل کی تلاش میں لگنا تو اس کے متعلق خود حضور نے سکوت کا حکم فرمایا اذا ذکر اصحابی فامسکوا ایاکم وما شجر بین اصحابی۔ صحابہ کے ذکر کے وقت زبانوں کو روکو۔ میرے صحابہ کے درمیان کے اختلافات سے بچو۔ ملا علی قاری شرح شفا میں پہلی حدیث کے جز فامسکوا کی شرح فرماتے ہیں عن الطعن فیھم وذکرھم بما لا ینبغی فی حقھم یعنی انہ

طعن لگانے اور ایسی باتوں کے کہنے سے جو اونکے حق میں مناسب نہیں باز رہو۔

(۶) بابا جی آپ فرماتے ہیں کہ حضور نے بھی سکوت نہ فرمایا میں بھی کہتا ہوں کہ سکوت نہ فرمایا بلکہ زناکر ڈانٹ دیا۔ متنبہ فرما دیا کہ میرے صحابہ کا ذکر بُرائی سے نہ کرنا جو اختلافات ہوں اون میں تم خاموش رہنا۔ انھیں دونوں حدیثوں کی بنا پر علمائے اہل سنت نے علامہ قاضی عیاض نے علامہ ابن حجر نے علامہ شامی نے حضرت امام اعظم نے حضرت امام شافعی نے اور حضرت سرکار بغداد رضی اللہ عنہم نے سکوت ہی کے لئے فرمایا بلکہ واجب قرار دیا۔ کتمات عبارات متعددہ کتاب میں گذر چکے ہیں ملاحظہ کیجئے۔

(۷) بابا جی آپ فرماتے ہیں کہ سکوت کرنا ہرگز مستحسن نہیں اور یہ حضرات سالکین اہل سنت سکوت کو واجب قرار دیں فرماتے ہیں آپ کی بات کا ان حضرات کے ارشادات کے مقابلہ میں کیا وزن ہے مسلمان اور سُنی مسلمان آپ کی بات مانے گا یا ان ارشادات پر عمل کرے گا مسلمان تو یہ سوچے گا کہ ان حضرات کی زندگی بے لوث تھی۔ حقانیت و صداقت ان کا طرۂ امتیاز تھا۔ دُنیا کا لالچ نہ تھا۔ کھرے کھرے روپیوں بے نسکوں نوٹوں کی طرف توجہ نہ تھی لہٰذا انکی بات حق ہے اور واجب الاتباع ہے۔

(۸) آپ فرماتے ہیں کہ جو لوگ کہ معاویہ پر لعنت کرتے ہیں وہ درحقیقت حضور سرور کائنات حضرات صحابہ الخ

غلط ہے جو لعنت کرتے ہیں وہ حضور اور صحابہ کرام حضرات اہل بیت حضرات علماء محققین حضرت امام اعظم حضرت امام شافعی۔ حضرت امام مالک۔ حضرت سرکار بغداد۔ حضرت امام غزالی۔ حضرت علامہ تفتازانی۔ حضرت علامہ ابن حجر حضرت علامہ قاضی عیاض۔ حضرت علامہ شامی حضرت شاہ ولی اللہ حضرت شاہ عبدالعزیز صلی اللہ علیہ وعلیہم وسلم کی مخالفت کرتے ہیں نافرمانی کرتے ہیں۔ رافضیوں کے ہاتھ میں کھیلتے ہیں متاع دُنیا کماتے ہیں۔ جو لعنت کو منع کرتے ہیں وہ ان مقدس حضرات کا اتباع کرتے ہیں اور اسی کو حق و صواب جانتے ہیں وہ یقین رکھتے ہیں کہ ان حضرات مجتہدین علماء محققین نے جو فیصلہ فرمایا ہے وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حالات و کوائف کا پورا پورا جائزہ لیکر فرمایا ہے۔

عنوان نمبر ۲

قولہ حق کا چھپانے والا مغضوب اور ملعون ہے (ص۲)

اقول بالکل درست اتنا ہی آپ کہہ سکتے ہیں اور اسکی شرعاً اجازت ہے یعنی لعن بالاوصاف

جائز ہے لیکن یہ جائز نہیں کہ زید حق کے چھپانے والے پر لعنت ہے۔ یہ لعن بالعیان ہے اور ناجائز ہے
کہ بیان ہو چکا

اس سلسلہ میں آپ نے جس قدر آیتیں لکھیں وہ آپ کے مفید مطلب نہیں۔ آیتوں میں لعن بالاوصاف ہے ملا علی قاری کا قول گذر چکا کہ لعن اجمالی جائز ہے جیسا کہ قرآن و حدیث میں باجمال ہے۔ حضرت شاہ صاحب تحفہ میں فرماتے ہیں۔ البتہ لعن بالوصف اہل کبائر کے حق میں آئی ہے جیسے الا لعنۃ اللہ علی الظالمین اور فنجعل لعنۃ اللہ علی الکاذبین لیکن یہ لعن درحقیقت لعن اوس صفت کی ہے یعنی ظلم یا کذب کی نہ صاحب صفت کی (ص۴۹۲) بابا جی بچے کہ دونوں بزرگوں نے فرمایا کہ آیتوں میں لعن بالاوصاف ہے اور جائز اور آپ کے مفید مطلب اس لئے نہیں کہ آپ لعن شخص کے جواز کے قائل ہیں اور وہ آیتوں سے ثابت نہیں۔ بابا جی آپ دعویٰ اور دلیل میں تطابق کو بھی نہیں سمجھے کہ دعویٰ کریں لعن شخصی کا اور دلیل پیش کریں لعن وصفی کی۔ اسی طرح ارشاد رسول میں بھی لعن وصفی ہی ہے اور آپ کی پیش کردہ حدیث میں تو لعن بھی نہیں صرف وعید ہے اور وہ بھی وعید وصفی آپ لعن اور وعید کے مفہوم میں بھی فرق نہیں سمجھ پائے۔ دعویٰ کریں لعن شخصی کا اور دلیل پیش کریں وعید وصفی کی۔

عنوان نمبر ۳

قولہ معاویہ کے بارے میں مسلمانوں کا اختلاف (ص۔۔)

اقول بابا جی آپ کو کہنا چاہئے تھا اہل سنت میں اختلاف اور یہ کیسے کہئے۔ اس لئے کہ اہل سنت میں تو کوئی اختلاف ہی نہیں جیسا کہ حضرت شاہ صاحب نے فتاویٰ عزیزیہ اور تحفہ میں صاف صاف فرما دیا کہ اہل سنت میں کوئی لعن معاویہ کا قائل نہیں۔ آپ نے لفظ مسلمان لکھ کر دھوکا دیا اور رافضیوں کو شامل کر لیا۔ اگر آپ نے اسی واسطے مطلقاً لفظ مسلمان کہا تو ہمیں یہ دا نہیں نہ ہم پر کوئی اعتراض ہے کہ رافضی تو بیشک لعن کے قائل ہیں بلکہ وہ تو حضرات شیخین پر بھی لعن تبرا کو جزو مذہب کہتے ہیں۔ اس قسم کا جملہ تو حضرات شیخین کے لئے آپ استعمال کر سکتے ہیں کہ حضرات شیخین کے بارے میں مسلمانوں کا اختلاف۔ بابا جی یہ دکھائیے کہ اہل سنت میں سے کس نے لعن شخصی کو جائز قرار دیا۔ محققین اہلسنت تو یزید کیلئے بھی لعن شخصی کے قائل نہیں جیسا کہ امام غزالی نے فرمایا زیر عنوان قول یزید کے متعلق تیح ایمانی میں مفصل بحث پیش کر چکے ہیں جیسے جیسے ملا علی قاری کا بیان سن لیجئے

ولا یخفی ان ایمان یزید محقق ولا یثبت کفرہ بدلیل ظنی فضلا عن دلیل قطعی فلا یجوز لعنہ بخصوصہ (شرح فقہ اکبر) یہ بات ظاہر ہے کہ یزید کا ایمان تو ثابت ہے اور اس کا کفر دلیل قطعی تو درکنار دلیل ظنی سے بھی ثابت نہیں لہذا لعن شخصی جائز نہیں۔ جب یزید کے لئے لعن شخصی جائز نہیں تو حضرت معاویہ کیلئے کیسے جائز قرار دینگے۔ غرضکہ حضرت معاویہ کے بارے میں اہل سنت میں کوئی اختلاف نہیں۔

آپ نے لعنت کے جائز کہنے والے فرقہ کو اہل حق وصدق کہا اور ماوز نکار نہیں بتایا۔ حضرت مولا کو آپ نے دھوکہ کھایا۔ یہ لوگ اہل بدعت وضلالت رافضی ہیں اور وہ نکار نہیں ابن سبا ہے یا محمد ابن عقیل یا جناب والا خود۔

آپ نے دوسرے فرقہ کی جو تصویر کھینچی وہ غلط فرقہ ثانیہ نے خوب تحقیق کرلی ہے۔ جانچ پڑتال کی ہے۔ چھان پھٹک کرلی ہے تب سکوت وخاموشی کا حکم دیا ہے اور حضور کے فرمان کے مطابق دیا ہے۔ آپ ان سے یہ اُمید نہ رکھیں کہ آپ کی طرح رافضیوں کی طرف ڈھلک پڑیں اور اُن کی سی گمراہی اختیار کریں اور نگیر بنیں اُن کو اللہ تعالیٰ نے اہلسنت ہی میں بہت کچھ اعزاز بخشا ہے۔ جن کو یہاں عزت نہ ملے وہ اُدھر جائے جہیں بھرے وہ اُنہیں پیار کریں اور یہ اُنہیں پیار کرے اور دین و ایمان کھوئے اور نگیر ہونے کا تمغہ حاصل کرے۔

آپ نے جس تیسرے فرقے کا ذکر کیا ہے وہ صرف غول بیابانی اور غالباً صرف آپ کے ذہن میں مشکن ہے۔ خارج میں اُس کا کوئی وجود نہیں۔ یہاں صرف دو ہی فرقے ہیں سُنّی اور رافضی سُنّی لعن شخصی کو منع کرتے ہیں اور ان میں کوئی اختلاف نہیں۔ رافضی لعن طعن کرتے ہیں۔

عنوان نمبر ۲

قولہ اللہ پاک نے قرآن کریم کے اندر کن کن لوگوں پر لعنت فرمائی ہے ص۱۲

اقول میں پہلے بتا چکا ہوں کہ آیتوں میں لعن بالاوصاف ہے۔ آپ کا دعویٰ لعن شخصی کا ہے لہذا آیت آپ کے مفید مطلب نہیں۔ آپ کا مدعا ثابت نہیں۔ ہم بھی کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جن جن اوصاف پر لعنت فرمائی ان ان اوصاف پر لعنت بھیجنا جائز ہے یعنی لعن بالاوصاف۔

عنوان نمبر ۵

قولہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے کن کن لوگوں پر لعنت فرمائی ہے (ص ۱۱)

اقول احادیث مذکورہ زیرِ عنوان ہٰذا میں بھی لعن بالاوصاف ہے اور آپ مدعی لعن شخصی کے ہیں ہذا یہ آپ کے مطلب کو مفید نہیں اور نہ آپ کا مدعا ثابت ہو سکتا ہے۔

قولہ اب ناظرین ملاحظہ فرمائیں کہ مذکورہ بالا بدکاریوں میں سے کون سی الخ

اقول ایک بھی ثابت نہیں محض خیال یا الجھوپا۔ ثبوت کے لئے دلیل قطعی درکار ہے۔ ان کے پاس جو کچھ بھی ہے وہ اس کا اکثر حصہ رافضیوں کا روایت کردہ اور باقی بے سند دلیل قطعی تو درکنار دلیل ظنی بھی نہیں۔ پاس میں پیسے نہیں اور شیخ چلیوں کی طرح مرغی بکری ہاتھی بنگلے خریدنے لگے۔ مکان بنانے لگے۔ شادی کرنے لگے۔ بچے جنوانے لگے۔

قولہ اور از بسکہ کلام خدا اور کلام رسول پر عمل کرنا مطلوب اور واجب ہے۔ اس لئے معاویہ پر اور اس کے مثل دوسرے لوگوں پر لعنت کرنا مطلوب و واجب ہوگا۔

اقول سبحان اللہ کیا منطق کی شکل اول ہے کہ ایسا غوچی والا بھی سُنے تو ہنستے ہنستے پیٹ میں بل پڑ جائیں۔

آپ قرآن پاک حدیث شریف کا اتباع کا دم بھرتے ہیں تو ویسی طرح اتباع کیجئے۔ جس طرح قرآن و حدیث کہہ رہے لعن بالاوصاف کیجئے جس میں وہ وصف پایا جائیگا۔ اس پر لعنت ہوگی۔ لعن بالاعیان کس آیت یا حدیث سے ثابت ہے جو آپ لعن بالاعیان کرتے ہیں حدود الٰہیہ سے تجاوز نہ کیجئے۔ اور یہ آیت پیش نظر رکھے ومن یتعد حدود اللہ الآیہ

عنوان نمبر ۶

قولہ معاویہ پر حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی لعنت (ص ۱۹)

قولہ پہلی حدیث اللھم ارکسھما فی الفتنۃ رکسا اللھم دعھما الی النار دعا

اقول حدیث موضوع ہے اگر آپ صحیح سمجھتے ہیں تو پہلے سند ذکر کیجئے پھر رجال سند کی تعدیل کیجئے تب حدیث پیش کیجئے۔

موضوع ہونے کی دلیل یہ ہے کہ حضرت معاویہ اور حضرت عمرو بن عاص دونوں نے حضور کی زندگی میں معاذ اللہ کوئی بدکاری کی نہ فتنہ و فساد برپا کیا نہ حضور کو کوئی ایذا پہونچائی جو حضور ان کو بددعا دیتے اور آپ کے نقل کئے ہوئے کلمات فرماتے بلکہ حضرت معاویہ کو تو اللھم اجعلہ ھادیا مھدیا فرماکر دعائے رحمت سے نوازا ہے۔

عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو حضور نے خود عمان کا والی بنایا۔ حضور کے وصال تک وہیں رہے پھر حضرت عمر اور حضرت عثمان اور حضرت معاویہ کی جانب سے عامل رہے۔ مصر کے فاتح ہوئے اور وہیں عامل رہے عمرو بن عاص ولاہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی عمان فلم یزل عاملا لہ علیھا حتی قبض النبی صلی اللہ علیہ وسلم وعمل لعمر و عثمان ومعاویۃ وھو افتتح مصر ولم یزل عاملا علیھا الی آخر وفاتہ (اسماء الرجال متعلقہ مشکوٰۃ) حضور نے خود عامل بنائیں اور پھر دعائے ضرر فرمائیں اور معزول نہ کریں۔ بات سمجھ میں نہیں آتی۔ لہذا یہ جملے فرضی لگائی ہیں۔

قولہ دوسری حدیث لا اشبع اللہ بطنہ

اقول اس حدیث میں بددعا نہیں ہے بلکہ دعائے خیر ہے مفصل بحث ملاحظہ میں گذر چکی ہے

قولہ تیسری حدیث اذا رأیتم معاویۃ علی منبری فاقتلوہ (۱۹)

اقول یہ حدیث فردوس دیلمی کے حوالے سے آپ نے نقل کی فردوس دیلمی میں ضعیف حدیثیں بہت ہیں۔ حضرت شاہ صاحب نے فرمایا "خصوصاً یہ روایت فردوس دیلمی کی سند میں واقع ہے اور وہ کتاب خاص اسی واسطے ہے کہ اس میں ضعیف حدیثیں اکٹھی جمع ہیں" (تحفہ)

قولہ چوتھی حدیث لعن اللہ الراکب والقائد والسائق

اقول اس حدیث میں لعن بالاوصاف ہے نہ لعن شخصی نہ حضرت معاویہ کا نام ہے نہ اور کسی کا آپ مدعی لعن شخصی ہیں لہذا اس سے آپ کا مدعا ثابت نہیں۔

نمرہ سے آخر تک سب میں اوصاف کا ذکر ہے تعیین شخصیہ کوئی نہیں لہذا آپ کے مطلب کو مفید نہیں علاوہ بریں جبتک کہ انکی اسناد اور اسناد کے رجال کی تحقیق نہ ہو جائے مفید مدعا نہیں۔ اس لئے کہ ہمیں حضرت شاہ صاحب کی تنبیہ یاد ہے کہ رافضیوں نے غیر مشہور اور نادر الوجود کتب احادیث میں اپنے مطلب کے موافق بہت کچھ اضافے کر دیئے ہیں خصوصاً صحابہ کی شان میں قدحیات بڑھادیئے ہیں

اور یہ بالکل قرین قیاس ہے کہ رافضی کا بچہ بچہ حضرت معاویہ کا دشمن ہے لہٰذا اون کے افعال بھی عقل سے بعید نہیں۔

علاوہ بریں حدیث نمبر ۹ من ناصب علیا الخلافۃ بعدی فہو کافر کے متعلق حضرت شاہ صاحب نے فرمایا۔ اس حدیث کا بھی اہل سنت کی کتابوں میں کچھ نام و نشان نہیں ہے ابن مطہر حلی نے نسبت اس روایت کی اخطب خوارزم سے کی ہے اور یہ ابن مطہر نقل کرنے میں بڑا چور ہے۔

حدیث نمبر ۱۲، حاکم کی روایت ہے حاکم کا حال مقدمہ میں زیر عنوان بابا صاحب کی معتمد علیہ کتابیں ملاحظہ فرمایئے کہ یہ لوگ کس قدر موضوع حدیثیں روایت کر لیتے ہیں۔

عنوان نمبر ۶

قولہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور معاویہ (ص ۲۸)

اقول کتاب مختصر غیر مشہور و غیر مستند استدلال میں پیش کرنا فضول اتنا بڑا واقعہ اور مشہور و متداول کتاب میں نہیں

عنوان نمبر ۷

قولہ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا اور معاویہ (ص ۲۹)

اقول ابن عبد ربہ رافضی ہے لہٰذا اوس کی بات قابل اعتبار نہیں ملاحظہ کیجئے کشف الظنون۔

عنوان نمبر ۸

قولہ نواسہ کائنات اور معاویہ (ص)

اقول ابن ابی الحدید معتزلی اور رافضی لہٰذا ناقابل اعتبار ملاحظہ کیجئے تحفہ اثنا عشریہ عقد الفرید غیر مشہور و غیر مستند۔

عنوان نمبر ۹

قولہ معاویہ کے متعلق حضرت عبد الرحمان ابن حسان بن ثابت کا کلام (ص ۳۲)

اقول کہاں سے آپ نے نقل کیا حوالہ کیوں غائب، اور اگر ہے تو یہ اون کی زیادتی اور اون پر اعتراض کرنا ہوگا ویسا ہی ایسا نہ کرنا چاہئے، حضرت معاویہ کے بارے میں اون کا قول حجت نہیں ہو سکتا اور وہ بھی قدح سے

عنوان نمبر ۱۰

قولہ معاویہ اور بنی امیہ کے متعلق حضرت امام فخر الدین رازی کا فیصلہ (ص ۳۹)

اقول فیصلہ نہیں ہے بعض لوگوں نے جس طرح تفسیر کی ہے اوس کو نقل کر دیا ہے اون کی

عادت ہے کہ تفسیر میں مختلف اقوال نقل کر دیتے ہیں۔ بہرحال لفظ جو اب سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر بن عبدالعزیز کو تو مستثنیٰ ہی کرنا ہوگا۔ ورنہ تعمیم لفظ میں معاذ اللہ انہیں بھی شجرۂ ملعونہ کی شاخیں کہنا پڑے گا اور یہ غیر ممکن۔ پس جب یہ اِن دونوں حضرات کو مستثنیٰ کیا جائیگا اسی طرح حضرت معاویہ کو بھی مستثنیٰ کر لیا جائیگا۔

عنوان نمبرا

معاویہ کے متعلق حضرت علامہ احمد بیہقی کا عقیدہ (ص ۲۵)

اقول یہ کون سے بیہقی ہیں صاحب مسند یا اور کوئی اگر صاحب مسند ہیں تو ان کا حال مولنا عبدالحی نے بیان فرا دیا ہے کہ موضوع حدیثیں ان کی کتاب میں بہت ہیں اور اگر کوئی اور ہیں تو مجہول پہلے تاریخ لکھئے پھر دلیل میں پیش کیجئے۔

علاوہ بریں قول نہایت واہیات اور محض افترا علی اہل سنت کے ارشادات درج کئے ممن کے بالکل خلاف کسی عالم محقق کا یہ قول نہیں جو دشمنوں نے لکھا لعنت ہے خدا کی اس پر جو کفر کی نسبت کرے۔

عنوان نمبرا

قولہ حضور سرور کائنات کا آخری فیصلہ (ص ۲۶)

اقول حضور سرور کائنات کا آخری فیصلہ یہ ہے اللہ اللہ فی اصحابی میرے صحابہ کے بارے میں خدا سے ڈرو اذا ذکر اصحابی فامسکوا میرے اصحاب کا ذکر ہو تو طعن ولعن سے زبان روک لو ایاکم وما شجر بین اصحابی میرے صحابہ کے درمیان کے خلافات سے تم دور رہو اذا رأیتم الذین یسبون اصحابی فقولوا لعنۃ اللہ علی شرکم جب ایسے لوگوں کو دیکھو کہ وہ میرے صحابہ کو گالیاں دیتے ہیں تو ان پر لعنت بھیجو۔

عنوان نمبر۱۲

قولہ لعنت کے متعلق علماء کا اختلاف (ص ۲۶)

قولہ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف یہ بات منسوب کی جاتی ہے کہ آپ نے چند وجوہ کی بنا پر اس بات کی ممانعت کی ہے کہ کسی شخص معین پر لعنت کرنا ازروئے اسلام ناجائز اور نا روا ہے (ص ۲۶)

اقول صرف حضرت امام غزالی ہی نے یہ نہیں فرمایا ہے۔ بلکہ حضرت ملا علی قاری نے بھی اور علامہ ابن حجر نے بھی اور شاہ عبدالعزیز صاحب نے بھی۔ انکے ارشادات گذر چکے ہیں۔

آپ نے لعن بالایمان کے سلسلہ میں جو نام گنائے ہیں وہ سب آپ کی لفاظی ہے کہیں کسی معتبر کتاب میں اون کا وجود نہیں ہے اسلئے آپنے بھی حوالے نہیں دیئے۔

قولہ غرضکہ مسلمانوں میں یہ طریقہ برابر جاری رہا ہے کہ جب وہ کسی شخص کی ایسی صعبت الخ (ص۳۶)

اقول ہاں لعنت کرتے تھے مگر لعن بالاوصاف نہ لعن بالایمان

قولہ ہذا طالبان حق و تحقیق اور ارباب عدل و یان سے گذارش ہے الخ (ص۳۶)

اقول ہذا طالبان حق و تحقیق اور ارباب عدل و یان سے گذارش ہے کہ وہ بیباجی کی لفاظیوں تحریروں اور دھوکے سے متاثر نہ ہوں، وہ شخص معین مسلم پر لعنت کو جائز نہ سمجھیں۔ اسلئے کہ نہ اللہ تعالی نے کسی مسلم معین پر لعنت فرمائی نہ حضور نے نہ صحابہ نے نہ علماء اسلام نے اور نہ لعنت کا کہیں حکم دیا۔ اللہ تعالی فرماتا ہے اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم۔ اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اور اپنے علما کی اطاعت کرو ہمیں یقین ہے کہ امام غزالی نے علامہ ابن حجر نے ملا علی قاری نے شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی نے جو مسلم معین پر لعنت کو ناجائز قرار دیا ہے وہ قرآن کی آیتوں اور حدیثوں اور آثار صحابہ اور ارشادات ائمہ مجتہدین کو پیش نظر رکھکر ہے اسلئے نجات کا راستہ یہی ہے کہ ہم علماء اہلسنت کا اتباع کریں اور خارجیوں رافضیوں یا بابیوں کے دامن میں پناہ نہ ڈھونڈیں۔

آپ فرماتے ہیں کہ ہمیں اللہ اور رسول کے فرمان پر چلنا چاہئے۔ درست ہے مگر وہ فرمان الہی وہ حکم رسول پیش کیجئے جس میں صاف یہ ہو کہ مسلم معین پر اوسکے فسق کی وجہ سے لعنت بھیجو بلکہ وہاں حکم تو یہ ہے کہ مسلمان کیلئے استغفار کرو خدا سے اوسکے لئے رحمت کے طالب ہو جب حکم یہ ہے تو لعنت کیسی اسلئے کہ لعنت کے معنی ہیں رحمت الہی سے دور رکھنے کی دعا کرنا۔ دیکھئے شاہ صاحب تحفہ میں کیا فرماتے ہیں اور آیہ و استغفر لذنبک و للمومنین و المومنات لکھکر فرماتے ہیں صریح نص قرآنی دلالت کرتی ہے کہ جو شخص ایماندار ہے اوسکے لئے مطلوب شارع کا استغفار ہے والامر بالشی نہی عن ضدہ یعنی حکم کرنا کسی چیز پر باز رکھنا ہے اوسکی ضد سے موافق قاعدہ اصولیہ کے ہے اور ایسے بھی پس امر استغفار کا نہی لعن کی ہے اور ہر مرتکب کبیرہ باجماع سنی و شیعہ دونوں کے ایماندار ہے

قولہ یہی وجہ ہے کہ ہمارے بزرگوں نے ہمیں یہ تلقین کی ہے اعدہ وا من لعب بخلاف جمالۃ بین قول الرسول و قول نقیبہ (ص۳۲)

اقول جب آپ نے دیکھا کہ میں اپنے دعوی میں ناکامیاب ہو رہا ہوں اور لعن شخصی کے جواز پر کوئی صحیح مضبوط باضابطہ دلیل نہیں پیش کر سکا ہوں تو آپ نے گفتگو کا محاذ بدل دیا اور تقلید و عدم تقلید کی بحث شروع کر دی اور ورق سیاہ اور ورق گھسیٹ ڈالے۔ بابا جی یہ مناظرانہ چال مجھے نہ دکھایئے۔ میں آپ کے پھندے میں انشاء اللہ تعالیٰ نہیں آنے کا۔ پہلے مسئلہ لعنت طے کر لیجئے پھر آپ کی اس غیر مقلدی کو دیکھیں گے ہاں آپ نے جملہٗ احتسبوا عن نصب الخلاف الخ کا ترجمہ یہ کیا ہے اور مسلمانو تمہیں اس بات سے پرہیز کرنا اور بچنا لازم ہے کہ کہیں قول رسول اللہ کے مقابلہ میں تم کسی فقیہ یا فتوی دینے والے کا قول نہ مان لو۔ ذرا کسی عربی دان سے تو دریافت کرو کہ اس عربی جملہ کا یہی ترجمہ ہے۔ بابا جی جملے اس کا ترجمہ یہ ہے کہ اے مسلمانو تم اس سے بچو کہ کہیں اپنی جہالت سے قول رسول اور قول فقیہ میں خلاف نہ قائم کر دینا۔ جس کا مطلب صاف ظاہر ہے کہ قول فقیہ کو قول رسول کے خلاف نہ سمجھنا اس لئے کہ فقیہ جب کہے گا تو قول رسول ہی کے مطابق کہے گا۔ فقیہ اسی کو کہتے ہیں جو حدیث سے خوب سمجھ کر مسئلہ نکالے۔ خدا کرے آپ کو ترجمہ کرنے کا تو ڈھنگ نہیں، سی عبارت کا تو مفہوم سمجھے نہیں اور حدیث رسول کے مفہوم سمجھنے کا ادعا۔

قولہ پس مقام غور ہے کہ جبکہ مسلمانوں کی لعنت الخ ص۵

اقول اس قول کے ماتحت جو کچھ آپ نے لکھا سب غلط افترا بہتان ہر ایک بات کا مفصل رد تیغ ایمانی میں کیا جا چکا ہے اس کو دیکھئے اور خدا توفیق دے تو ان افترا پردازیوں سے توبہ کیجئے۔

خلاصہ یہ کہ تینوں حدیثوں کا مفہوم یہی ہے کہ مستحق لعنت پر لعنت بھیجنے کا ثبوت ملتا ہے مگر اسی طرح جس طرح قرآن میں بالاوصاف ہے اور جس طرح حدیثوں میں بالاوصاف ہے۔ اور وہ بھی بضرورت اس کو اپنی عادت اور شعار نہ بناؤ جس طرح حضور نے اپنی عادت اور شعار نہیں بنایا

بابا جی اسے بھی یاد رکھئے کہ حضور نے کہیں کہیں نام لیکر بھی لعنت فرمائی اس کو آپ اپنے سند نہ بنایئے گا اور حق بلاعیان کی دلیل نہ ٹھہرایئے گا اس لئے کہ حضور نے اگر نام لیکر لعنت فرمائی تو انہی کو جن کو حضور جانتے تھے کہ یہ منافق ہے یا موت علی الکفر ہو گی ملا علی قاری شرح فقہ اکبر میں فرماتے ہیں وما نقل من لعنہ صلی اللہ علیہ وسلم لبعض من اہل القبلۃ فلما انہ یعلم من احوال

أناس مالا یعلم غیرہ یعنی فلعلہ کان منافقا او علم انہ یموت کافرا

قولہ اب غالباً معاویہ پر جواز لعنت کی شرعی دلیل ناظرین کی سمجھ میں بخوبی آجائیگی الخ (ص۹۲)

اقول بالکل نہیں اس لئے کہ کوئی دلیل ہی نہیں صرف چرب زبانی اور کھینچ تان کیا دلیل اسی کو کہتے ہیں کہ جس کے مقدمات ضعیف و کمزور ہوں آپ کی دلیل تو دلیل بن گئی (اول بیانے صورت دوم بیانے مجہول)

(۱) حضور نے کوئی لعنت معاویہ پر نہ فرمائی (۲) وہ فاسق نہیں حتیٰ کہ بغاوت بھی شبہ دعوی کے ساتھ فسق نہیں اور فاسق پر بھی لعنت ہے تو بالا وصف نہ بالاعیان نام لیکر پھر بھی جائز نہیں آپ کا یہ کہنا کہ وہ تمام فاسقوں کا سردار اور تمام ظالموں کا پیشوا تھا افسوس کہ حضرت عمر بن عبد العزیز نہیں ورنہ کم از کم تین کوڑے تو آپ کی پشت پر چلکا ہی دیتے جیسا کہ ایک شخص کو حضرت معاویہ کو برا کہنے پر چلکا دیئے تھے (تاریخ الخلفا)

عنوان نمبر ۱۳

قولہ شیطان کی لعنت سے سکوت کرنے میں (ص۹۳)

قولہ یہ بالکل صحیح ہے اور ایک امر مسلمہ ہے کہ شیطان یا کسی دوسرے مستحق لعن پر لعنت کرنا ان فرائض میں داخل نہیں ہے جس کو اللہ نے اپنے بندوں پر واجب کیا ہے۔

اقول بابا جی علاج کروائیے آپ کا مرض نسیان بڑھ رہا ہے۔ یہاں آپ فرما رہے ہیں کہ مستحق لعن پر لعنت واجب نہیں ہے اور اسی صفحہ کی پہلی سطر میں آپ نے کہا کہ فاسق پر لعنت کرنا واجب ہے۔ اتنی جلدی فتویٰ بدل گیا ... حافظہ نباشد والی مثل ہے۔

قولہ ہاں اتنا ضروری ہے کہ اس کا ترک کرنا اللہ رسول اور ملائکہ کی اس پیروی کو ہم سے فوت کر دیتا ہے جو مستحق لعن پر لعنت کرنے میں ہمارے لئے مدوح قرار دی گئی ہے۔

اقول کہاں ممدوح قرار دی گئی ہے کون سی آیت ہے کون سی حدیث ہے جسکا مضمون یہ ہو کہ لعنت کرنا ممدوح ہے قابل تعریف ہے یا یوں ہی الٹے سیدھے

قولہ پس معاویہ پر لعنت کرنا ضروری ہے تاکہ لوگ اس سے بچیں اور پرہیز کریں

اقول بابا جی آپ بہت گھبرا گئے ہیں اور کچھ گھبرا گئے ہیں اس سے چھوٹ گئے ہیں۔ فاسق کے فسق

کے۔ نظار کی ضرورت اوس سے بچنے کے لئے ہے۔ اور یا اوس وقت مقصود ہو سکتا ہے جبکہ وہ زندہ ہے اور اوسکی زندگی میں بچنا اور پرہیز کرنا ہے لیکن جب وہ مرگیا تو اب بچنے اور پرہیز کرنے کا موقعہ ہی جاتا رہا جب یہ نہیں تو پھر لعنت بیکار اسی واسطے حضور نے فرمایا ہے اذکروا محاسن موتاکم ولا تذکروا مساویہم مرنے والوں کی خوبیاں ذکر کرو برائیاں نہ ذکر کرو۔ اس لئے کہ برائیوں کا ذکر تو محض اوس سے بچنے کے لئے تھا اب تو وہ خود تم سے دور ہو گیا۔ اور یہ فاسق کہتے ہے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو فاسق نہیں جو آپ کا نتیجہ صحیح ہو۔

عنوان نمبر ۱۵

قولہ حضرت امام غزالی اور مسئلہ لعنت (صفحہ ۹۵)

اقول حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے احیاء العلوم شریف میں مسئلہ لعنت پر بڑی مفصل گفتگو فرمائی ہے جس کو تفصیلاً ہم شرح میں لکھ چکے ہیں جو کچھ آپ نے تفصیلی مسائل تحریر فرمائے ہیں وہ اسقدر مدلل و محقق ہیں کہ عقل و نقل دونوں سے ثابت ہیں اور آپ سمجھ سکتے ہیں کہ امام غزالی جس شان کے بزرگ ہیں اوس شان کی اون کی تحقیق ہے بس یہ سمجھ لیجئے کہ علمائے اہلسنت میں اون کا لقب حجۃ الاسلام ہے عقائد اہلسنت میں، اور فلسفہ میں تصوف میں بڑے بڑے اونچے پایہ کی کتابیں تصنیف فرمائی ہیں۔

بابا صاحب مسلم فاسق معین پر لعنت پر زور لگا رہے ہیں اور حضرت امام غزالی منع فرما رہے ہیں۔ بابا صاحب کے پاس اتنا مسالہ تو ہے نہیں کہ امام غزالی کی تحقیق اور دلائل کا جواب دے سکیں تو آپ نے دوسری ترکیب اختیار کی آپ فرماتے ہیں "باشبہ اور یقیناً یہ کسی ناصبی یا دشمن اہل بیت کی تحریر ہے جو آپ کی اس مشہور و معروف کتاب میں بصورت الحاق موجود ہے اور جس سے معاویہ پرست ناجائز فائدے اٹھانے کی کوشش کیا کرتے ہیں۔"

آپ نے اس عبارت ہی کا انکار کر دیا کہ یہ امام غزالی کی نہیں ہے بلکہ کسی ناصبی نے بڑھا دی ہے اور ثبوت کیا۔ کچھ نہیں۔ بابا جی کسی ایک ٹوٹے پھوٹے مولوی ہی کا قول پیش کر دیا ہوتا جو آپ سے پہلے گذر چکا ہو یا صرف آپ کا فرما دینا ہی دلیل ہے۔ بابا آپ کی دوات آزاد ہے۔ جس قسم کی روشنائی چاہئے بھر والیجئے اور جس کا چاہے قلم سے کرکام نکال لیجئے آپ کو کون روک سکتا ہے

جو جاہے لکھئے چھاپئے لیکن اہلِ سنت میں آپ کا وقار گر گیا اور آپ کی دو رخی زندگی اور مذہبی تلون کو سمجھ لیا ہے۔

بابا جی جو امام غزالی کی کتاب میں مسئلہ لعن ہے وہ ہی مسئلہ ملا علی قاری نے لکھا وہ ہی علامہ ابن حجر نے لکھا وہ ہی شاہ ولی اللہ نے لکھا وہ ہی شاہ عبد العزیز صاحب نے لکھا فرمایئے ان کی کتابوں میں بھی ناصبیوں نے عبارت بڑھا دی ہے۔ بابا جی صاف صاف یوں کیوں نہیں کہدیتے کہ یہ سب ناصبی ہیں دیکھئے حضرت شاہ صاحب نے جب مسئلہ لعن یزید لکھا تو سب سے پہلے امام غزالی کا نام لکھا کہ ان کا یہ عقیدہ ہے تو کیوں جناب بابا صاحب شاہ عبد العزیز صاحب جیسے محقق و محدث جنہوں نے رافضیوں کے مکائد افتراؤں کی چھان بین کر کے ان کے مذہب کو قبر میں گھسیڑ دیا جنہوں نے رافضیوں کے ایک ایک جھوٹ کو بتا دیا کہ یہ ان کا اضافہ ہے الحاق ہے مگر بس ان کو پتہ نہ چلا کہ احیاء العلوم میں یہ عبارت ناصبیوں کی الحاق ہے۔ فرمایئے جناب بابا صاحب شاہ صاحب قبلہ تو امام غزالی کی عبارت تسلیم کریں اور ان کا عقیدہ بتائیں اور آپ اسے الحاق کہیں۔

اسی طرح ملا علی قاری جب مسئلہ لعن لکھیں تو یوں فرمائیں فقد قال حجۃ الاسلام فی الاحیاء ملا علی قاری جیسے محقق و بلند پایہ محدث کو جنہوں نے موضوعات پر مفصل بحث فرمائی پتہ نہ ہوا کہ یہ عبارت بڑھائی ہوئی ہے۔

ان دونوں حضرات کو تو الحاق کا پتہ نہ چلا اور آپ کو پتہ چل گیا۔ واہ واہ بابا جی کیا کہنے ہیں آپ کی اس ترکیب کے داد نہیں دیجا سکتی قلم توڑ دیا دوات پھوڑ دی۔

ناظرین مسئلہ لعن وہ ہی ہے جو امام غزالی نے تحریر فرمایا ملا علی قاری نے لکھا علامہ ابن حجر نے فرمایا۔ شاہ صاحب قبلہ نے قلمبند کیا کہ لعن بالاوصاف جائز ہے۔ اور لعن بالاعیان مسلم فاسق کے لئے بھی جائز نہیں بابا جی کی کھینچ تان سب فضول اور غلط تحقیق ہے اور خواہ مخواہ مسلمانوں کو گمراہی اور تکفیر بنانے کی کوشش ہے۔

قولہ ناصب یا دشمنانِ آلِ رسول کا ہمیشہ سے یہ دستور رہا کہ انھوں نے ازرہئے کذب و ریا اور کتابیں تو کیا چیز ہیں کتب احادیث تک میں تحریف اور الحاق کی بھرمار کر رکھی ہے (صفحہ ۹۶)

روافض کے کرتوت

اقول تو سب نے کی ہوگی مگر روافض کا تو پھر بھی نمبر اونچا ہی ہے ذرا دیکھئے تو سہی

(۱) روافض حدیث ضعیف کو جو ان کے مذہب کے موافق ہو بڑی خوشی سے سر آنکھوں پر رکھتے ہیں اور حدیث صحیح کو جو ان کے خیال میں مخالف ہو پس پشت ڈال دیتے ہیں (ص۴۵)

(۲) ان کے بعض علما نے اپنے آپ کو اہل سنت کا معروف بنا کر اہل سنت کے محدثین سے حدیثیں سنیں اور پھر ان کو روایت کرنا شروع کیا اور ان میں اپنی ساختہ پرداختہ موضوعات بھی کر دیے (ص۹۶)

(۳) مطاعن صحابہ اور مذہب اہل سنت کی باطل کرنے والی باتیں اہل سنت کی ان کتابوں کے نام سے روایت کر دیتے ہیں جو کمیاب اور نادر ہیں حالانکہ ان میں کسی بات کا پتہ نہیں (ص۶)

(۴) انکے مورخین دھوکہ دینے کے لئے تاریخ کی کتاب لکھتے ہیں۔ وہ ایسے اخبار و موہوم قصے لکھتے ہیں جن سے یہ پتہ نہ چلے کہ مصنف شیعہ ہے لیکن خلفا و صحابہ کے وہ حالات جو آپس میں ان کے اختلافات یا جنگیں ہوئیں ان میں اپنی طرف سے اضافہ کر دیتے ہیں (ص۹۹)

(۵) انکے بعض مورخین تاریخ لکھتے ہیں اور دوران گفتگو میں صحابہ کی ایسی برائیاں لکھ دیتے ہیں جس کو دیکھنے والا وحشت میں مبتلا ہو جائے اور بے سند لکھتے ہیں (ص۱۰۱)

(۶) یہ لوگ ایسے اشعار لکھتے ہیں جن میں حضرت مولا کی افضلیت اور حضور کے بعد ان کی امامت اور مذہب شیعہ کی حقانیت کا ذکر ہو اور ان اشعار کو کسی یہودی کی طرف منسوب کرتے ہیں تاکہ لوگ یہ سمجھیں کہ یہ یہودی ہے جس نے توریت میں یہ دیکھا ہوگا اور بیان کر دیا ہے (ص۱۰۲)

(۷) ان کے بعض جھوٹے اپنے مذہب کے اصول و فروع کے بیان میں کتاب تصنیف کرتے ہیں اور اسکو امام جعفر صادق کی طرف نسبت کر دیتے ہیں (ص)

(۸) بعض روایتیں علی بن محمد عدوی ابو الحسن سماطی کی اس کتاب سے جس میں طبری کو کفر کیا ہے نقل کرتے ہیں اور تاریخ طبری کی طرف نسبت کر دیتے ہیں (ص)

(۹) انکے عالموں کی ایک جماعت نے اہل سنت کی ایسی کتابوں تفسیروں اور تاریخوں اور حدیثوں میں جو متداول نہیں ہیں اور جن کے نسخے متعدد نہیں ہیں نہایت جھوٹی باتیں بڑھا دی ہیں (ص)

(هذا كله من التحفة)

باباجی دیکھ لیجئے اور سُن لیجئے اور حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی کی زبانی سُن لیجئے (جنکو آپ نے تمام ہندوستان کا خاتم المحدثین ہونا تسلیم کرلیا ہے) کہ آپ کے وہ لوگ جنھیں آپ پیار کرتے ہیں، اور جن کی محبت میں آپ نے یک ہاتھ کو شیعہ بنالیا ہے اور جن کے متعلق آپ نے کہلا ہے کہ رافضی تو کبھی سچ بھی بول دیتا ہے) کیسے ملکہ رکھتے ہیں اور کس قدر الحاق و اضافے کرنے والے ہیں۔ اور اس قسم کے اضافوں کو آپ نے اپنے باطل مقالات کے لئے سند بنایا ہے۔

قولہ یہاں تک کہ حضور غوث سبحانی رضی اللہ عنہ کی نام نامی اور اسم گرامی سے بھی ناجائز فائدے اٹھائے ہیں اور غنیۃ الطالبین جیسی کتاب کو حضور کے اسم گرامی کے ساتھ منسوب کر رکھا ہے (ص ۶۶)

اقول واہ باباجی وہ بات کہی جو آج تک کسی معتبر انسان نے نہ کہی ہوگی۔ باباجی کچھ بھی ہو آپ کی اس تحقیق کو لوگ دیکھکر آپ کو بڑا فاضل محقق تو سمجھنے ہی لگینگے آپ کے لئے اسی قدر کافی ہے غنیۃ الطالبین حضرت ہی کی تصنیف ہے اور مذہب اہلسنت کے عقائد کی کتاب ہے تمام علماء اوسکو انھیں کی تصنیف یقین کرتے ہیں۔ صاحب کشف الظنون نے حضرت ہی کی تصنیف بتائی۔ ملا علی قاری نے اپنے اس قول واما ما وقع فی الغنیۃ للشیخ عبد القادر الجیلانی عند ذکر الفرق الغیر ناجیۃ الخ میں انھیں کی تصنیف تسلیم کی۔

باباجی میں آپ کے انکار کی وجہ سمجھتا ہوں کہ حضرت سرکار بغداد رضی اللہ عنہ رافضیوں کے بڑے دشمن تھے۔ غنیۃ الطالبین میں رافضیوں کے فرقے شمار کر کے ہر فرقے کے گندے عقیدے بتادیئے ہیں اور اون کو جہنمی فرقوں میں شمار فرمایا ہے۔ اس سے آپ کے دل کو دکھ پہونچا ہی ہے کہ رافضی آپ کے یار ہیں یا یہ کہ جناب خود رافضی المزاج ہیں اس لئے آپنے اون کی کتاب ہونے ہی سے انکار کر دیا کہ کہیں لوگ رافضیوں کی رد میں یہ نہ کہدیں کہ حضرت نے غنیۃ الطالبین میں رافضیوں کے متعلق یہ فرمایا ہے۔

اور اسی وجہ سے آپ نے امام غزالی کی عبادت کو الحاقی کہدیا اس لئے کہ اوس سے بھی آپ کو دکھ پہونچا اونھوں نے مسئلہ لعن کے سلسلے میں یزید کی لعن شخصی سے منع فرمایا ہے اور اہل سنت کے اصول کے مطابق گفتگو فرمائی ہے۔ یزید کو مسلمان کہا آپ کی اور آپ کے یاروں رافضیوں

کی ذہنیت کے مطابق ایک بڑا جرم ہے۔ اسی لئے آپ اون کی عبارت سے ناراض ہوگئے اور الحاقی بتا دیا
مگر خدا کا بڑا شکر ہے کہ پوری کتاب ہی کا انکار نہ کیا ورنہ غنیۃ الطالبین کی طرح اس کا بھی انکار کر دیتے
تو آپ کا کوئی کیا کر لیتا۔

عنوان نمبر۱۶

قولہ مسئلہ لعنت اور اختلاف علما (ص۶۰)

اقول بلا وجہ تکرار ہے یہی موضوع گذر چکا اور گفتگو ہو چکی مگر بابا جی کے نوٹس کی خیر ہو
بڑھا ہوا ہے بنی رات عروج پر ہیں لہذا تکرار پر تکرار ہے خیر

(۱) مسلم کے لئے لعن شخصی کا قائل کوئی عالم محقق و مستند نہیں ارباب تحقیق اوس کے قائل ہیں
جو امام غزالی نے فرمایا۔ حضور نے مسلم کے لئے لعن بالاوصاف فرمائی ہے وہ بھی تنگی ہے بضرورت اور کافر
کے لئے فرمادی تو اوسی کے لئے جس کی موت کفر پر یقینی ثابت ہو چکی ہو یا حضور کے علم میں ہو۔

(۲) مذہب قوی یہی ہے جو نمبر دوم میں ہے مگر بابا جی جب آپ خود اسکا اقرار کر رہے ہیں کہ
اکثر علما لعن شخصی کے قائل نہیں ہیں تو پھر امام غزالی کے اسی فیصلہ کو اپنے الحاقی کیوں کہہ دیا
اگر ان اکثر علماء میں امام غزالی بھی ہوں تو آپ کا کون سا محل گرا جاتا ہے۔

عجیب بات قول اول میں بھی اکثر اور قول دوم میں بھی اکثر حالانکہ دونوں قول ایک دوسرے کی
ضد پھر دونوں طرف اکثر ہو ہی نہیں سکتے پھر ہے اکثر کا اطلاق اکثر کے مقابلہ میں نہیں ہوتا بلکہ بعض کے
مقابلہ میں بابا جی آپ کو لفظ کے استعمال کا طریقہ بھی نہیں معلوم اور شوق تصنیف و تالیف کا۔

(۳) یہ نمبر ۳ کسی کا قول نہیں ورنہ دو چار عالموں کے نام لکھے ہوتے اور جبر کتاب کا ہوالہ
ثبوت دیا ہوتا۔ غالب یہ آپ ہی کا ایجاد کیا ہوا ہے تو یہ نمبر ۳ آپ ہی کو مبارک رہے اور آپ ہی کا
انگی لطف اندوز ہوں۔

بابا جی بحث یہ ہے کہ مسلم فاسق پر شخصی لعنت جائز ہے یا نہیں اور مسلم فاسق اوسی وقت تک
فاسق ہے جب تک توبہ نہ کرے یا بقول آپ کے مرنہ گئے۔ جب توبہ کر لی یا حد لگ گئی اور یہ حد
کفارہ ہو گئی تو وہ پھر فاسق ہی نہ رہا پھر لعنت کا کیا ذکر اس لئے کہ غیر فاسق کے لئے تو لعنت حرام
ہے خواہ بالاوصاف یا شخصی لہذا ممانعت کا تعلق ایسے شخص سے نہیں جس کے سر سے گناہ کا بوجھ
کے بعد گناہ اوتر چکا ہو ملعونیت صرف اوسی کے لئے ہے جو فاسق ہو اور بالفعل فاسق ہو۔

لعنت فاسق ہو وہ بھی شخصی بالاوصاف تو جائز ہے لہٰذا آپ کی پرسش بیکار کیونکہ قابل توجہ و التفات نہیں
اس نمبر کی پہلی حدیث کو تو مسئلہ لعنت سے کوئی تعلق ہی نہیں دوسری حدیث میں لا تلعنوہ کا لفظ
موجود ہے مگر بابا جی نے جو عدم لعن کی توجیہ فرمائی وہ بالکل غلط حضور نے اس وجہ سے منع نہ فرمایا کہ اس پر
حد جاری ہو چکی تھی بلکہ جس وجہ سے منع فرمایا وہ وجہ تو خود حدیث میں موجود ہے انہ یحب اللہ ورسولہ
کہ وہ شخص اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے مطلب یہ کہ یہ چونکہ محبت کرتا ہے لہٰذا مسلمان ہے اور
مسلمان پر لعن شخصی کرنا نہ چاہئے۔ لہٰذا فرمایا لا تلعنوہ بابا جی جب عدم لعن کی وجہ حدیث میں صراحۃً
موجود ہے تو آپ کی وجہ گھڑنے اور استنباط کی کیا ضرورت ہے۔

تیسری حدیث لا تکونوا عون الشیطان علی اخیکم کا نقل کرنا بابا جی آپ کا ہم پر کرم ہے آپ کے
مسئلہ ادا کرنے میں اس حدیث کے اعتبار سے کہتے ہیں کہ بابا جی کسی مسلم فاسق پر نام لیکر لعنت نہ
کیجئے یہ بالکل شیطانی وسوسہ ہے اور اس بھائی کو نقصان ہو سکتا ہے آخر وہ مسلمان بھی ہے اگرچہ
معصیت نفس میں آگیا ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ تم اپنے بھائی کے خلاف شیطان کے مددگار نہ بنو
آپ نے حدیث کا مفہوم یہ بتایا کہ کسی شیطانی وسوسہ میں پڑ کر اپنے کسی مسلمان بھائی کو نقصان
ضرور نہ پہنچاؤ۔ سب کے اسی مفہوم کے مطابق تو جس میں یہ ہو کہ لعن شخصی کے جواز کا قائل ہونا یا
اس پر عمل کرنا شیطانی وسوسہ ہے لہٰذا اس سے بچئے اور کسی مسلمان کو نقصان نہ پہنچائیے

قولہ مذکورہ بالا بیان سے واضح ہو گیا کہ شخصی طور پر لعنت نہ کی جائے اگرچہ یہ کوئی اتفاقی مسئلہ نہیں ہے
اس مسئلہ میں علمائے اسلام کا اختلاف ہے، اس لئے یہ مسئلہ بھی اختلافی ہے (ص ۳۹)

اقول خدا کا شکر ہے کہ یہاں آکر آپ کچھ نرم تو پڑے ورنہ ابتدائی بحث تو آپ کی ایسی
تھی کہ پڑھنے والا یہی سمجھے کہ مسئلہ لعن میں کوئی اختلاف ہی نہیں۔ بس صرف ایک ہی قول ہے جو
آپ نے لکھا کہ واجب واجب۔ اور نہ معلوم کیا سوچ کر کے اتنے نرم ہو گئے۔ خیر
بابا جی مسئلہ تو ایسا کوئی بھی نہ ملے گا جس میں اختلاف نہ ہو یہاں تک کہ خدا کی خدائی اور اس کی
وحدانیت میں بھی اختلاف کرنے والے دنیا میں موجود ہیں تو صرف اختلاف کو دیکھنا اور دو قولوں میں سے
ایک قول کی طرف جھک جانا کہ یہ بھی تو کسی کا قول ہے عقلمندی اور دیانتداری نہیں ہے بلکہ ان
دونوں اقوال میں سے صحیح قول تلاش کرنا چاہئے۔

ایک قاعدہ

لہٰذا اس کے لئے قاعدہ یہ ہے کہ دیکھے کس کا قول کتاب اللہ اور سنت رسول اور صحابہ کے قول سے موافقت کرتا ہے اور اگر یہاں تصریح نہ ہو تو پھر ائمہ مجتہدین کے اجتہادات کی طرف رجوع کرے خلفاء [illegible] کے ارشادات تلاش کرے۔ پھر ائمہ مجتہدین اور فقہاء متکلمین میں اختلاف ہو تو ان حضرات کی شان علم دیکھے جسکا رتبہ بلند ہو اوس کا اتباع کرے اوسکے قول کو مانے اور سب سے بڑی شرط یہ بھی ہے کہ یہ سب حضرات اہل سنت وجماعت ہی رہینگے روافض خوارج نواصب معتزلہ قدریہ جہمیہ قادیانی وہابی نہ ہو سکیں گے اس لئے کہ یہ سب اہل بدعت وا ہوا اور فرقہائے ناریہ سے ہیں یہ ہزار قرآن سنائیں لاکھ حدیثیں پیش کریں کروڑوں ارشادات خلفاء وصحابہ دکھائیں ناقابل التفات اور اگر کبھی اعتبار بھی تو صرف ان مسائل جو ان کا مذہب اہلسنت کے موافق ہو تو اس صورت میں اون کا اتباع بھی نہیں بلکہ مذہب اہل سنت کا۔

اسی مسئلہ میں لعن شخصی مسلم ہی لیجئے نہ قرآن میں اسکا ذکر نہ حدیثوں میں اور اولا تو فقہاء متکلمین اہل سنت میں کوئی اختلاف نہیں اور اگر ہو بھی تو ترجیح قول شان علم پر

لعن شخصی کے جواز میں کسی فقیہ و متکلم سنی کا قول ہی نہیں اگر ہو تو اوس کا پایہ علمی امام غزالی ملا علی قاری علامہ ابن حجر مکی شاہ عبد العزیز صاحب سے زیادہ نہیں لہٰذا ان کے قول کے مقابل میں دیگر کا قول معتبر نہیں۔

بابا جی آپ نے بہت کوشش کی اور اپنے زعم میں بہت سے نام لکھ ڈالے مگر کسی کا قول کہ لعن شخصی جائز ہے پیش نہ کر سکے زیادہ سے زیادہ اونکا فعل آپ نے نقل کیا کہ فلاں نے فلاں پر فلاں نے فلاں پر لعنت کی مگر ہم نے اقوال پیش کئے اور اصول فقہ کا جزئیہ ہے کہ قول فعل پر مقدم اور راجح ہوتا ہے

آپ نے جس جس کے فعل پیش کئے ہیں اگر وہ واقعی ہیں تو صرف آپ ہی اون سے خبردار نہیں یہ حضرات بھی جنہوں نے لعن شخصی کو منع فرمایا۔ خبردار ہونگے مگر قوت دلائل اسی طرف پائی کہ لعن شخصی جائز نہیں لہٰذا ناجائز ہونے کا فیصلہ فرما دیا۔

عنوان نمبر ۱

قولہ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کا ایک قول درست

اقول موضوع گفتگو سے بالکل خارج مسئلہ میں سے کوئی لگاؤ نہیں مگر بابا جی کی عادت [illegible] ہے اور کتاب کے حجم بڑھانے کی لہٰذا جو بات آگئی قلمبند کر دی اگرچہ مقتضی حال کے خلاف ہو۔ خیر

آپ نے غلط سمجھا۔ دونوں کے خون مراد ہیں۔ دونوں طرف مسلمان ہیں اور صحابہ بھی ہیں۔ اور بعض وہ ہیں
جو عشرہ مبشرہ سے ہیں جیسے حضرت طلحہ اور حضرت زبیر جو حضرت مولائے کائنات کے لشکریوں کے ہاتھ سے
شہید ہوئے جس طرح حضرت عمار وغیرہ حضرت معاویہ کے لشکریوں کے ہاتھ سے شہید ہوئے

اور آپ نے جو امام شافعی کا یہ اعتقاد بتایا کہ اونکے نزدیک معاویہ اور اون کے سب بیٹوں کا قتل
کرانا مرتبہ اللہ عز و جل عبادتوں میں افضل ہے وہ اعتقاد اونکی کس کتاب میں ہے ذرا کتاب کا نام بتایئے
یا محض افتراء و بہتان لعنۃ اللہ علی المفترین۔ اون کا ارشاد دونوں گروہوں کے خون کو شامل ہے
جس طرح امام اعظم کا قول لا نذکر الصحابۃ الا بخیر دونوں طرف کے صحابہ کو شامل ہے۔ اور جس طرح امام
احمد کا قول تلک امۃ قد خلت لہا ما کسبت ولکم ما کسبتم دونوں گروہوں کو شامل ہے اسی لئے
کہ سوال کیا گیا تھا حضرت علی اور حضرت عائشہ کے بارے میں سوال ہوا تھا ملا علی قاری فرماتے ہیں سئل
احمد عن امر علی و عائشۃ فقال تلک امۃ الخ

عنوان نمبر ۱۸

قولہ شاید معاویہ نے اپنے آخری وقت میں توبہ کرلی ہو (ص)

قولہ اکثر محبان معاویہ یہی چیخ پکار مچاتے ہیں کہ شاید معاویہ نے اپنے آخری وقت میں توبہ کرلی ہو

اقول یہ چیخ پکار کسی نے نہیں مچائی کہیں خدانخواستہ خواب میں تو نہیں سن لی جو چونک پڑے
یا جناب ہی نے توبہ نہیں گڑھ لی کہ خود گڑھیں اور خود جواب دیں تاکہ لیاقت کا اظہار ہو جائے بابا جی بیا
توبہ کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا جبکہ قتل و جنگ جہاد پر مبنی اور مجتہد خطا پر بھی گنہگار نہیں اور بغاوت تو
شبہ دعویٰ فسق نہیں جو گناہ ہو اور آپ کے تراشیدہ الزامات محض افترا و بہتان اور دشمنوں کی عداوت تو
توبہ کیسی یعنی توبہ مخصوصہ ورنہ ہر مسلمان صبح شام اللہ سے توبہ کرتا ہے۔

اور فرض کیجئے کہ کوئی بات ایسی ہوئی جس سے توبہ ضروری تو مسلمانوں کو حکم دیا گیا کہ تم مرنے والوں کیلئے
استغفار کرو خدا سے رحمت طلب کرو۔ جب خدا سے استغفار اور طلب رحمت کا حکم ہے تو لعنت اور خدا کی
رحمت سے دوری کی دعا کرنا چہ معنی دارد۔

علاوہ بریں توبہ کے لئے یہ نہیں ہے کہ مرنے سے دو چار مہینے پہلے توبہ کرے تو توبہ ورنہ نہیں۔ آدمی اپنے
اعمال پر زندگی بھر قائم رہے لیکن مرنے سے اتنے پہلے کا وقت بعد کی زندگی کی امید تھی توبہ کرلی مقبول

خدمت امور اسلام ہے اور یہ باقی امیر بھی فی الجملہ خدمت اسلام ہی انجام دیتا ہے لہٰذا وہ اپنے مصرف
کو پہونچ گئی خواہ کسی کے ہاتھ سے لہٰذا امانت میں جب شبہ دعویٰ ہے تا ادائے زکوٰۃ میں بھی شبہ
ہے وہ فسق نہیں تو یہ بھی فسق نہیں۔

قولہ صرف اتنی سی بات پر جو کچھ کہ ان غریبوں پر گذرنا تھا وہ گذر گیا الخ

اقول باباجی وہ مرتد ہو گئے دین سے نکل گئے فرضیت زکوٰۃ سے انکار کر گئے اور آپ کے نزدیک
اتنی سی بات رہی کفر و ارتداد تو آپ کے نزدیک اتنی سی بات، وہ بغاوت وہ بھی شبہ دعویٰ کے ساتھ
جو فسق بھی نہیں، اتنی بڑی بات کہ دفعیں لگاتے آپ کے قلم گھس گئے۔ لعنتیں بھیجتے بھیجتے زبان خشک
ہو گئی اور پیٹ نہ بھرا اور پھر اون مرتدین پر اتنے رحم دل کہ لفظ غریب سے یاد فرمایا اور یک صحابی رسول
کے دشمن ۔ تقلیبہ کہ شقی بدبخت بدانجام منافق کافر ملعون سب ہی کہہ ڈالا۔ افسوس ہے آپ کی
اس ناپاک ذہنیت پر۔ مسلمانو تم ہی انصاف کرو اور باباجی کی ذہنیت دیکھو۔
اسکے بعد لیکن اللہ اکبر کہکے جو کچھ لکھا وہ سب آپ کی بکواس بیہودہ سرائی ہے جسکی مفصل خبر لیجا چکی ہے

عنوان نمبر ۲

قولہ مولیٰ اور معاویہ دونوں کی محبت کا ایک ساتھ دعویٰ الخ (ص۶)

اقول حضرت مولائے کائنات رضی اللہ عنہ رابع الاربعہ ہیں سید الاولیا ہیں اپنے وقت میں خلیفہ برحق ہیں
ان کی محبت دینی تکمیل ہے اونکی محبت مذہبی شعار ہے اون سے محبت اون کی تعظیم اون کی شان کے مطابق
حضرت معاویہ امیر مملکت اسلامیہ ہیں اور اپنے وقت کے خلیفہ ہیں الامر اونکی خلافت کا وقت بعد سپردگی حضرت
حسن ہے صحابی رسول فقیہ اسلام ہیں۔ فاتح بلاد کفر ہیں اون سے محبت اون کے مرتبہ کے مطابق
ہمیں تو اپنا زمانہ دیکھنا ہے کہ اسوقت نہ حضرت معاویہ ہیں نہ اون کی حکومت نہ اونکی دولت جو اون سے
ملنے کی امید ہو کچھ دنیا ملنے کی امید ہو محض اللہ کے لئے محبت و تعظیم ہے کہ صحابی رسول ہیں اور ہر صحابی سے
محبت کرنے اونکی تعظیم بجالانے کا حکم رسول ہے۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

اسی طرح حضرت مولا سے محبت کچھ دنیوی لالچ کی بنا پر نہیں نہ اس سے حصول دنیا مقصود البتہ کیسے
مقصود ہے کہ صحابی رسول ہیں رابع خلفاء اربعہ ہیں۔ سید الاولیا ہیں اون سے محبت کرنے تعظیم بجالانے کا
حکم رسول ہے صلی اللہ علیہ وسلم۔

محبت و تعظیم دونوں کی اپنے اپنے مرتبہ کے لحاظ سے سنی کے دل میں تو جمع ہو سکتی ہے
رافضی کے دل میں نہ ہوتا ہو۔ دیکھئے ہماری محبت اور تعظیم کا یہ حال ہے کہ ہم حضرت علی کو خلیفہ
برحق اور مسئلہ جنگ میں اونکے جہاد کو صواب سمجھتے ہیں، اور حضرت معاویہ کو اوس زمانہ کا خلیفہ
کرتے ہیں اور اونکے اجتہاد کو خطا سمجھتے ہیں جس طرح ہم حضرت امام ابو حنیفہ کو اپنا امام جانتے ہیں
کرتے ہیں اور اونکے اجتہاد کو صواب جانتے ہیں اور حضرت امام شافعی وغیرہم کو ہم حنفی اپنا امام
مانکر تقلید نہیں کرتے اونکے اجتہاد کو خطا سمجھتے ہیں مگر دونوں کی تعظیم بجا لاتے ہیں دونوں سے
ہیں۔ حالانکہ دونوں کے مسائل میں فرضیت و عدم فرضیت حلت و حرمت میں بڑا اختلاف ہے
اون دونوں سے بھی محبت کرتے ہیں اور تعظیم بجا لاتے ہیں دونوں کے لئے حضرت اور
سکتے ہیں۔ الحمد للہ کہ ہم اہل سنت افراط و تفریط دونوں سے کوسوں دور ہیں۔

جن لوگوں نے محض حصول دنیا کے لئے حضرت معاویہ سے محبت کی اونھوں نے محبت
اونکا وبال اونکے سر۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا زمانہ خلافت راشدہ کا زمانہ تو تھا نہیں اونکا زمانہ
دنیا شروع ہو چکی تھی۔ دنیا والے بکثرت ہو گئے تھے کچھ دنیاداروں نے اپنا گرویدہ کر
ان سے محبت کی تو محبت کرنے والوں کا قصور ہے نہ محبوب کا۔

اور بابا جی اونکا طریقہ تو پھر بھی اچھا تھا اونھوں نے محبت سے دنیا کمائی ہے اور
کی لوگ وہ ہیں کہ اونکو گالیاں دے کر لعنت بھیجکر دنیا کما رہے ہیں۔ اوس زمانے کے وہ حضرت
محبت کرنے سے دنیا پاتے ماروں تھی اور آجکل اون سے اظہار محبت کرکے دنیا کما رہے ہیں
اونھوں نے دیکھ لیا کہ معاویہ سے محبت کرنے میں اب دنیا تو ہے نہیں مگر ایسی دنیا اسوقت
حضرت مولا سے محبت ظاہر کرنے میں ضرور فائدہ پہونچائے گی۔ جب ہی تو ایک ہاتھ اودھر
بجاہ شروع کر دیا۔ فرمائیے بابا صاحب صحیح ہے نا۔

اور پھر جناب بابا صاحب جن کو آپ نے محبان و شیعان علی سمجھا ہے جو آپ کی نگاہ میں
ہیں اونکا ذرا حال تو سن لیجئے اور عرفت حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کی قائم کردہ تحفہ اثنا
وہ فرماتے ہیں باب دوم در ذکر احوال اسلاف شیعہ میں طبقہ (۱) یہ وہ لوگ ہیں جو بادا اسلام

عبداللہ ابن سبا ہیں (۲) یہ وہ لوگ ہیں کہ جناب امیر کے لشکر میں رہتے تھے بظاہر مخلص بباطن منافق
تھے (۳) یہ وہ لوگ ہیں کہ امام حسن کے ہاتھ پر بیعت کر کے امیر معاویہ سے لڑنے نکلے اثنائے راہ میں دغا کی
(۴) یہ وہ لوگ ہیں کہ امام حسین کو صدہا عرضیاں بھیجکر کوفے میں بلا کے دغا کی کہ شہادت کی نوبت ہو گئی
(۵) یہ وہ لوگ ہیں کہ امام زین العابدین سے منحرف ہو گئے اور مختار ثقفی کی نبوت کے قائل ہو گئے۔
(۶) یہ وہ لوگ ہیں کہ حضرت زید کو ناصبیوں کے قبضے میں چھوڑ دیا تھا جس میں وہ شہید ہو گئے (۷) یہ
وہ لوگ ہیں کہ اماموں کی شاگردی کا دعویٰ کرتے ہیں پھر اماموں کی جناب میں کذب اور کفر کی نسبت کرتے ہیں
باباجی یہ سات نمبر ہوئے اور آٹھواں میں اضافہ کر دوں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو بظاہر سنی بنتے ہیں اور
دنیا کمانے کے لئے ایک ہاتھ ادھر رکھتے ہیں اور ادھر بھی پیار کرتے ہیں۔ ان ساتوں نمبروں کے حالات
کے ثبوت تو تحفہ میں دیکھئے اور آٹھویں کے ثبوت کا میں ذمہ دار اور وہ ثبوت ظاہرا آنکھوں کے سامنے۔
باباجی یہ ہیں آپ کے وہ مخصوص اہل دین جو محبین علیؓ ہیں۔ ان سے بچئے تو وہ ہی ہیں جو
محبین معاویہ ہیں کہ ان میں کوئی ایسا نہ ہوا جیسے کہ یہ سات نمبری ہیں۔ تاریخ شاہد ہے کہ حضرت معاویہ
سے اون سے محبت کرنے والوں نے دغا نہ کی

خلاصہ یہ کہ یہ کوئی محال نہیں کہ حضرت مولا اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی محبت اپنے اپنے
درجہ کے ساتھ ایک دل میں نہ رہ سکے۔ رہ سکتی ہے مگر اوس دل میں جو تعصب بیجا اور ہٹ دھرمی
کی گندگی سے پاک ہو بغض و عداوت کی لعنت سے پُر نہ ہو۔ افترا و بہتان کی خباثت سے دور ہو
جسکے دونوں ہاتھ سنی ہوں جو کسی وقت رافضیوں کو پیار نہ کرے۔

خارجی

باباجی آپ نے یہاں تین طبقے بتائے۔ اہل دین۔ اہل دنیا خارجی۔ اہل دین تو حضرت علی کی
ساتھ ہو گئے۔ اہل دنیا حضرت معاویہ کے ساتھ ہو گئے۔ خارجی نہ ان کے نہ ون کے وہ دونوں
کو برا کہتے ہیں بجا ہی نہیں بلکہ کافر کہتے۔ ملا علی شرح فقہ اکبر میں فرماتے ہیں وعلی الخوارج حیث
لیرون تکفیر علی ومن تابعہ وکفر معاویۃ ومن شایعہ حیث ارتکبوا قتل المؤمن وھو عندھم
کبیرۃ مخرجۃ عن حد الایمان شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فتاوی عزیزیہ میں فرماتے ہیں خارجی
لوگ اون صحابہ رضی اللہ عنہم کی تکفیر کرتے ہیں جنہوں نے باہم ایک دوسرے کے ساتھ لڑائی کی

تھی جیسے حضرت طلحہ حضرت زبیر امیر المومنین علی مرتضیٰ معاویہ عمرو بن عاص،

اور آپ خود فرماتے ہیں وہ تیسرا گروہ خارجیوں کا ہے (جو مولی اور معاویہ دونوں کے دشمن) ملا علی قاری اور شاہ صاحب اور خود آپ کے قول سے ثابت ہوا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ہمراہی خارجی نہیں۔ اس لئے کہ خارجی آپ نے تیسری قسم بتائی جو حضرت معاویہ کے مجتبین اہل دنیا سے علیحدہ قسم ہیں اور اس لئے کہ خارجی وہ ہیں جو دونوں کو کافر کہیں اور حضرت امیر معاویہ نے یا ان کے کسی ساتھی نے حضرت مولی کو کافر نہ کہا۔ غرضکہ آپ کی اس تقسیم سے حضرت معاویہ خارجی ہونے سے بچ گئے۔

اب فرمائیے بابا جی آپ نے حضرت معاویہ کو بار بار خارجی کے لفظ سے یاد کیا اور اس جنگ کی وجہ سے حضرت معاویہ کو بار بار قاتل کہا تو خارجی آپ ہوئے یا نہیں جبکہ آپ خارجیوں کا مذہب اختیار کئے ہوئے کہ وہ بھی اس جنگ کی وجہ سے حضرت معاویہ کو کافر کہتے ہیں فتدبر۔

عنوان نمبر ۲۱

قولہ معاویہ اور حضرت امام اعظم (ص۸۳)

اقول اس عنوان کے تحت مفصل گفتگو تیغ ایمانی میں ہو چکی ہے اعادہ کی ضرورت نہیں

عنوان نمبر ۲۲

قولہ معاویہ اسلام میں سب سے اول باغی ہے (ص۸۹)

اقول علامہ سعد نے شرح عقائد میں بھی یہ چیز لکھی کان غایۃ امرھم البغی والخروج علی الامام الحق محشی نے فرمایا کہا ای نوم یعبرت بالخطاء الاجتہادی بغی وخروج اوس کو کہا جائیگا۔ جب خطاء اجتہادی پر محمول نہ ہو سکے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ علمائے اہل سنت نے اسے خطاء اجتہادی پر محمول فرمایا۔

یہاں بھی انہیں کا قول ہے کہ عقائد و مقاصد دونوں کے شارح وہ ہی ہیں۔ لہذا جو جواب وہاں تھا وہ ہی جواب یہاں ہے یعنی اگر خطاء اجتہادی پر محمول نہ ہو ورنہ نہیں۔

علاوہ بریں یہ کیسے تسلیم کیا جائے کہ حضرت معاویہ سب سے پہلے باغی ہیں جب اس سے پہلے ایک بڑی بغاوت ہو چکی ہے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید ہو چکے ہیں تو سب سے پہلے باغی

تو وہ ہوئے جنھوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کیا۔

بابا جی آپ نے علامہ تفتازانی کے دونوں قول نقل کئے رد فضائل میں شرح عقائد سے بہا شرح مقاصد سے اور آپ نے یہ بھی فرمایا یہ کتاب محض اہل سنت کے عقائد کی کتاب ہی نہیں ہے بلکہ حنفیوں کے عقائد کی بنیادی کتاب ہے" اور آپ بھی اپنے کو سُنی حنفی بلکہ چشتی صابری کہتے ہیں تو آپ کا اس کتاب پر اعتقاد بھی ہوگا اور ہے اس لئے کہ آپ بطور استدلال نقل کر رہے ہیں۔ جب یہ بات ہے تو انکا جواب دیجئے کہ جب علامہ سعد نے حضرت معاویہ کے باغی ہونے کا ذکر کیا تو آپ نے اوسے بطیب خاطر نقل کر دیا اور بغاوت کے قائل ہوگئے مگر خود اسی پہ بھی شرح عقائد میں فرما دیا وھو لا یوجب اللعن مگر یہ بغی و خروج موجب لعن نہیں۔ فرمائیے ایک ہی شخص ایک بات کہتا ہے آدھی کو تو آپ بنا مذہب بنالیں اور آدھی کو پس پشت ڈالدیں اور لعنت لعنت پکارنے لگیں یہ کونسی دیانت ہے کونسی علامگی ہے یا لا تقربوا الصلوٰۃ پر عمل اور وانتم سکاریٰ غائب اعتقاد صحیح کے معنی تو یہی تھے کہ جب شارح عقائد نے باغی کہا تو آپ نے باغی مان لیا اور جب اونھوں نے لعنت کو منع کیا تو اوسے بھی ماننا چاہیے تھا۔ آپکا یہ رویہ کہ ایک قائل کے ایک جملہ کو مانیں اور دوسرے جملہ کو جو بالکل پہلے جملے کے لئے لازم و ملزوم کی حیثیت رکھتا اور بطور نتیجہ ہے اوس کو نہ مانیں صاف بتاتا ہے کہ آپ اپنے دعوے حنفیت و سنیت میں بالکل جھوٹے ہیں۔ آپ بجائے حنفی کے غیر مقلد ہوگئے اور بجائے سُنی کے رافضی ہوگئے ورنہ کوئی وجہ نہیں کہ شارح عقائد کے ایک مسئلہ کے ایک جز کو مانیں اور دوسرے کو نظر انداز کر دیں

عنوان نمبر ۲۳

قولہ مولیٰ کے ساتھ جنگ کرنے والے فاسق ہیں (ص ۸۲)

اقول خلاف تحقیق ہے فاسق بھی نہیں۔ حضرت علامہ نووی نے فرمایا و فیہ التصریح بان الطائفتین مومنون لا یخرجون بالقتال عن الایمان و لا یفسقون وھذا مذھبنا و مذھب موافقینا۔ حدیث فرق مارقہ میں تصریح ہے کہ دونوں گروہ (گروہ حضرت امیر و حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما) مومن ہیں قتال کی وجہ سے ایمان سے خارج ہوئے اور نہ فاسق یہی ہمارا اور ہمارے موافقین اہلسنت و جماعت۔ حاشیہ کا مذہب ہے۔ علامہ ابو شکور نے تمہید میں فرمایا۔ ثم نقول بان الباغی لا یکفر و لا یفسق باغی نہ کافر نہ فاسق فرمایا دلیل یہ کہ اللہ تعالیٰ نے دونوں گروہوں کو

اس آیت وان طائفتان من المومنین اقتتلوا میں دونوں کو مسلمان فرمایا اور وہ معاویہ اور علی کے گروہ ہیں اور فرمایا کہ باغی اپنے دعووں میں تاویل کنندہ ہوتا ہے اگرچہ خطا پر ہے اور یہ خطا موجب کفر و فسق نہیں ملا علی نے فرمایا والمخطی فی الاجتہاد لا یضلل ولا یفسق کمخطی فی الاجتہاد نہ کافر نہ فاسق۔

بابا جی صرف اقوال مختلفہ دیکھ کر بلا تحقیق ایک قول کی طرف نہ جھک جائیے بلکہ ترجیح دیجئے اور تلاش کیجئے کہ قول راجح کونسا ہے مگر آپ کو کہاں یہ توفیق آپ کا حال تو صرف یہ ہے کہ جہاں بُرائی دیکھی اوسی کو شیر مادر بنالیا۔ پھر علامہ سہیلی نے آپ کا منقول نقل کیا تو شروع میں فرمایا قیل اصوبہ یہ لفظ قیل ضعیف ہونے کی نشانی ہے یعنی یہ قول ضعیف ہے بابا جی قول ضعیف پر آپ کی بنا انحصار کر اوسے سند بنالیں اور قول قوی و صحیح کی پروا نہ کریں دیکھئے فتاوی شامی میں ہے کہ قول ضعیف پر فتوی دینا اور عمل کرنا جہالت ہے اور اجماع کے خلاف (ج ا مقدمہ)

قولہ مسلمانو جب مولیٰ سے جنگ کرنے والے فاسق ہیں تو معاویہ الخ (ص۲۴۲)

اقول مسلمانو جب قول ضعیف و مرجوح پر عمل کرنے والے جاہل ہیں تو بابا جی پڑھے لکھے ہو کر تمام جاہلوں کے سردار ہوئے اس لئے کہ اونھوں نے قول ضعیف و مرجوح پر عمل کرنے حضرت معاویہ کو فاسق اور فاسقوں کا سردار کہا اور چونکہ ایک صحابی عادل کو فاسق کہا اس فاسق بھی ہوئے لہذا بابا جی جاہل بھی ہوئے اور فاسق بھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ جب فاسق کی مدح اور تعریف کی جاتی ہے یا اوس کو جناب عالی کہا جاتا ہے تو اللہ پاک غضب فرماتا ہے اور عرش الٰہی ہلنے لگتا ہے۔

عنوان نمبر ۲۲

قولہ معاویہ فقہائے اہل سنت کی نگاہ میں (ص۲۴۲)

اقول حضرت علامہ نووی فقیہ اہلسنت نے فرمایا واما معاویۃ رضی اللہ عنہ فھو من العدول الفضلاء والصحابۃ النجباء۔ علامہ ابن حجر فقیہ اہلسنت فرماتے ہیں لانہ من کبار ... مولانا عبدالحی فقیہ اہل سنت فرماتے ہیں وکان صحابیا جلیلا حضرت شاہ ولی اللہ فقیہ اہل سنت فرماتے ہیں معاویۃ ابن ابو سفیان رضی اللہ عنہ یکے از اصحاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وصاحب فضیلت جلیلہ شاہ عبدالعزیز صاحب فقیہ اہل سنت فرماتے ہیں

پھر بھی وہ (حضرت معاویہ) صحابی ہونے کی حیثیت سے واجب الاحترام ہی ہیں اور ملا علی قاری فقیہ اہل سنت فرماتے ہیں ان الصحابۃ بذلکم عدول قبل فتنۃ عثمان وعلی وکذا بعدھا اور فرماتے ہیں وھو افضلھم معاویۃ افضل ملوک اسلام ہیں اور وہ امام حق ہو گئے جب حضرت حسن نے خلافت سپرد کر دی اور حضرت سرکار بغداد رضی اللہ عنہ الفقہ اہل سنت فرماتے ہیں واما خلافۃ معاویۃ فثابتۃ صحیحۃ بعد موت علی وبعد خلع الحسن عن الخلافۃ وتسلیمھا الی معاویۃ۔ حضرت معاویہ کی خلافت صحیح و ثابت ہے حضرت علی کے وصال اور حضرت حسن کی سپردگی کے بعد

بابا جی تقوی سے اہل سنت کے ارشادات مبارکہ بحق حضرت معاویہ تو میں نے پیش کر دیئے۔ اب ذرا دیکھیں آپ کیا فرماتے ہیں۔

(۱) عبارت منقولہ جو ہم نابعدالہ مختصر ہے علامہ سعد الدین کا قول ہے کہ شارح توضیح وہ ہی ہیں بیاد کی رائے ہے۔ جمہور کا مسلک وہ ہی ہے کہ عدالت جمیع صحابہ سے تعلق رکھتی ہے۔ جمہور کے مقابلہ میں انکی اکیلی رائے کوئی وزن نہیں رکھتی۔ تعدیل صحابہ کی بحث مفصل گذر چکی ہے مقدمہ ملاحظہ کیجئے

(۲) یہاں بھی علامہ سعد نے وہ ہی لکھا ہے جو شرح عقائد میں لکھ چکے ہیں لان عائشۃ اعظم البغی والخروج علی الامام الحق انکی مفصل بحث مقدمہ میں گذر چکی ہے ملاحظہ کیجئے

(۳) علامہ شامی کا قول منقول حق ہے، اہل سنت حضرت امیر کو حق پر جانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ زمانہ خلافت حضرت مولا میں حضرت معاویہ نہ خلیفہ تھے نہ سلطان اور یہ بغاوت موجب کفر و فسق نہیں جیسا کہ بوضاحت ہم بیان کر چکے ہیں

خلاصہ یہ کہ

صورتیں دو ہیں (۱) حضرت معاویہ نے حضرت امیر کی مخالفت اس وجہ سے کی وہ قاتلین عثمان طلب کرتے تھے اور قاتلین عثمان حضرت مولا کے لشکر میں تھے یہ لشکری قاتلین عثمان اور حضرت معاویہ کی جماعت دو ہم سیکا رہو گئی اور یہ لڑائی براہ راست حضرت مولا سے تھی جیسا کہ شاہ صاحب نے تحفہ میں فرمایا (عبارت نقل کر چکا ہوں) اس صورت میں نہ کوئی بغاوت ہی نہیں لہذا بعض اہل سنت ان کو باغی نہیں جانتے۔

(۲) بعض اہل سنت نے اسے بغاوت سمجھا اور باغی کہا، لیکن ساتھ ہی یہ بھی فرما دیا کہ یہ بغاوت موجب کفر و فسق نہیں لہذا ان پر لعنت حرام ہے اور چونکہ وہ بغاوت بعد سپردگی حضرت امام حسن

اور خود اون کے بیعت فرمالینے اور لوگوں کو حکم اطاعت دینے کے بعد ختم ہو گئی۔ اگر اوس وقت بھی باغی رہتے حضرت امام حسن پر اعتراض ہوتا کہ اونھوں نے باغی کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور خلیفہ تسلیم کر لیا لہذا باغی کا شور مچانا شور بے ہنگام ہے۔

(۴) علامہ سرخسی نے یہ فرمایا کہ قضا بشاہد ویمین بدعت ہے اور اول یہ حکم حضرت معاویہ نے دیا آپ نے رٹ لگائی یہ توضیح کی عبارت ہے اوسکی شرح میں علامہ سعد نے فرمایا کہ اس بدعت سے یہ مراد کہ یہ بالکل نئی چیز ہے جو حضرت معاویہ نے نکالی لیس المراد ان ذلک امر ابتدعہ معاویۃ بلکہ مراد یہ ہے کہ اس پر ابتک عمل نہیں ہوا تھا اس لئے کہ ضرورت نہ پڑی تھی لیکن حضرت علی رضی اللہ سے روایت ہے کہ حضور نے بشہادت شاہد ویمین صاحب حق فیصلہ فرمایا اور یہ بھی حضرت علی سے مروی ہے کہ آپ نے خود اسی طرح فیصلہ کیا لہذا یہ بدعت معاویہ کی نہیں ہوئی بل المراد انہ امر قضی یعمل بہ الی زمن معاویۃ لعدم الحاجۃ الیہ لکن المروی عن علی رضی اللہ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قضی بشہادۃ شاہد ویمین صاحب الحق وعن علی رضی اللہ عنہ انہ کان یقضی بالشاہد والیمین فعلی ہذا لا یکون العمل بہ من مبتدعات معاویۃ

بابا صاحب اول تو یہ دیکھئے کہ جس بنا پر حضرت معاویہ بدعتی ہو رہے تھے یعنی قضا بشاہد ویمین وہ ہی مذہب حضرت مولا کا ہے فرمائیے حضرت مولا کو بدعتی کہیں گے اگر اون کو نہیں تو حضرت معاویہ کو بھی نہیں کہہ سکتے۔

دوسرے یہ کہ علامہ سعد نے ثابت فرما دیا کہ یہ بدعت ہی نہیں اس لئے کہ حضور کی حدیث ہے تو حضرت معاویہ پر بدعتی ہونے کا الزام غلط

تیسرے یہ کہ آپ نے حوالہ توضیح مطبوعہ مصر کا دیا ہے اور اوس توضیح کے ساتھ تلویح بھی ہے اور وہ بھی آپ کے پیش نظر ہے اس لئے کہ تلویح ہی سے آپ نے معاویہ کو باغی محارب قاتل ہونا لکھا ہے اور یہ اسی مسئلہ کی بحث میں ہے، اور اوسی سے آگے وہ عبارت ہے جو میں نے نقل کی آپ نے اوسے صاف چھوڑ دیا اور نظر پھیر لی کہ حقیقت میں وہ جواب تھی جیسوں کی عبارت کا فرمائیے یہ کونسی دیانت ہے

(۵) ہدایہ کی عبارت سے متعلق بحث ہو چکی ہے ملاحظہ ابھی دیکھئے۔

(۶) شرح وقایہ کی وہ ہی عبارت ہے جو مبسوط کی ہے اور وہ ہی جواب ہے جو دیا جا چکا اور اوسے

حاشی میں یہ بحث موجود ہے جو علامہ سعد نے فرمائی لیکن وہاں بھی آپ نے آنکھوں پہ ہاتھ رکھ لیا۔

خلاصہ یہ کہ حضرت معاویہ کا بدبختی ہونا تو ثابت ہوا نہیں۔ اب میں آپ کو بتاؤں کہ بدبختی کون ہے بدبختی وہ ہے جس نے حضرت معاویہ پر لعنت کو جائز قرار دیا بدبختی وہ ہے جس نے اون کی صحابیت سے انکار کیا بدبختی ہے وہ ہے جس نے اونھیں منافق کافر دوزخی جہنم کہا بدبختی وہ ہے جس نے اہل سنت کے عقائد کے خلاف قدم اٹھایا بدبختی وہ ہے جس نے ایک ہاتھ کو شیعہ کہا بدبختی وہ ہے جو رافضیوں کو پیار کرے بدبختی وہ ہے جو غلط روایات کو نقل کرکے مدعا ثابت کرے بدبختی وہ ہے جو حضرت امیر معاویہ پر اتہامات والزامات لگائے بدبختی وہ ہے جو عبارتوں میں کاٹ چھانٹ کرے بدبختی وہ ہے جو باوجود سید نہ ہونے کو اپنے آپ کو سید بتائے۔

بابا ایسے بدبختی کے لئے جو بدعتوں کا پشتارہ بغل میں دابے ہے جو بدعتوں کا تھیلا گردن میں لٹکائے ہے ایسے بدبختی کے لئے یہی پیش کردہ جملہ اہل البدع کلاب اہل النار تلاوت فرمالیجئے یا اوسکی پیشانی پر لکھ کر چپکا دیجئے

قولہ نیز یہ کہ فقہ حنفیہ کے مذکورہ بالا حوالجات میری تمام تالیفات کا خلاصہ اور نچوڑ ہیں۔

اقول آپ کے مطلب کو ایک بھی مفید نہیں۔ آپ نے حضرت معاویہ کے لئے لعنت کو واجب قرار دیا اور سارا رسالہ اسی سے بھر دیا مگر فقہ حنفی کی ایک عبارت ایسی پیش نہ کرسکے جو وجوب لعنت کی دلیل ہوتی اور یہ تو محض نام کے لئے صحاح ستہ اور کتب اہل سنت اور فقہ حنفی کا نام لیتے ہیں تاکہ آپ اپنی رافضیت پر پردہ ڈال سکیں ورنہ آپ کی تمام تالیفات رافضیوں کی کتابوں اور غیر معتبر وغیر مستند روایتوں کا نچوڑ ہیں

قولہ معاویہ پر لعنت کے جائز ہونے کے یہ دلائل تھے جو بکثرت بیان ہوئے الخ

اقول وہ ہی مرغے کی ایک ٹانگ نہ کوئی دلیل ہے نہ برہان ساری کتاب غلط سے ملو غلط سے پُر غلط بیانیوں سے مشحون دھوکہ دہی سے بھری ہوئی نہ آپ دلیل دے سکے اور نہ انشاء اللہ دے سکتے ہیں۔

ہم نے بفضلہ تعالیٰ دلائل سے ثابت کر دیا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر نہ کفر صادق آتا ہے نہ فسق لہذا اون پر لعنت بھیجنا حرام اور سخت حرام۔

ہمت و جرات کیلئے یہ بہت ہے۔ ورنہ جسکے مزاج میں ضعف کا مرض پیدا ہو چکا ہو اور بیماری
کو پیار کرتا ہو اُسکے سامنے ستر ہزار نسخوں کی ماننے کی کتابوں کی تعداد پیش کر دی جائیگی تو وہ کیا جو جواب ہی دیگے

عنوان نمبر ۲۵ مسئلہ تقلید

بابا صاحب نے درمیان میں ایک بحث تقلید کی چھیڑ دی تھی، اور اس کا مطلب یہ تھا کہ قرآن کی آیتیں لعنت کو بتلاتی ہیں حدیثوں میں لعنت کا ذکر ہے۔ لہذا قرآن و حدیث کے ہوتے ہوئے کسی کی تقلید جائز نہیں ہے۔ جو لوگ لعنت کو منع کرتے ہیں وہ قرآن و حدیث کے خلاف کہتے ہیں لہذا ان کی بات قابل تسلیم نہیں۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں پس اگر ہم بھی قول خدا اور اقوال رسول کو چھوڑ کر اپنے علما اور اپنے پیروں کے اقوال کو اپنے اور فتوی نویسوں کے فتوؤں کو بنیاد دین بنائینگے۔ اور اپنے عقائد کی بنیاد قرار دینگے تو ہم پر بھی یقیناً اندھے قرآن اللہ کی طرف سے یہی عیب لگے گا اور ہم بھی نصاری کی طرح اپنے علما اور اپنے پیروں کے ہی بندے اور پجاری بن جائینگے۔

بابا جی کا مطلب یہ ہوا کہ قرآن و حدیث کو ہم نے سمجھا ہے اور جن لوگوں نے لعن متعہ کو منع کیا انھوں نے بالکل نہیں سمجھا لہذا ان کی بات نہ مانو۔

یہی غیر مقلدین ہندوستان کہتے ہیں کہ قرآن و حدیث ہمارے سامنے ہے اور ہم سمجھتے ہیں لہذا ہمیں مجتہدین کی تقلید کی ضرورت نہیں تب پھر آپ میں اور غیر مقلدین میں کیا فرق ہوا۔ وہ بھی عدم تقلید کے لئے یہی آیت اتخذوا احبارهم ورهبانهم الآیہ پیش کرتے ہیں اور آپ نے یہی آیت پیش کی فرمایئے بابا صاحب پھر آپ کو ہم غیر مقلد کیوں نہ کہیں۔ آپ نے یہ مضمون لکھ کر غیر مقلدوں کی ہمنوائی کی بلا ضرورت بڑھائی اور آپ کے اندر کی وجہ ہم جانتے فرمایئے تو بتا دیں۔

بات یہ ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں جو آپ نے گمراہیں کی ہیں ان سے ہندوستان کے حنفی مقلد کے دونوں گروہ دیوبندی اور بریلوی بیزار ہیں اور دونوں آپ کا توڑ کرنے کے لئے تیار ہیں۔ آپ نے دیکھا کہ یہ دونوں قوی ہیں گو میں جیسے مخالف ہیں تو آپ نے غیر مقلد کو ہمنوا بنانے اور ان پر بیچارہ پھیرنے کی تدبیر اختیار کی، اور وہ مضمون لکھا جس سے غیر مقلدین کی حمایت اور مقلدین پر حملہ ظاہر ہے۔ آپ نے چاہا کہ اس طرح میں غیر مقلدین کو اپنا ہم نوا بنا سکوں گا اور پھر میرے ساتھ وہ حنفیوں کے دونوں گروہوں کے مقابلہ میں آجائیں گے

ذرا سنئے بابا صاحب ہم نے آپ کی تدبیر اور حیلہ سازی کو سمجھ لیا۔ نا۔

سنئے بابا صاحب آج آپ ۱۳ سو برس کے بعد قرآن و حدیث پر عمل کے مدعی ہوئے۔ نہ امام غزالی نے قرآن و حدیث کو سمجھا نہ علامہ تفتازانی نے نہ علامہ ابن حجر نے نہ ملا علی قاری نے نہ علامہ ابن ہمام نے نہ علامہ نووی نے نہ شاہ ولی اللہ نے نہ شاہ عبدالعزیز نے نہ حضرت سرکار بغداد نے نہ حضرت امام اعظم نے نہ حضرت امام مالک نہ حضرت امام شافعی نے جو حدیثیں آپ نکال کر لائے اگر وہ حدیثیں ان کے زمانہ میں نہ تھیں تو وہ بیکار، اور اگر تھیں تو انھوں نے ان پر عمل اسی وجہ سے نہیں کیا کہ وہ صحیح نہیں، مستند نہیں رہا قرآن تو آپ ان سے زیادہ سمجھنے والے نہیں۔ انھوں نے جو سمجھا ٹھیک سمجھا انھوں نے کسی اصول سے متاثر ہو کر نہیں سمجھا آپ نے اپنے ماحول سے متاثر ہو کر سمجھا اور ایک ہاتھ کو شیعہ بنا کر سمجھا اور ان کو پیار کرتے ہوئے سمجھا۔

بابا جی نصاریٰ نے اپنے مولویوں اور پیروں کو اس طرح مانا کہ ان کو حاکم مستقل جانا اور صفت حاکمیت میں خدا کے برابر کھڑا کر دیا ان کو مبلغ احکام الٰہی نہ جانا۔

شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ تفسیر عزیزی میں فرماتے ہیں در ایں جا باید دانست کہ چنانچہ عبادت غیر خدا مطلقاً شرک و کفر است اطاعت غیر او تعالیٰ نیز باستقلال کفر است و معنی اطاعت غیر بالاستقلال آنست کہ او را مبلغ احکام، و ندانستہ ربقہ اطاعت او در گردن اندازد و تقلید او لازم شمارد و با وجود ظہور مخالفت حکم او با حکم او تعالیٰ دست از اتباع او بر ندارد ایں ہم نوعے است از اتخاذ انداد کہ آیہ اتخذوا احبارہم و رہبانہم اربابا من دون اللہ والمسیح ابن مریم بہم نکوہش آں فرمودہ اللہ

مسلمان اپنے علماء و فقہاء کو اس طرح نہیں مانتے بلکہ ان کو مبلغ احکام الٰہی جانتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ انھوں نے قرآن و حدیث کو خوب سمجھ لیا وہ جو کچھ فرماتے ہیں حکم خدا و رسول ہی بتاتے ہیں لہذا یہ آیہ کریمہ مسلمان مقلدین پر صادق ہی نہیں آسکتی۔

بابا جی آپ فرماتے ہیں کہ ائمہ اربعہ میں سب سے بڑے امام مذہب اور امام فقہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے کیسے لفظوں میں اپنے مقلدین کو تاکید یہ بات تعلیم فرمائی ہے۔ چنانچہ آپ کا یہ فرمانا مشہور و معروف ہے اترکوا قولی بقول رسول اللہ۔

اقول حضرت امام نے صحیح و درست فرمایا۔ مگر اتنا کہنا کا مخاطب کون ہے۔ کیا آپ اپنے آپ کو سمجھتے ہیں کہ غلط سلط روایتیں نقل کر لیں اور کہہ دیا کہ یہ حدیث رسول ہے لہٰذا اس کے خلاف ہم مولوی مجتہد کا قول نہیں مانتے۔ اسکے مخاطب اونکے شاگرد ہیں جو علم حدیث کے ماہر تھے صحیح اور ضعیف ثابت اور موضوع کو جانتے اور اون میں فرق پہچانتے تھے جو سمجھتے تھے کہ یہ روایتیں اہل سنت کی ہیں اور یہ اہل بدعت خارجی اور رافضیوں کی اور جو اس صفت کا ہو وہ مخاطب ہے۔ حضرت امام نے اسی واسطے یہ بھی فرما دیا اذا صح الحدیث فھو مذھبی جب حدیث صحیح ہو تو وہی میرا مذہب ہے۔

اور ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ حدیث صحیح اہل سنت کی روایت کردہ پیش کرو اوس پر ہم عمل کریں گے

اس کے یہ معنی نہیں کہ آپ رافضیوں سے روایتیں نقل کریں ضعیف اور موضوع حدیثیں نقل کریں۔ قرآن کی تفسیر غلط اور بالٹے کریں اور ہم سے کہیں دیکھو یہ ہے قرآن اور حدیث لہٰذا اسے مانو اور امام غزالی ملا علی قاری شاہ عبدالعزیز۔ حضرت سرکار بغداد کو چھوڑ دو اوسے چھوڑ دو وہ قرآن کے خلاف اور حدیث رسول کے مخالف ہے۔ اس مخالف ہے مگر قرآن سے نہیں حدیث سے نہیں بلکہ آپ کی تفسیر و رائے اور آپ کی غلط روایتوں کے خلاف تو آپ اساطین و معتمد علماء اہل سنت کے اتباع سے مسلمانوں کو روکنا چاہتے ہیں اور صرف قرآن و حدیث کا نام لیکر اپنی دم کے پیچھے لگانا چاہتے ہیں۔ سمجھدار مسلمان تو ہرگز آپ کے جال میں نہیں آئے گا۔ اس لئے کہ نہ آپ کے پاس قرآن سمجھنے کی حقیقی سمجھ ہے نہ صحیح حدیثوں کے پیش کرنے کا۔ آپ میں مادہ ہے بلکہ حدیثوں کے سمجھنے کی بھی توفیق نہیں ہے۔

آپ نے بیکار طبقات فقہا تحریر کئے۔ اول تو بحث سے خارج دوسرے بے موقعہ اس لئے کہ یہ طبقات فن فقہ کے ہیں اور فقہ حنفی میں مذکور ہیں۔ فقہ کے مسائل میں ظنیات بھی مفید ہیں اسلئے اجتہاد یا تخریج یا ترجیح کی ضرورت ہے اس۔ تمہارے طبقات فقہا مقرر ہوئے۔

حضرت معاویہ کی ذات سے مسائل تعلق رکھنے والے فن فقہ سے تعلق نہیں رکھتے۔ بلکہ علم کلام علم عقائد سے اور یہاں ظنیات کام نہیں دیتے جو اجتہاد و ترجیح و تخریج کی ضرورت ہو یہاں دلیل قطعی چاہئے۔ لہٰذا یہاں ان طبقات کے ذکر کی ضرورت ہی نہیں

آپ نے بلا سوچے سمجھے، و بلا فرق ہر دو فن یہاں بحث طبقات چھیڑ دی یاد رکھئے الے

شخص کو حاطب اللیل کہتے ہیں اور آپ کے حاطب اللیل ہونے میں کوئی شک بھی نہیں۔ اس لئے کہ آپ نے یہیں نہیں بلکہ اپنی تمام تصنیفات میں یہ ہی کیا غلط سلط روایتیں رافضیوں کے اقوال ضعیف و موضوع حدیثیں نقل کر ڈالیں، اور ذرا بھی تحقیق سے کام نہ لیا۔

قولہ پھر میرے دوست مفتی اگرہ صاحب اور نیز بہار شریعت کے لکھنے والے ان طبقات مذکورہ بالا میں سے کس طبقہ کے اندر لے جائیں گے۔ اس پر بھی غور کرنا نہایت لازمی اور ضروری ہے (ص۴۰)

اقول ہاں اب سمجھ میں آیا کہ آپ نے طبقات فقہا اسی لئے لکھے تھے تاکہ آپ ان جملوں پر دوسروں سے غور کرائیں تو سنئے۔ پہلے میں آپ کو بتاؤں۔ آپ تو بہ سے ر ذیل طبقہ میں جو تمام طبقوں سے نیچا طبقہ ہے یعنی حاطب اللیل بھرتی ورلی والا۔

اور میں خدا کے فضل سے مقلدین میں سے ہوں۔ اقوال مردودہ اور روایات ضعیفہ کو نقل نہیں کرتا چنانچہ آپ دیکھ لیجئے میرا پورا کلام کہیں کوئی روایت ضعیف کوئی قول مردود نہ ملے گا علم عقائد کی معتبر علم تفسیر کی مستند علم حدیث کی معتمد کتابوں کے حوالے ملینگے فالحمد للہ علی ذلک حمداً کثیراً علی ما وفقنی للصواب والسداد۔

حضرت صدر الشریعہ مولنا شاہ امجد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ مصنف بہار شریعت اس درجہ سے، دیکھئے درجہ میں ہیں وہ اپنے زمانہ کے اصحاب ترجیح میں سے تھے جیسا کہ ان کی بے مثال تصنیف بہار شریعت گواہی دے رہی ہے کہ متعدد کتب فقہ حنفی سے متعدد اقوال میں سے قول معتمد و مفتی بہ کو چھانٹ کر جمع فرما دیا شکر اللہ سعیہم وجزاہم جنانا وعوفونا

قولہ ان میں سے کوئی ایک بھی ایسا نہیں ہے جس کو صحیح معنوں میں مفتی کہا جا سکے الخ (ص۴۱)

اقول تو پھر آپ بھی صحیح معنوں میں علامہ اور فاضل علوم شرقی کہلانے کے مستحق نہیں۔ بابا جی سنئے افتا کے معنی ہیں قانون شرعی کی خبر دینا (شامی کتاب القضا) اور مفتی کے معنی ہوئے قانون شرعی کی خبر دینے واما الآن المفتی مخبر عن الحکم (مقدمہ شامی) آجکل جن کو مفتی کہا جاتا ہے وہ اسی خدمت کو انجام دیتے ہیں کہ قانون شرعی سے باخبر کر دیتے ہیں۔ اگرچہ وہ براہ راست قرآن و حدیث سے مسائل کے استخراج کی قدرت نہ رکھتے ہوں مگر اصحاب تخریج وارباب ترجیح کے اقوال نقل کر دیتے ہیں اور بابا جی اتنے ہی کام کے لئے بڑے علم کی ضرورت نا

جو شاید و باید ہے لہذا ہر شخص مفتی نہیں۔ معدودے چند ہیں

اسی معنی کے اعتبار سے ہندوستان کے مدرسوں میں دار الافتاء ہے اور اُسکی خدمت انجام دینے والے مفتی کہلاتے ہیں۔

باباجی آجکل جو مفتی ہیں وہ بفضلہٖ تعالیٰ آپ جیسے حاطب اللیل سے پھر بھی بدرجہا بہتر ہیں ہند مسلمان مفتی کے قول کو چھوڑ کر حاطب اللیل کی بات ماننے کو تیار نہ ہونگے۔

قولہ اور اگر فرض بھی کرلیں کہ یہ مروجہ تقلید ہی کی طرف راجع ہے تو ہم کہیں گے الخ

قولہ پس اب فرمایئے کہ آپ نے مولائے کائنات کی تقلید کیوں نہیں کی اور حضور کے اقوال و ارشادات کو کیوں نہ مانا الخ (صفحہ ۱۵ و ۱۶)

اقول اولاً آپ کی یہ گفتگو بالکل وہ ہی طعن ہے جو رافضیوں نے کیا جس کو شاہ صاحب نے تحفہ میں نقل کیا ہے۔ کید ہشتاد و پنجم اہل سنت پر طعن کرتے ہیں کہ یہ مذہب ابو حنیفہ اور شافعی و مالک اور احمد کا اختیار کرتے ہیں اور مذہب ائمہ کا اختیار نہیں کرتے حالانکہ ائمہ بچند وجوہ سزاوار تر اسکے ہیں الخ

دیکھئے باباصاحب آپکے اور رافضیوں کے طعن میں کوئی فرق نہیں تو آپ میں اور رافضیوں میں کوئی فرق نہیں۔

لہذا جو جواب شاہ صاحب نے اس طعن کا دیا ہے وہ ہی جواب آپکے اس اعتراض کا ہے جواب کے لئے تحفہ کے الفاظ پڑھ لیجئے۔

ثانیاً آپ صرف حضرت مولا تک ہی کیوں رہ گئے اور صرف ان ہی کی تقلید کی کیوں دعوت دی حالانکہ ان سے افضل اور بہ فضل مجموعیت میں افضل تو حضرت عثمان ہیں اور ان سے افضل حضرت فاروق ہیں اور ان سے افضل حضرت صدیق ہیں رضی اللہ عنہم۔ آپ کا ان حضرات کی تقلید کی طرف دعوت و ترغیب کو چھوڑ کر صرف حضرت مولا کا نام لینا یہ آپ کے کھلے ہوئے رافضی ہونے کی دلیل ہے مسلمانوں باباجی کے ان جملوں کو دیکھو اور خود ہی فیصلہ کر لو۔

ثالثاً ہم اپنے علمائے اہلسنت کا اتباع کرتے ہیں تو یہ سمجھ کر کہ یہ حضرات اہل سنت کے متبع ہیں اور ہم یہ سمجھتے ہیں کہ یہ تمام صحابہ اور خلفائے راشدین کے متبع اور ان ہی کے بتائے راستے پر چلنے والے

مولا کے متعلق ہم یقین رکھتے ہیں کہ یہ سب حضرت سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے مطیع و فرمانبردار ہیں
ہم بواسطہ صحابہ کرام خلفائے راشدین حضرت مولا کے مطیع و تابعدار ہیں اور وسائط کی ضرورت اس لئے
ہوئی کہ درمیان سے یہ واسطے صاف شفاف راستہ ہمارے سامنے پیش فرما رہے ہیں غلط ضعیف موضوع اور شیعوں
سے بچتے ہوئے چھنا چھنایا شربت پلا رہے ہیں۔

اور اب بلا واسطہ حضرت مولا کی اطاعت خطرہ سے خالی نہیں اس لئے کہ حضرت مولا کی کوئی باضابطہ کتاب
نہیں صرف احادیث وہ روایتیں ہیں جن کو شیعوں نے روایت کیا یا اصحاب تواریخ نے بلا سند جو جی میں آیا نقل کیا یا دیگر
محدثین نے کچھ روایت کیا مگر ضعیف و موضوع سب ہی کچھ جمع کر لیا۔ ہاں صحاح ستہ با سند مشہورہ و معتبرہ ہیں
جو ارشادات حضرت مولا کے ہیں وہ ہمارے سر آنکھوں پر ہیں ان پر ہم دل و جان سے قربان ہیں۔

آپ کی نقل کردہ حدیثوں میں پہلی حدیث کے ساتھ میں بھی ایک حدیث نقل کر دوں تاکہ ہمارا طریقہ آپ کو
واضح ہو جائے۔ حضور نے فرمایا کہ جب فتنہ و شر ہو تو فرمایا ہے علیکم بسنتی و سنۃ الخلفاء الراشدین اور فرمایا ہے
اصحابی کالنجوم بایہم اقتدیتم اہتدیتم اب ان سب کا مطلب یہ ہوا کہ اوروں سے صحابہ کے ارشادات
مقدم ہیں اور صحابہ میں خلفائے راشدین کے اور خلفائے راشدین میں وہی ترتیب جو ترتیب خلافت و
فضیلت میں ہے اور سنت رسول تو سب سے مقدم اور قرآن کریم تو ان سب کا متن ہے اور یہ سب
اوس کی شرح ہیں۔ آپ کی منقولہ روایتوں میں اگرچہ دیلمی اور حاکم کا بھی حوالہ ہے اور یہ لوگ منکر و موضوع بھی
جمع کر لیتے ہیں مگر باب فضائل میں ضعیف بھی مقبول ہیں بہرحال ان میں حضرت مولا کی فضیلت ہی ہے
ہاں اگر کسی کی مذمت ہوتی تو بغیر تحقیق و ثبوت قبول کرنے کے لئے تیار نہ ہوتے جیسے کہ ہم نے حضرت معاویہ
رضی اللہ عنہ کی قدح میں انکی نقل کردہ روایتوں کا اعتبار نہ کیا۔ ہم تو اس اصول کے عادی ہیں کہ اگر کوئی
کسی مسلمان کی بھلائی بیان کرتا ہے تو ہم فوراً مان لیتے ہیں اور کوئی تحقیق نہیں کرتے اور کوئی برائی بیان
کرتا ہے تو بلا تحقیق و ثبوت تسلیم نہیں کرتے پھر بھی جہاں تک ممکن ہوتا ہے تاویل کی کوشش کرتے ہیں
جب تاویل کے سارے دروازے بند ہو جاتے ہیں تب اوس کی برائی کو اوس کی برائی جانتے ہیں۔

ہم نے اب تک حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں جو طرز اختیار کیا وہ قرآن کریم کے فیصلہ کے مطابق
اور احادیث صحیحہ کے منشا کے مطابق حضرت مولائے کائنات کے فرمان کے مطابق کہ اونہوں نے باوجود اون کو
باغی فرمانے کے اخانا بغی فرمایا اور محققین علمائے اہل سنت کے فیصلوں کے مطابق ہم نے ان کی بھری روایات

ضعیف موضوع اقوال سب کو اپنے طریقہ میں دخل انداز نہ ہونے دیا نہ ان میں سے کوئی اثر لیا۔

عنوان نمبر ۲ ہمارے طریقہ کا

خلاصہ یہ ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حضور کے صحابی ہیں کاتب وحی ہیں۔ حضرت صدیق کے زمانے تا سپردگی امام حسن رضی اللہ عنہ خلیفہ وقت کی جانب سے امیر عامل ہیں بعد سپردگی امیر مستقل ہیں۔ جنگوں کے سلسلہ میں وہ مجتہد ہیں لیکن خطاء اجتہادی ہوئی وہ دو وقت کے خلیفہ نہیں ہیں خلیفہ برحق حضرت مولائے کائنات ہیں۔ حضرت مولا کی کہ خلیفہ وقت تھے اطاعت نہ کی خلاف میں رہے مگر یہ خلاف باعث کفر وفسق نہ ہوا جیسا کہ حضرت مولا نے بھائی فرما کر بچا لیا اور علماء اہلسنت نے فیصلہ فرما دیا کہ یہ بغاوت و عدم اطاعت مع شبہہ تھی لہذا فسق ہی نہیں اور جب فسق نہیں تو ضلالت رہی اور یہ تنزلی بات ہے ورنہ یہ جنگ بغاوت نہ تھی بلکہ مطالبہ قاتلین عثمان پر ہوئی اور ان کا مطالبہ حق تھا اور حضرت مولا کا فوری بدلہ نہ لینا یا قاتلین کو سپرد نہ کر دینا یہ بھی حق تھا جو انہوں نے اس سلسلہ میں سوچا وہ بھی درست جو آپ نے سوچا وہ بھی درست الزامات کے سلسلہ میں تحقیق یہ ہے کہ وہ غلط ہیں اصول کے مطابق ان کی روایتیں مشتبہ اور بہت زیادہ مشتبہ مشتبہ گواہ ہے اثبات مدعا غیر ممکن۔ جب ان کے ذمہ کوئی فسق نہیں کوئی گناہ نہیں تو لعن شخص ان کے لئے حرام اور جو اس فعل کا مرتکب ہو وہ ملعون اور بعض عربی حرامی۔

وهذا آخر ما اوردنا في هذه رسالة جواز اللعنة فالحمد لله جاء تاما كاملا وسد ولعنه عليها واحق عن الامير معاوية فاجاء وسلك مسلك الرشد والهدى۔

خاتمہ

عنوان نمبر ۱ بابا جی کے مکائد ـــــــ رسالہ رد فضائل

(۱) بابا جی نے رسالہ رد فضائل ص۔۔۔ میں شرح عقائد کے حوالہ سے عبارت نقل کی لان غاية امرهم البغي والخروج على الامام الحق۔ بس۔ لیکن اگلی اور پچھلی عبارت غائب کر گئے جس سے ان کا مطلب فوت ہوتا تھا پوری عبارت یہ ہے وبالجملة لم ينقل عن السلف المجتهدين والعلماء الصالحين جواز اللعن على معاوية واعوانه لان غاية امرهم البغي والخروج عن الامام الحق وهو لا يوجب اللعن۔

(۲) رد فضائل ص۔۔۔ میں تحفہ سے عبارت نقل کی لیکن متصل ہی ایک لفظ غائب جس سے ان کا مقصد فوت ہوتا تھا لفظ فسق اعتقادیت کے ساتھ ہی ہے نہ کفرانت۔

(۳) اسی رسالہ صفحہ میں غنیۃ الطالبین سے عبارت نقل کی علی کان اماما حقا الی خروج و قتال عن ذلک ذھب حبا کان باغیا خارجا علی الامام حالانکہ عبارت اس طرح نہیں پھر حضرت کا فیصلہ جو اس کے بعد تھا جس سے ان کا مطلب فوت ہوتا تھا غائب پوری عبارت یہ ہے وکان باغیا کان الحق فی قتالہم لانہ کان یعتقد صحۃ امامتہ علی ما بینا من اتفاق اھل الحل والعقد من الصحابۃ علی امامتہ وخلافتہ فمن خرج من ذلک وناصبہ حربا کان باغیا وخارجا من الامام فجاز قتالہ ومن قاتلہ من معاویۃ وطلحۃ والزبیر طلبوا ثار عثمان خلیفۃ حق المقتول ظلما والذین قتلوہ کانوا فی عسکر علی فکل ذھب الی تاویل حسن فاحسن احوالنا الامساک فی ذلک

قول فیصل

(۴) قول فیصل صفحہ میں فتاوی عزیزیہ سے ایک عبارت نقل کی اور درمیان کی تقریبا ۱۰۔ ۱۱ سطریں چھوڑ گئے جس سے انکا مطلب فوت ہوتا تھا اور حقیقت میں اونکے تخیل کا دندان شکن جواب تھا۔

آپ نے نقل کیا بعضے جانبداران معاویہ ایں ہمہ بیعفان می لفظ را تاویل می کنند بلکہ بہتر ہمیں است الخ لفظ تاویل می کنند کے آگے اصل کتاب میں بلکہ بہتر ہمیں است نہیں ان دونوں جملوں کے درمیان تقریبا چھ سات سطریں چھوڑ گئے اور اس طرح نقل کیا کہ دیکھنے والا سمجھے کہ اس عبارت کے الفاظ ایک دوسرے سے ملے ہوئے ہیں۔

(۵) قول فیصل صفحہ میں حدیث ومع النبی صلی اللہ علیہ وسلم عشرۃ آلاف والطلقاء کے ترجمہ میں عشرۃ آلاف کے ترجمہ دس ہزار کے بعد لفظ صحابہ بڑھا دیا حالانکہ حدیث میں لفظ صحابہ نہیں۔

(۶) صفحہ میں حدیث ما لا من یوم فتح مکۃ قسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غنائم بین قریش میں لفظ قریش کی شرح صرف فتح مکہ کے دن مسلمان ہونے والوں سے کی حالانکہ اس لفظ سے وہ اور مہاجرین دونوں مراد ہیں جیسا کہ دوسری حدیث میں صاف موجود ہے اور یہ حدیث اوسی حدیث کے بعد ہے۔

(۷) صفحہ میں لکھا در باب من لعنہ النبی صلی اللہ علیہ کے اندر الخ حالانکہ پوری عبارت یہ ہے باب من لعنہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم او سبہ او دعا علیہ ولیس ھو اھلا لذلک کان لہ زکوۃ واجرا ورحمۃ آخر کے پچھلے دو لفظ چونکہ انکا جواب تھے اس لئے غائب کر گئے۔

(۸) صفحہ میں ایک عبارت ثم منہ بعضھم انہ لا یدخل الجنۃ الخ کا ترجمہ کیا لا اشبع اللہ بطنہ کا مطلب اور مفہوم اکثر علماء محققین نے الخ حوالہ میں صرف بعض ہے ترجمہ میں علماء محققین کا لفظ بڑھایا محاورہ میں لفظ بعض وقت کے لئے استعمال ہوتا ہے اوس کا ترجمہ لفظ اکثر سے کیا

رسالہ علی اور معاویہ

(۹) صفحہ ۱۲ خطبہ میں دعویٰ کیا کہ یہ مشتمل ہے آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ پر اور نیز فقہ تاریخ اور دیگر کتابوں
کے حوالجات پر اور یہ تمام کتابیں اہل سنت وجماعت کے اماموں کی لکھی ہوئی ہیں، حالانکہ مسائل مختلف فیہا
مابین بابا جی، در فقیر راقم سطور کی اپنی مشروحہ میں اکثر کتابیں رافضیوں کی پیش کیں اور انھیں کے حوالے دیا ہیں
(۱۰) ؍؍ صفحہ ۱۲ سے صفحہ ۱۵ تک حدیث کتاب اللہ وسنتی کے غلط ہونے کے ثبوت میں سارے اسماء الرجال
لکھ دیئے اور راویوں پر جرح کی لیکن یہ نہ بتایا کہ کس کتاب کی سند کے متعلق بحث کی جا رہی ہے کتاب کا نام غائب
حالانکہ اس حدیث کی بہت نفیس سند موطا امام مالک میں ہے اوس کو چھوڑ دیا
(۱۱) ؍؍ صفحہ ۸ محمد بن عقیل سنگاپوری کو اکابر علمائے سنت کہا حالانکہ وہ پکا رافضی جس کے رفض
اوسکی کتاب نصائح کافیہ کا ایک ایک جملہ گواہ ہے
(۱۲) ؍؍ صفحہ ۲۲ آپ فرماتے ہیں حضرت علامہ نور محسن حدائقی رحمۃ اللہ علیہ علمائے اہل سنت میں ایک
نہایت ہی بلند درجہ کے عالم ہیں اھ حالانکہ پکا رافضی ملاحظہ کیجئے تحفۂ اثنا عشریہ
(۱۳) ؍؍ صفحہ ۲۲ بابا جی نے ترمذی سے ایک حدیث نقل کی جس میں چھ آدمیوں پر لعنت کا ذکر ہے
چھٹا نمبر التارک لسنتی ہے مگر بابا صاحب اس نمبر کو اور اوسکے ترجمہ کو اڑا گئے اور پھر اس جملہ کو زائدا
میری عترت پر امور حرمہ خدا کو حلال جاننے والے کا پانچواں نمبر ہے، اور چھٹا اس طرح پورے کیے کہ چھٹے نمبر
کے ایک جزو لازم کو پانچواں بنایا۔

رسالہ معاویہ کی صحابیت

(۱۴) صفحہ ۳ عبارت ذیل عن ابی بکرۃ من حدیث حدث بہ معاویۃ کا ترجمہ کیا وہ غضب ہے جس کو
ابن عساکر ابی بکرہ سے، وہ حدیث میں جس کو معاویہ کے روبرو بیان کیا تھا" غلط کیا حالانکہ ترجمہ یہ ہے اس
حدیث سے جس کو حضرت معاویہ نے بیان کیا۔ حدیث حضرت معاویہ کی بیان کردہ ابوبکرہ۔ ان سے روایت
کرتے تھیا۔
(۱۵) ؍؍ صفحہ ۲۳ عربی عبارت ہے والجمہور ہم القائلون بالعدالۃ ترجمہ کیا اور ہم ترجمہ کیا اور
اور ان میں سے جمہور اس مسئلہ کے قائل ہیں عربی عبارت میں لفظ عدالت ہے ترجمہ میں لفظ مسئلہ تاکہ لوگ یہ نہ
سمجھ سکیں کہ جمہور کس چیز کے قائل ہیں۔
(۱۶) ؍؍ صفحہ ۳ شاہ صاحب قبلہ کی عبارت نقل کی اور خیانت کی اوسکی عبارت کے جمہ صادر شد
رجوم گردیدہ کے بعد زلات وخطائے ازیں مردم نقل کیا حالانکہ رجوم گردیدہ کے بعد یہ جملہ غرضکہ الخ
حضرات اگر غلطیاں۔ وہ لغزشیں وقوع میں آئیں آیا کریں پھر بھی صحابی ہونے کی حیثیت سے وہ

واجب الاحترام ہی میں غائب کر گئے حالانکہ یہ بھی جہلا کی ذہنیت کے سمجھنے کے لئے جرم اہم تھا۔

(۱۷) شاہ صاحب قبلہ نے فرمایا اما روایت حدیثے متضمن وجہے از وجوہ طعن کردہ باشد یعنی صحابہ باشد باکے نہ اسود آپ نے ترجمہ کیا لیکن اگر کسی حدیث میں کسی صحابی پر اسباب طعن میں سے کسی طعن کا ذکر موجود ہو تو پھر اس کا طعن کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے حالانکہ ترجمہ بالکل غلط شاہ صاحب روایت حدیث میں نفی حرج فرما رہے ہیں اور باباجی طعنہ کرنے میں مضائقہ نہ ہونا بتا رہے ہیں کہاں روایت حدیث اور کہاں طعنہ زنی آسمان و زمین کا فرق۔

رسالہ معاویہ پر جواز لعنت

(۱۸) حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے احیاء علوم شریف میں جو مسئلہ لعنت تحریر فرمایا اسکو باباجی نے نواصب کا اضافہ بتایا۔

(۱۹) حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ کی تصنیف غنیۃ الطالبین سے انکار کر دیا کہ یہ آپ کی تصنیف ہی نہیں

کید عام

(۲۰) اپنی تصنیفات میں باباجی خود کی ایجاد عربی لکھی اور خود ترجمہ کیا تاکہ لوگ یہ سمجھیں کہ باباجی جو کچھ لکھ رہے ہیں وہ دوسروں کی عربی عبارتوں کا ترجمہ کر رہے ہیں

(۲۱) رافضیوں کے مولویوں کو اور معتزلہ کے علما کو لفظ علامہ اور رحمۃ اللہ علیہ سے یاد کیا تاکہ لوگ یہ سمجھیں کہ یہ لوگ اہلسنت کے بڑے لوگوں سے ہیں۔

(۲۲) اکثر عبارتیں ضخیم کتابوں سے نقل کیں لیکن جلد صفحہ کا نشان نہ دیا اسی طرح بعض عبارتوں کا حوالہ کتاب اور بعض جگہ اقوال کے قائل کا نام غائب۔

عنوان نمبر ۷ نوی

سب و شتم یعنی طعن کرنے کی چار صورتیں ہیں اور ہر صورت کے احکام جدا ہیں یہ تو ظاہر ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو سب و شتم لعن و طعن کرنا منع ہے جس کی ممانعت صحاح سے حضور نے فرمایا لا تسبوا اصحابی میرے صحابہ کو سب و شتم نہ کرو (۱) اور (۲) صحابہ کو سب و شتم کرنے والا سب و شتم کو حلال اور جائز اور کار ثواب سمجھتا ہے تو کافر ہے ورنہ فاسق۔ کافر تو اس لئے کہ مطلقاً کسی گناہ کو حلال جاننا کفر ہے شرح عقائد نسفی میں ہے۔ واستحلال معصیۃ صغیرۃ کانت او کبیرۃ

کفر۔ شرح عقائد ... میں ... تبیث ...

... الف ... کفر۔

دوسری جگہ فرمایا ... مستحل ... اور اگر حلال نہیں جانتا ہے تو صرف فسق ہے۔ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ فقہ اکبر میں

فرماتے ہیں ولا نکفر مسلما بذنب من الذنوب وان کانت کبیرۃ اذا لم یستحلہا

صورت دائرہ کے متعلق ملاحظہ فرمائے۔ علامہ شامی اپنے رسالہ تنبیہ الولاۃ میں فرماتے ہیں وقال القاضی ابو یعلی الذی علیہ الفقہاء فی سب الصحابۃ ان کان مستحلا لذلک کفر وان لم یکن مستحلا فسق پھر ملا علی قاری کے ارشادات نقل کرتے ہوئے لکھا واما من سب احدا من الصحابۃ فہو فاسق ومبتدع بالاجماع الا اذا اعتقد انہ مباح او یترتب علیہ ثواب کما علیہ بعض الشیعۃ او اعتقد کفر الصحابۃ فانہ کافر بالاجماع۔ سب صحابہ اگر حلال سمجھ کر کرتا ہے یا یہ سمجھ کر کہ کار ثواب ہے جیسا کہ شیعہ سمجھتے ہیں یا کافر سمجھتا ہے تو کفر ورنہ فسق۔ شرح فقہ اکبر میں فرمایا ومن المعلوم ان السب دون القتل ثم لو استحل السب او القتل فہو کافر لا محالۃ

اب جناب بابا صاحب خود جانیں کہ وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو جو گالیاں دیتے شقی بدبخت ملعون ظالم وغیرہ الفاظ استعمال کرتے ہیں تو حلال سمجھتے ہوئے یا گناہ سمجھتے ہوئے جیسا سمجھتے ہوں ویسا ہی حکم ہے اپنے اوپر چسپاں کر لیں اور وہ اسکو حلال ہی جانتے ہیں جیسا کہ جواز لعنت میں جائز کہا مستحب کہا وغیرہ

(۳) سب شتم کو اس طرح استعمال کرتا ہے جیسے بلا جھجک مباح چیز استعمال کی جاتی ہے یا کار ثواب سمجھتا ہے جب بھی کفر ہے۔ ملا علی قاری فرماتے ہیں او دین ونہا من غیر مبالاۃ بہا وتجری مجری المباحات اور فرمایا او یترتب علیہ ثواب۔

بابا صاحب بلا جھجک گستاخی کے الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ ایک ایک دفعہ نہیں بار بار انکی تصانیف کا پڑھنے والا پڑھتے پڑھتے یہ فیصلہ کریگا کہ واقعی بابا جی بڑی بے باکی اور بغیر جھجک کے وہ الفاظ استعمال کر رہے ہیں اور اس لعن طعن کو کار ثواب جانتے ہیں جیسا کہ وہ اوپر کہ واجب اور مستحب کہہ چکے ہیں (جواز لعنت) لہذا بابا صاحب اپنا نتیجہ اس صورت میں بھی تلاش کر لیں

(۴) اگر کسی صحابی کو کافر کہا تو کافر ہو جائیگا۔ ملا علی قاری کا یہ جملہ گذر چکا ہے او اعتقد کفر الصحابۃ حضرت امام مالک نے فرمایا فان قالوا کانوا علی ضلال وکفر قتل۔

جناب بابا صاحب نے حضرت معاویہ کو کافر کہا منافق کہا لہذا وہ خود ہی فیصلہ کر لیں مجھ سے کہلوائیں مت

عنوان ۳ ارشادات علمائے اہلسنت در عدم جواز لعن معاویہ رضی اللہ عنہ بہ تعین نام

(۱) حضرت سیدنا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں من شتم احدا من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم

(ابابکر او عمر او عثمان او علیا او معاویۃ او عمرو بن العاص فان قالوا کانوا علی ضلال وکفر قتل وان شتمہم بغیر ھذا نکل نکالا شدیدا۔ حضور کے اصحاب میں سے کسی کو حضرت ابوبکر کو یا حضرت عمر کو یا حضرت عثمان کو یا حضرت علی کو یا حضرت معاویہ کو یا حضرت عمرو بن عاص کو سب وشتم کرے اسطرح کہ وہ گمراہ تھے یا کافر تو وہ قتل کر دیا جائے اور اسکے علاوہ بد تہذیبی کرے تو خوب مارلگائی جائے۔

(۲) علامہ تفتازانی فرماتے ہیں و بالجملہ لم ینقل عن السلف المجتہدین والعلماء الصالحین جواز اللعن علی معاویۃ واحزابہ مجتہدین سلف علماء صالحین سے حضرت معاویہ اور اونکے ساتھیوں پر لعنت کا جائز ہونا منقول نہیں۔

(۳) علامہ ابن حجر صواعق میں فرماتے ہیں ولا یجوز الطعن فی معاویۃ لانہ من کبار الصحابۃ حضرت معاویہ پر لعن طعن جائز نہیں۔ اس لئے کہ وہ کبار صحابہ سے ہیں۔

(۴) شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی ازالۃ الخفا میں فرماتے ہیں۔ باید دانست کہ معاویہ ابن ابوسفیان رضی اللہ عنہ یکے از اصحاب آنحضرت بود صلی اللہ علیہ وسلم وصاحب فضیلت جلیلہ در زمرہ صحابہ رضوان اللہ علیہم زنہار در حق او سوء ظن نکنی و در ورطہ سب او نہ افتی تا مرتکب حرام نہ شوی حضرت معاویہ حضور کے صحابہ سے ہیں اور صاحب فضیلت جلیلہ ہیں خبردار اون کی شان میں بدگمانی نہ کرنا اور اونکے لعن طعن کے گڈھے میں نہ گرنا کہ ایک فعل حرام کے مرتکب بن جاؤ۔

(۵) شاہ عبدالعزیز صاحب فتاوی عزیزیہ میں فرماتے ہیں۔ پس اگر معاویہ کے سب وشتم سے غرض اونکے فعل کو برا کہنا اور برا جاننا ہی مراد ہے تو محققین بریں معنی بلاشبہ داخل ہیں اور اگر سب سے لعنت وشتم مراد ہے تو معاذ اللہ کہ کوئی اہل سنت اسکا مرتکب ہو۔

(۶) پھر تحفہ میں فرماتے ہیں۔ اب ہم اس بات پر آئے کہ جب اون کو باغی اور متغلب جانتے ہیں تو لعنت کیوں نہیں کرتے اس کا جواب اہل سنت کے نزدیک یہ ہے کہ جو مرتکب گناہ کبیرہ کا ہے اس پر لعنت جائز نہیں اور باغی بھی مرتکب گناہ کبیرہ ہے پھر اوس پر کیونکر لعنت جائز ہو

اس کے بعد عدم جواز لعن کے دو تین وجہیں پیش کیں۔ فرماتے ہیں۔ لیکن کتاب جیسے کہ فرمایا اللہ تعالی نے واستغفر لذنبک وللمؤمنین والمؤمنات اپنے اور مومنین ومومنات کے لئے استغفار فرمایئے۔ صریح نص قرآنی دلالت کرتی ہے کہ جو شخص ایماندار ہے اوسکے حق میں مطلوب شارع کے استغفار ہے

دالا مر بشئی نہی عن ضدہ موافق قاعدہ اصولیہ کے ہے اور امامیہ کے بھی پس امر استغفار کا نہی لعن کی ہے اور ہر مرتکب کبیرہ باجماع سنی و شیعہ ایماندار ہے اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے وان طائفتان من المومنین اقتتلوا فاصلحوا بینہما پس اس آیت کے موافق بھی لعن اون کی منہی عنہ ہے یعنی اوس سے باز رکھا گیا۔ البتہ لعن بالوصف اہل کبائر کے حق میں آئی ہے جیسے الا لعنۃ اللہ علی الظالمین اور فنجعل لعنۃ اللہ علی الکاذبین لیکن یہ لعن درحقیقت لعن اوس صفت کی یعنی ظلم یا کذب کی ہے نہ موصوف کی۔

یہ ہیں کلمات طیبہ اور ارشادات مبارکہ کہ حضرت معاویہ پر لعن طعن کرنا حرام ہے۔ حضرت امام مالک علامہ سعد علامہ ابن حجر شاہ ولی اللہ شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہم وہ اساطین اسلام ہیں جن کی نگاہ میں وہ آیتیں وہ حدیثیں وہ روایتیں وہ واقعات و حالات ہر وقت موجود ہیں جنکو بابا صاحب نے جواز لعن کے ثبوت میں پیش کیا۔ بات سمجھنے کی صرف یہ ہے کہ آیا بابا صاحب قرآن و حدیث و روایات کو زیادہ جانتے ہیں یا یہ حضرات اگر جواب نفی میں ہے اور یقیناً نفی میں ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ ان حضرات کے فتاوے نظر انداز کر دیئے جائیں اور بابا صاحب کی بات تسلیم کر لی جائے۔

بابا صاحب یہ کہتے ہیں کہ یہ آیتیں ہیں یہ حدیثیں ہیں جن سے ثابت کہ لعن بر معاویہ جائز ہے۔ انہوں نے کیسے حدیث سے مسئلہ نکالنے میں بابا جی نے بجنط العصری سے کام لیا۔ ابن بابویہ قمی ابوالحسن مدائنی جیسے شخصوں کو اپنا استاد و خواجہ صاحب محمد ابن عقیل جیسوں کو مرشد بنایا۔ آپ فرماتے ہیں کہ جن لوگوں نے لعن بر معاویہ کو ناجائز بتایا انہوں نے قرآن و حدیث کی مخالفت کی۔

ہم کہتے ہیں کہ حضرات علمائے اہل سنت نے قرآن و حدیث کو سمجھا اور آپ سے زیادہ سمجھا واقعات و حالات کو جانچا اور آپ سے زیادہ جانچا اور ان سب میں سب سے زیادہ بلند پایہ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب نے پایا اور رد رافضیت میں وہ بے مثل کتاب لکھی کہ مجتہدین عصر قبلہ و کعبہ فن کہلاتے ہیں۔ رنگ بدلتے ہیں لیکن جواب نہیں دیسکتے اور غالباً آپ کو بھی اون کا یہ فضل و کمال تسلیم ہوگا۔ ان حضرات نے جانچنے کے بعد جو فیصلہ فرمایا وہ ہی قرآن و حدیث کے منشا کے مطابق فیصلہ حق ہوا۔

مسلمانوں کو آخر میں یہ ہی بات سوچنی ہے اور اسی پر سارے جھگڑے کا خاتمہ ہے اور سامنے بزرگ کا فیصلہ

عنوان نمبر ۳ فیصلہ کا بہترین طریقہ اور بابا صاحب کو دعوت فیصلہ

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی ذات سے جسقدر مسائل و مباحث تعلق رکھتے ہیں وہ دونوں

بانیوں سے تحریر میں آگئے بابا صاحب نے پانچ کتابیں ابتک شائع کیں رد فضائل معاویہ، قول فیصل معاویہ کی صحابیت۔ علی اور معاویہ۔ معاویہ پر جواز لعنت فقیر نے صرف تین فضائل معاویہ۔ الہادیہ ش تم معاویہ اور دیہ صیانۃ الصحابہ عن خرافات بابا ہر دو جانب سے دلائل اپنی پوری طاقت کے ساتھ تحریروں میں آچکے۔ ہر ہر بحث پر سیر حاصل گفتگو ہوچکی۔ پڑھے لکھے حضرات تو دونوں طرف کی کتابیں پڑھ لینے کے بعد خود فیصلہ کرینگے کون حق پر ہے کون باطل پر لیکن جو اس سے معذور ہیں وہ پھر بھی دوسروں کے محتاج ہیں لہذا اوسکے لئے بہتر طریقہ یہ ہے کہ علمائے اہلسنت کی ایک جماعت منتخب کی جائے اور اون کو بنارس تشریف لانے کی دعوت دیجائے۔ وہ حضرات نہایت اطمینان کے ساتھ ہر دو فریق کی تحریرات پر غور فرمائیں اور جو فیصلہ فرمائیں اوس کو ہر دو فریق اور تمام اہل سنت و جماعت تسلیم کرلیں۔

(۱) اس فیصلے کے لئے یہ ضروری ہے کہ پہلے ایک اقرار نامہ مرتب ہوگا جس پر میرے اور بابا جی کے اس فیصلے کے تسلیم کرنے کے دستخط ہونگے۔

(۲) علما کے تشریف لانے وغیرہ کے مصارف آدھے میں دونگا اور آدھے بابا صاحب۔

(۳) میں نے جن جن کتابوں کے حوالے دیئے ہیں وہ ساری اصل کتابیں میں پیش کردونگا اسی طرح بابا صاحب کو بھی ساری کتابیں پیش کرنا ہونگی۔

(۴) مجلس علماء میں نہ میں شریک ہونگا نہ بابا صاحب۔ ہاں اگر اون کو ضرورت ہوگی تو وہ خود طلب فرمالینگے۔ اور اوس وقت حاضر ہونا ضروری ہوگا۔

اسمائے گرامی حضرات علمائے اہل سنّت

(۱) حضرت مفتی اعظم جناب مولنا محمد مصطفےٰ رضا خاں صاحب بریلوی (۲) حضرت مولنا شاہ عبدالقدیر صاحب بدایونی (۳) حضرت محدث اعظم جناب مولنا سید محمد صاحب کچھوچھوی (۴) حضرت مولنا شاہ برہان الحق صاحب جبلپوری (۵) حضرت مولنا شاہ محمد حشمت علی خاں صاحب لکھنوی (۶) حضرت مولنا شاہ محمد اجمل صاحب سنبھلی (۷) حضرت مولنا غلام جیلانی صاحب میرٹھی (۸) حضرت مولنا حبیب الرحمان صاحب اڑیسوی (۹) حضرت مولنا عبدالعزیز صاحب مبارکپوری (۱۰) حضرت مولنا عتیق الرحمن صاحب گونڈوی (۱۱) حضرت مولنا محمد قاسم صاحب فرنگی محلی (۱۲) حضرت مولنا